وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

از قلم

آغا محمد عبدالعزیز صاحب فاروقی احمدی

اس میں لال حسین مرتد کی کتاب "ترک مرزائیت" کا نہایت مکمل مفصل اور
مدلل جواب دیا گیا ہے

دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء　　　　بار اول

بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان

مختصر فہرست کتاب برقِ احمدیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ

قل جاء الحقّ وزھق الباطل انّ الباطل کان زھوقاً۔

الحمد للہ ربّ العالمین والعاقبۃ للمتقین والصّلوٰۃ والسّلام علی سیّد الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واتباعہٖ وعلی المسیح الموعود علیہ السّلام والخلفاء الراشدین المھدیین۔

ناظرین کرام! عرصہ ایک سال کا ہوا۔ ایک شخص مسمّی لال ... متوطن ضلع گورداسپور نے رسالہ "ترک مرزائیت" شائع کیا۔ ——— جس میں کوئی بھی ایسا اعتراض نہیں جسکا جواب سلسلہ عالیہ احمدیہ کیطرف سے نہ دیا جاچکا ہو۔ صرف انہی فرسودہ اعتراضات کو دہرایا گیا ہے۔ جو مخالفین سلسلہ احمدیہ ہیچو مولوی ثناء اللہ امرتسری۔ پیر بخش لاہوری اور محمد حسین بٹالوی وغیرہ کیطرف سے کئے گئے تھے۔ خصوصاً اس رسالہ میں مصنّف نے رسالہ "عشرہ کاملہ" کو سامنے رکھا ہے۔ حالانکہ "عشرہ کاملہ" کا بھی مُسکت اور مکمّل اور مفصّل جواب ہماری جماعت کے قابل فخر نوجوان مولٰینا مولوی اللہ دتا صاحب فاضل جالندھری حال مبلغ ملک شام کی طرف سے دیا جاچکا ہے یعنی کتاب "تفہیمات ربانیہ" جو ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی۔

رسالہ "ترک مرزائیت" میں صرف "لاہوری جماعت" کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور اس کا جواب لکھنے کے لئے چھ ماہ کی میعاد مقرر کردی گئی تھی۔ بدیں وجہ ہم اس بات کے منتظر رہے۔ کہ شاید مدت معیّنہ کے اندر جواب شائع ہوجائے۔ اور مصنّف مرتد کی جمع کردہ رقم ہمارے بھائیوں کو انعامی صورت میں مل جائے۔ مگر ایسا نہ کیا گیا۔

ماہ اکتوبر ۱۹۳۲ء کے دوران میں خاکسار بمقام کھاریاں ضلع گجرات گیا۔ اور مجھے اپنے محترم دوست ماسٹر عبدالعزیز صاحب گلیانوی نے بتلایا۔ کہ میں نے "اہل پیغام" کو لکھا تھا۔ کہ "لال حسین اختر" کی کتاب کا جواب آپ لوگوں کی طرف سے دیا گیا ہے یا نہیں؟ ان کا جواب درج ذیل ہے:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ:۔ تاریخ ۲۰ راگست ۱۹۳۲ء

مکرم اخویم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ آپکا ۱۸ کا خط آج ہم کو ملا جواب ارسال ہے۔ لال حسین چند سال سے احمدی ہوا تھا۔ پہلے غالباً خلافت وغیرہ کا کام کرتا تھا۔ چھ سات سال احمدی رہا ہے۔
ارتداد کی وجوہات دنیا کی محبت۔ اُسے اوکاڑہ اراضی پر لگایا گیا تھا۔ انجمن کے روپیہ سے کاروبار شروع کر دیا۔ وہاں کے مینجر پر جھوٹے الزام لگائے۔ جب تحقیقات میں خود جھوٹا ثابت ہوا۔ اور انجمن نے اسکے خلاف کارروائی کرنی چاہی تو رخصت لی اور پھر استعفاء دیدیا۔
جیسا کہ مخالفوں کی عادت ہے اب بیہودہ ہو گیا ہے۔ جن اعتراضات کے جوابات لوگوں کو دیا کرتا تھا۔ وہی اعتراضات اب کرتا ہے۔ کوئی خاص بات نہ انجمن کے خلاف کہہ سکتا ہے نہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف۔ پُرانی لغویات پر ہی بکواس کرتا ہے۔ اسی لئے ہمنے اسے منہ نہیں لگایا۔ نہ اس کا نام لیکر اعتراضات کے جواب دئے ہیں۔ بلکہ اعتراضات کو سامنے رکھکر عام جواب دیدیا ہے۔
خاص بات یہی ہے۔ کہ گذشتہ سال خفیہ طور پر انجمن کے نام اور ذمہ واری پر ایک دوست سے قرضہ لیا اور انجمن سے معاملہ خفیہ رکھا تا آنکہ دوست نے انجمن سے مطالبہ کیا۔ جس پر اس کی بددیانتی ظاہر ہو گئی۔ اور اب اس سے معاملہ فہمی کا مطالبہ ہو رہا ہے ؞

والسلام
خاکسار محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سیکرٹری

حق تو یہ تھا۔ کہ وُہ کتابی صُورت میں میعاد مقررہ تک جواب شائع کرتے۔ لیکن بعض خاص معتقدات کیوجہ سے واقعی وُہ جواب نہ دے سکتے تھے۔ جس کو کما حقہٗ جواب کہنا چاہیئے۔ اور لال حسین نے بھی کمال چالاکی سے اُنہی کو مخاطب کیا ہے۔ اُسے معلوم تھا۔ کہ اہل پیام "دعویٰ نبوت" کا ہرگز ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔ افسوس! اگر وُہ جماعت احمدیہ قادیان کو مخاطب کرتا۔ تو ناظرین آج سے بہت پیشتر اس جواب کو ملاحظہ فرماتے۔
رسالہ "ترک مرزائیت" گیارہ فصول پر مشتمل ہے۔ جن میں سے بعض ایک ورقہ اور دو ورقہ فصلیں بھی ہیں۔ اور ہیں نے ہر ایک فصل کا جواب اسی فصل کے بالمقابل لکھا ہے۔ لیکن فصل سوم میں اسکے چار مضامین کو یکجا کر کے ایک فصل بنا دی ہے۔ گویا اُن چار مضامین کو فصل سوم میں داخل کر کے کل کتاب کی آٹھ فصلیں مقرر کی ہیں۔ دُوسری فصل میں لال حسین نے "اثبات دعویٰ نبوت" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پیش کر کے غیر مبائعین کو بتایا

1958/ر

ہے۔ کہ واقعی طور پر حضرت اقدس غیر تشریعی نبوّت کے مدّعی تھے۔ اس فصل کے ساتھ ہمارا اتفاق ہے لیکن غیر مبائعین کے متعلق جو وجہ انکار دعویٰ نبوّت مصنّف نے لکھی ہے۔ اُس میں مخاطب تو "لاہوری" ہیں۔ مگر در پردہ کمال بد دیانتی کے ساتھ تیس دجالوں کی حدیث پیش کی گئی ہے۔ سو اس کا جواب دینا ہمارا فرض تھا۔ باقی دس فصول کا جواب نمبر وار دیا گیا ہے۔

مصنّف نے اپنے اس رسالہ کے جواب کے لئے ایک ہزار روپیہ کا اعلان بھی کیا تھا۔ اور اس کی ادائیگی کے لئے چھ ماہ کے اندر جواب تحریر کرنے کی شرط مقرر کی تھی۔ مگر یہ انعام صرف اس کے پرانے مرشدوں کے لئے تھا۔ اس لئے ہمیں ضرورت نہیں۔ کہ اس کے متعلق بحث کریں۔ ہم ایسے انعامی اعلانات کی اصلیت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور مؤلف ترک کی حیثیت اور اندرونی حالات سے بھی بخوبی واقف ہیں۔

کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا

یاد رہے۔ کہ ہماری کتاب کا اصل مقصد صداقت کا اظہار ہے۔ ہمیں ایسے کاغذی انعاموں کی ضرورت نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے ہمیں ان لالچوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے طفیل مستغنی کر دیا ہے۔ ہاں اگر لال حسین کو ابھی تک روپیہ لینے کی ہوس باقی ہے۔ تو وہ جواب الجواب لکھکر ہم سے فیصلہ کر لے۔

میں نے اپنی کتاب میں ہر ممکن طریق سے تہذیب کو مدِّ نظر رکھا ہے۔ اگرچہ "مرتد" کی گندہ دہانی۔ ژولیدہ بیانی اور ژاژ خائی اشتعال دلاتی رہی۔ مگر آقائے نامدار کی نصیحت ہر وقت سامنے تھی۔ صداقت اور حقیقت اپنے حسن قدیمی اور جلوہ آرائی کے اظہار کی خاطر درشت کلامی کی ہرگز ہرگز محتاج نہیں۔ کیونکہ وہ خود بخود اپنی برقی قوّت کے ساتھ قلوب پر غالب ہو جاتی ہے۔ اور ان تمام کذب بیانیوں اور باطل ڈھکوسلوں کو جو اس کے راستہ میں حائل ہوں خس و خاشاک کی مانند بھسم کر دیتی ہے۔

میرا ارادہ تھا۔ کہ مصنّف کی ذات کے متعلق بھی لکھوں اور اس کی پوزیشن ظاہر کروں۔ کیونکہ اس نے میرے مقدس اور مطہّر آقا اور واحنالہ الفدا پر نہایت کمینگی اور بے باکی کیساتھ حملے کئے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ نصیحت ہر وقت پیش نظر ہے ؎

گالیاں سُنکر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو ٭ کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

مجھے اسوقت لال حسین کی "متانت" اور "شائستگی" کے متعلق لکھنے کی ضرورت نہیں ہر غیر متعصب اور شریف انسان جس نے اسکے رسالہ کو پڑھا ہو گا۔ مصنف کی گندہ دہانی اُس پر واضح ہو گئی ہو گی۔ ایسے گندے الفاظ ایک دو نہیں۔ بلکہ ہر صفحہ کتاب میں تمسخرانہ انداز سے توہین۔ تحقیر اور تذلیل کی گئی ہے۔ مصنف کو تو ان باتوں سے شرم نہیں آسکتی۔ کہ آئندہ اس فعل بد سے باز آئے لیکن ہم دُنیا کے غیر متعصب با اخلاق لوگوں کے سامنے اس قسم کی ذہنیت پر اظہار افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیا اسلام اور بانیٔ اسلام کا سچ مچ یہی منشا تھا۔ کہ خدا کے برگزیدہ لوگوں۔ اور پیشوایان طریقت پر ناواجب حملے کئے جائیں۔ اور اُن کے متبعین کے دل دکھائے جائیں۔ کیا یہی طریق ہے۔ جس سے وُہ احمدیوں کو "ترک مرزائیت" کی دعوت دیتا ہے۔ دُنیا میں اِس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ کہ اس طریق سے قلوب کی اصلاح کی گئی ہو۔ حاشا وکلّا ٭

(۱) چنانچہ فرماتے ہیں :-

"میری مذہبی زندگی کا آغاز تحریک خلافت کا مرہُون منت ہے" (ترک ص۵)

معلوم ہُوا۔ کہ تحریکِ خلافت سے پہلے آپ کی زندگی لامذہبیت، اور تحریک لا دینیت کی مرہُونِ منّت تھی۔ کیسی اعلیٰ زندگی کی تفسیر فرمائی ہے سُبحان اللہ

(۲) آگے فرماتے ہیں :-

"علمائے کرام نے نصِ قرآنی کی رُو سے حکومت کی درسگاہوں کے بائیکاٹ کا فتویٰ دیدیا تھا۔ اس لئے میں نے اس فتویٰ کی تعمیل میں کالج کو خیرباد کہا" (ترک ص۵)

خوب! یعنی آپ کی پہلی کالج والی زندگی اس فتویٰ کی رُو سے قرآنی تعلیم کے خلاف تھی۔ لیکن جناب نے وہ آیت نقل نہیں کی۔ تاکہ دوسرے اُن کے ہم مذہب کالجیٹ بھائیوں کو اس سے نصیحت حاصل ہوتی۔ اور وہ قرآنی تعلیم کے خلاف عمل نہ کرتے۔ سنئے ہولاہور کے "مسلمان کالجیٹیو" مولوی صاحب کیا اُچرتے ہیں۔ اور اُطلبوا العلم ولو کان بالصین پر کیسے لکیر کھینچتے ہیں ٭

(۳) پھر فرماتے ہیں :-

"آخر مجھ پر کودا سپور میں حکومت کے خلاف منافرت پھیلانے کا الزام عاید کر کے میری تین تقریروں کی بنا پر مقدمہ چلا دیا گیا۔ عدالت نے چند سرسری پیشیوں کے بعد مجھے ایک سال قید کا حکم سُنایا ؟ - ایک سال اور بیس دن کی طویل

مدّت گورداسپور جیل میں گذاری"۔ (ترک صفحہ ۵)
چنانچہ جیل میں آپ کی ہر ممکن طریق سے خدمت تواضع کی گئی۔ اور جیل سے رہا ہوتے ہی آپ نے گردوپیش کے حالات معلوم کرلئے۔ اور آریہ سماج اور شدھی کی تحریک کے مقابل کھڑے ہو گئے۔ لیکن اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بلکہ "لاہوری مرزائیوں" کے دام تزویر میں پھنس گئے۔ اور انہوں نے جناب کے "کورس ختم" کرنے پر سیکرٹری احمدیہ ایسوسی ایشن بنادیا۔ (صفحہ ۷)

دیکھئے کس قدر ذلّت ہے رسوائی ہے
پھر بھی جاری ایسی خودستائی ہے

ہمیں تو علم نہیں۔ کہ لاہوری حضرات نے ان سے کیا کیا سخت کام لئے۔ اتنا معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ کو اوکاڑہ کی زمین کا کارپرداز بنایا گیا تھا۔ اور جب جھوٹے الزام قائم کرنے کا راز فاش ہوگیا۔ تو آپ نے چپکے سے استعفےٰ دے دیا۔

مرتد ہونے کی وجوہات آپ نے حسب ذیل لکھی ہیں:-
(۱) "سنہ ۱۹۳۱ء کے وسط میں میں نے چند خواب دیکھے"۔ (صفحہ ۷)
(۲) "مرزا صاحب کے بعض الہامات اور اُن کی چند پیشگوئیاں میرے دل میں کانٹے کیطرح کھٹکتی تھیں"۔ (صفحہ ۷)

معلوم ہوا۔ کہ عرصہ آٹھ سال تک تو آپ کو کوئی خواب نہ آیا۔ وہ اس لئے کہ رقم کافی مل جایا کرتی تھی۔ لیکن سنہ ۱۹۳۱ء میں کذب آفرینی اور غبن کے جرم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لال حسین کو ڈانٹا۔ کہ خبردار اگر اس قسم کے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوگے۔ تو جماعت سے نکال دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ لال حسین خارج کیا گیا۔ کوئی عقلمند اس سے پوچھے۔ کہ بھلے مانس! اگر مرزا صاحب کے الہامات تمہارے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے۔ تو بدقسمت تم نے بیعت کیوں کی حقیقت اور واقعیت یہ ہے۔ کہ تمام قصہ جو اس نے دیباچہ میں لکھا ہے۔ بالکل لغو باطل اور خلاف واقعہ ہے۔ مصنف "ترک مرزائیت" کو دراصل ایمان کی ضرورت نہ تھی۔ اور یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ کہ اس نے تحقیق احمدیت کی ہے۔ کیونکہ وہ خود اپنی مدّتِ تحقیق وسط سنہ ۱۹۳۱ء تا یکم جنوری سنہ ۱۹۳۲ء لکھتا ہے۔ گویا اس نے صرف چھ ماہ کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفۃ المسیح الثانی کی تصانیف کو اور دوسری طرف مولوی محمد علی اور دیگر مصنفینِ جماعت احمدیہ

کی کتابیں پڑھیں۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق اس کی اپنی تحریر کردہ عبارت کر رہی ہے لکھتا ہے:۔

"مرزا صاحب کی اپنی مشہور تصنیفات اور قادیانی و لاہوری ہر دو پارٹیوں کی چیدہ چیدہ کتابوں کو جو مرزا صاحب کے دعاوی کی تائید میں لکھی گئی ہیں نظر غائر سے بطور ایک محقق کے پڑھا" (ترک صٹ)

دیکھئے کیا مکروہ چال ہے۔ اور کس طرح لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی کوشش کیگئی ہے مصنف نے سمجھا ہوگا۔ کہ شائد ساری دنیا اُس کی مانند جاہل ہے۔ ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں۔ کہ اُس نے مکروہ کذب بیانی کی ہے۔ کیونکہ وہ احمدیہ لٹریچر سے قطعاً ناواقف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم سے نابلد محض تھے۔ اور اُس کو اپنی کم علمی خود مسلّم ہے۔ یہ رسالہ نہ تو تحقیق ہے۔ اور نہ ہی نتیجہ تحقیق ہے۔ بلکہ دوسرے لوگوں کا پس خوردہ ہے۔ پس جس طرح یہ مسوّدہ تیار کیا گیا وہی اس کی تحقیق کا حال ہے۔ اور در اصل وجہ از نداد تحقیق نہیں۔ بلکہ افشائے راز ہے۔

مَیں نہایت ادب کے ساتھ قارئین کرام سے عرض کرونگا۔ کہ وہ "ترک مرزائیت" اور "برق احمدیّت" ہر دو کتب کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور غور کریں۔ کہ مرتد دھرم کوٹی کی "تحقیق" کے تار و پود کو صمصام ربانی نے کس طرح کاٹ کر رکھدیا ہے۔ فالحمد للہ

میں نے اس تصنیف میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے بعد سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر سے بالعموم اور تفہیمات ربانیہ مصنفہ مولوی اللہ دتہ صاحب فاضل جالندھری تعیم الوکیل مؤلفہ مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر سے بالخصوص استفادہ کیا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

اے میرے خدا۔ میری کمزوریوں پر رحم فرما۔ اور اس مختصر کو قبولیّت بخش۔ لوگوں کو توفیق دے۔ تاکہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی پر ایمان لائیں۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کے جھنڈے تلے جمع ہوں۔ یارب العالمین۔

بھڈانہ ضلع راولپنڈی
۲۰ اپریل سنہ ۱۹۳۳ء

خاکسار
سلسلہ احمدیہ کا ادنیٰ ترین خادم
عبد العزیز فاروقی

فصل اوّل

حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی اور عقاید حقّہ

مجھ کو بس ہے وہ خدا عہدوں کی کچھ پرواہ نہیں
ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکمِ کردگار (حضرت اقدسؑ)

عالمِ دنیا میں جسقدر خدائے تعالےٰ کے نبی آئے۔ آسمانی کتب اُن کے متعلق آجتک یہ شہادت دے رہی ہیں۔ کہ وُہ گوشہ نشین اور خلوت پسند تھے۔ اُن کی زندگی قبل از نبوّت ہر وقت اُس کی عبادت۔ ریاضت اور تحمید۔ تقدیس میں گذری۔ وہ خود بخود لوگوں کے سامنے آنا عار سمجھتے تھے۔ اور کسی درجہ ولایت یا عہدۂ نبوّت کے خواہاں نہ تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں کھینچ کر کنج تنہائی سے نکالا۔ "وہ بکریاں چرا رہے تھے"۔ خدا نے اُنہیں بلایا۔ وُہ سفر کر رہے تھے۔ خدا اُن سے ہمکلام ہوا۔ اور ایک وہ تھے۔ جو گھر سے نکل کر دُور تین میل کے فاصلے پر اُسکو یاد کر رہے تھے۔ خدا نے اُنہیں آواز دی۔ کہ آؤ میں نے اپنی جان کے لئے تمہیں چنا۔ اور پھر اُن کے بعد ایک اور آئے۔ جنہیں ہر قسم کی دنیاوی نعمتیں عطا کی گئی تھیں۔ مگر خدا کے گھر سے باہر جانا عیب خیال کرتے تھے۔ خدا نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ اور حکم دیا۔ کہ جاؤ میرے عرب کی قوم منتشر ہو رہی ہے۔ افتراق اور انشقاق پیدا کر رہی ہے۔ میں نے تمہیں اسوقت سارے جہان پر فضیلت دی۔ مدینے والے کملی پوش کے عاشق تمہیں نوازا۔

چنانچہ سب نے اپنے دعاوی کے متعلق جلدی نہیں کی۔ اُن کی کمال سادگی اُن کی صداقت پر زبردست دلیل ہے۔ اور اُن کی عدم بناوٹ پر گواہ۔ وُہ خدا تعالےٰ کے حکم سے بولے۔ اور اُسی کی اطاعت میں محو ہو کر رہے۔ خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحیح حدیث میں لکھا ہے۔ کان یحب موافقۃ اھل الکتاب فیما لم یومر بہٖ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۶) کہ حضورؐ اُن امور میں اہلِ کتاب سے موافقت رکھنے کو پسند فرماتے تھے۔ جن میں آپ مامور نہ ہوتے تھے۔ یعنی جبتک خدا تعالےٰ کی وحی صراحت کے ساتھ اُن کو کسی بات کے ماننے کا حکم نہیں دیتی وُہ اہلِ کتاب کے طریق پر عامل رہتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

قُل لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم ولا ادراکم بہٖ۔ اے رسُول کہدے۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ چاہتا۔ تو میں یہ تعلیم تم کو نہ سناتا۔ یعنی میں تو ہر کام اللہ تعالےٰ کے حکم سے کرتا ہوں۔ اور جب جب اور جو جو حکم آتا ہے۔ اس کی تعمیل کرتا ہوں۔ اسمیں میرا کیا قصور ہے۔ اناجیل سے ثابت ہے۔ کہ حضرت یحیٰؑ علیہ السّلام سے جب یہود نے پوچھا کہ کیا تو موعُود ایلیا ہے۔ تو آپ نے انکار فرما دیا۔ یوحنّا ۱/۲۱ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اُن کے حق میں صاف فرمایا تھا۔ کہ وہی ایلیاء ہیں۔ متی ۱۱/۱۴-۱۵ حضرت یحیٰؑ کا انکار یہود کی ٹھوکر کا موجب ہوا۔ مگر یہ سب واقعات اس حقیقت ثابتہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کے نبی کسقدر محتاط اور بے نفس ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب پہلی وحی ہوئی۔ تو حضوؐر نے فوراً اعلان نہ کر دیا۔ کہ میں نبی اور رسُول ہُوں۔ بلکہ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ حضوؐر نے گھر میں حضرت خدیجہؓ سے سب حالات بیان فرمائے۔ اور وہ آپکو ورقہ بن نوفل عیسائی کے پاس لے گئیں۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے سب سے پہلے کہا۔ ھذا الناموس الّذی انزل علیٰ موسیٰ (بخاری جلد اوّل صـ۳ مطبوعہ مصر) یہ تو فرشتہ جبریلؑ ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ پر شریعت لیکر آیا تھا۔ یعنی آپؐ بھی صاحبِ شریعت رسُول ہیں۔ درحقیقت اس سارے واقعہ میں بھی نہایت خوبصورت پیرایہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سادگی عیاں ہے۔ ورنہ کوئی کذّاب اور منصوبہ باز ہوتا۔ تو فی الفور اشتہار شروع کر دیتا۔ پھر اور دیکھیئے۔ آنحضرت صلعم سب انبیاء سے افضل تھے۔ مگر جب تک حضوؐر پر اسکی کامل تصریح نہ کر دی گئی۔ کبھی حضوؐر نے اپنی فضیلت کا اعلان نہ فرمایا۔ بظاہر یہ موٹی بات تھی۔ کہ ساری دُنیا کے لئے رسُول ہے۔ اور جسپر آیت قل یا ایھا النّاس انّی رسُول اللہ الیکم جمیعا (الاعراف مکیہ ع۲۰) نازل ہو چکی ہو۔ وہ بہر حال قومی اور ملکی رسُولوں سے افضل ہوگا۔ اور جو تا قیامت زندہ رسُول ہے۔ وُہ وقتی اور محدود عرصہ کے انبیاءؑ سے ممتاز ہوگا۔ مگر آپؐ نے عملاً جو کیا وہ یہ تھا۔ کہ جب ایک مسلم اور یہودی کا حضرت موسیٰؑ اور آپؐ کی فضیلت پر نزاع ہو گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ لا تخیروني علیٰ موسیٰ (مسلم جلد۲ فضائل موسیٰ صـ۲۱۱) یعنی حضرت موسیٰؑ پر مجھے فضیلت مت دو۔ پھر ایک اور روایت میں حضرت یونسؑ کے متعلق فرمایا۔ من قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب (ترمذی جلد۲ صـ۱۵۶) یعنی جو کہے کہ مَیں یونسؑ سے بہتر ہوں وہ کاذب ہے۔ لیکن جب بارگاہِ ایزدی سے آپؐ کی فضیلت کا کھلا کھلا اعلان کیا گیا۔ تو آپؐ نے بھی فرما دیا۔ انا سیّد ولد آدم ولا فخر۔

ہیں سب آدم زادوں کا سردار ہوں۔ کیا کوئی بیوقوف یہ سوال کر سکتا ہے۔ کہ پہلے آپ نے یونسؑ سے افضل ہونے سے انکار کیا ہے۔ اور اب سب نبیوں سے افضلیت کا دعویٰ ہے۔ تو اس میں تضاد ہے۔ کیونکہ دراصل نبی اپنی مرضی سے کچھ کہہ ہی نہیں سکتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے حضور پر تصریح نہ فرمائی۔ آپؐ اپنی انکساری کے ماتحت عدم افضلیت کا ذکر فرماتے رہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو افضل کہا۔ تو آپؐ نے بھی اعلان کر دیا۔

بعینہٖ یہی حال سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ نادان مخالف ان کی ترقیات کو ارتقائی کہکر ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل گردانتا ہے۔ چنانچہ لال حسین مکذب نے بھی یہی اعتراض کیا ہے۔ لکھتا ہے:۔ "مسئلہ ارتقا کے ماتحت ترقی کی" (ترک ص۹) حالانکہ یہ بات صداقت کی زبردست دلیل ہے۔ کہ جب تک وحی الٰہی نے کھول کر نہ بتا دیا۔ کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ آپ ان کی زندگی کا اعلان کرتے رہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس راز کو آپ پر کھول دیا۔ تو آپ نے صفائی سے اسکا اظہار فرمایا۔ اور یہ بات آپ کی سچائی کی دلیل ہے۔ ورنہ اگر آپؑ نے منصوبہ کیا ہوتا۔ تو کبھی بھی حضرت مسیحؑ کی زندگی کے متعلق اتنا زور نہ دیتے۔ چنانچہ جب حیاتِ مسیحؑ کے عقیدہ پر علماء نے اعتراض کیا۔ تو آپؑ نے تحریر فرمایا:۔

الف۔ "کیا کیا اعتراض بنا رکھے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں۔ کہ مسیح موعود کا دعویٰ کرنے سے پہلے براہین احمدیہ میں عیسےٰ علیہ السلام کے آنے کا اقرار موجود ہے۔ اَے نادانو!۔ اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے ہو۔ اس اقرار میں کہاں لکھا ہے۔ کہ یہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں۔ اور مجھے کب اس بات کا دعویٰ ہے۔ کہ میں عالم الغیب ہوں۔ جبتک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی! اور بار بار نہ سمجھایا۔ کہ تو مسیح موعود ہے۔ اور عیسےٰ فوت ہو گیا ہے۔ تب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا۔ جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے۔ اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیحؑ کے دوبارہ آنیکی نسبت براہین میں لکھا۔ جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھول دی۔ تو میں اس عقیدہ سے باز آ گیا۔ میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل میں محیط ہو گیا۔ اور مجھے نور سے بھر دیا۔ اس رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا"۔ (اعجاز احمدی ص۶)

(ب) "چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا۔ اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے۔ اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی۔ اور اپنا اعتقاد وہی رکھا۔ جو عام مسلمانوں کا تھا۔ اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اسکے اس بارہ میں بارش کیطرح وحی الٰہی نازل ہوئی۔ کہ وہ مسیح موعود جو آنیوالا تھا۔ تو ہی ہے

اور ساتھ اُس کے صدہا نشان ظہور میں آئے۔ اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے۔ کہ آخری زمانہ میں مسیح آنیوالا میں ہی ہوں۔ ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا۔ جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھدیا تھا۔ اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا۔ تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا۔ کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا۔" (حقیقۃ الوحی صـ۱۴۹)

پھر فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے۔ نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں۔ یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں۔ خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اس پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے:- قل اجرّد نفسی من ضروب الخطاب یعنی ان کو کہدے۔ کہ میرا تو یہ حال ہے۔ کہ میں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے۔ اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فضل ہے۔ میرا اس میں دخل نہیں۔ میرے لئے یہ کافی تھا۔ کہ وہ میرے پر خوش ہو۔ اسباب کی ہر گز تمنّا نہ تھی۔ میں پوشیدگی کے حجرہ میں تھا۔ اور کوئی مجھے نہیں جانتا تھا۔ اور نہ مجھے یہ خواہش تھی۔ کہ کوئی مجھے شناخت کرے۔ اُس نے گوشۂ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا۔ میں نے چاہا کہ میں پوشیدہ رہوں۔ اور پوشیدہ مروں۔ مگر اس نے کہا کہ میں تجھے تمام دنیا میں عزّت کے ساتھ شہرت دونگا۔ پس یہ اُس خدا سے پوچھو۔ کہ ایسا تو نے کیوں کیا۔" (حقیقۃ الوحی صـ۱۴۸و۱۴۹)

آپ نے بیشک نبوّت کا دعویٰ فرمایا۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں تھے۔ کہ شریعت اسلامیہ منسوخ اور حضرت مرزا صاحب کسی نئے مذہب کے جاری کرنیوالے ہیں۔ بلکہ آپ ہی کے الفاظ میں یوں ہے۔ کہ

"چونکہ میرے نزدیک نبی اُسکو کہتے ہیں۔ جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے۔"

(ترک صـ۳۷ بحوالہ تجلیات الٰہیہ صـ۲۶)

غرض مقام نبوّت غیر تشریعی آپ کے دعاوی کا آخری مقام ہے۔ لیکن معاند اور مخالف نہایت بیباکی اور دشمنی اور جہالت کے ساتھ اہل دنیا کو متنفّر کرنے کے لئے طرح طرح کے الزامات اور اتہامات لگاتے ہیں۔ چنانچہ سائیں لال حسین نے بھی وہی وطیرہ اختیار کیا ہے طرح طرح

کے الزامات اور دعاوی حضور کیطرف منسوب کئے ہیں۔ اس کا سب سے پہلا اعتراض حضور کے ایک الہام پر ہے۔ جس کی بابت وہ لکھتا ہے:۔

"تو خود خدا ہونے کا اعلان کر کے نئے زمین و آسمان پیدا کرنے کے بعد تخلیق بنی نوع انسان کا دعویٰ کر دیا۔ آخری میدان یہ مارا۔ کہ اپنے پیدا ہونے والے بیٹے کی مثال اللہ تعالیٰ سے دی اور لکھدیا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ یعنے میرا ہونیوالا بیٹا گرامی و ارجمند ہو گا۔ اوّل و آخر کا مظہر ہوگا۔ اور وہ حق اور غلبہ کا مظہر ہو گا۔ گویا خدا آسمان سے اتریگا" (ترک ص۹ بحوالہ البشریٰ جلد ۲۔ ص ۲۱ و ۱۲۴) گویا معترض یہ ظاہر کرنا۔ اور مخلوقِ خدا کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہام میں موعود لڑکے کو خدا ٹھیرا دیا گیا ہے۔ حالانکہ ادنیٰ تدبّر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اس جگہ مشابہت نزول وظہور میں ہے نہ کہ ذات میں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں فرماتے ہیں:۔

"مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء" جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اسمیں اپنی روح ڈالینگے۔ اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھیگا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اس سے برکت پائینگی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کیطرف اٹھایا جائیگا۔ وکان امراً مقضیاً"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۶)

اس ایک ہی حوالہ سے سائیں لال حسین کا اعتراض باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کسی کلام کی خلاف منشاء متکلم یا ملہم تفسیر کرنا ناجائز ہے۔ جبکہ خود سائیں مکذب نے اقرار کیا ہے۔ "کہ اسوقت ہم اپنی طرف سے ان اقوال پر زیادہ جرح و تنقید نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ مرزا صاحب کے دعاوی اور عقائد اُنہیں کے الفاظ میں ناظرین تک پہنچا دیتے ہیں" (ترک ص۹) تو پھر کیوں اس الہام کے متعلق غلط تاویل کر کے نجاست پر منہ مارا کہ "اپنے پیدا ہونیوالے بیٹے کی مثال اللہ تعالیٰ سے دی" پھر دیکھیے کس وضاحت سے حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔ "مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء یظہر بظہورہٖ جلال رب العالمین یأتیک نور ممسوح بعطر الرحمٰن"۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۷۶) ترجمہ:۔ وہ صداقت اور بلندی کا مظہر ہو گا۔ اس کے ظہور سے ربّ العالمین کے جلال کا ظہور ہو گا۔ وہ ایک نور ہے۔ خدا کے عطر سے ممسوح ہو کر تیرے

پاس آئیگا۔ پھر حضور مزید توضیح فرماتے ہیں ”اِنّا نبشرک بغلام مظہر الحقّ والعلیٰ کان اللہ نزل من السّمآء“ ترجمہ:۔ ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں۔ جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا۔ گویا آسمان سے خدا اُتریگا“ (حقیقۃ الوحی صہ ۹۵) اس بات کے حل ہو جانے کے بعد کہ مشابہت ذات میں نہیں۔ بلکہ بلحاظ نزول و ظہور ہے۔ ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ جس طرح ”ایّام اللہ“ (خدا کے دن) سے خدا کی نعمتیں اور عذاب مراد ہوتے ہیں۔ دیکھو آیت ذکّرھم بایّام اللہ (ابراہیم ع۱) اُسی طرح اس کے نزول اور ظہور کو رحمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی اللہ کے نزول کے معنے اُس کی رحمت اور فضل کا نزول ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ذاتِ برحق نزول و صعود اور حرکت سے بالا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں نبی کریمؐ فرماتے ہیں:۔ ”ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السّمآء الدنیا حتّٰی یبقٰی ثلث اللّیل الی اٰخر الحدیث“ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ صہ ۱۰۹) یعنے ہر شب ہمارا خدا دنیا کے آسمان پر نزول فرماتا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں تمام اکابر متفق ہیں کہ ”نزول الرب“ سے مراد اس کے فضل کا نزول ہے۔ چنانچہ لمعات میں لکھا ہے:۔

”النزول والھبوط والصعود والحرکات من صفات الاجسام واللہ تعالیٰ متعال عنہ والمراد نزول الرحمۃ وقربہ تعالیٰ بانزال الرحمۃ وافاضۃ الانوار واجابۃ الدعوات واعطآء المسائل ومغفرۃ الذنوب“ (حاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی صہ ۱۰۹) پھر مؤطا امام مالک کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے:۔ ”قولہٗ ینزل ربنا ای نزول رحمۃ ومزید لطف واجابۃ دعوۃ وقبول معذرۃ کما ھو دیدن الملوک الکرمآء والسّادۃ الرحمآء اذا نزلوا بقرب قوم محتاجین ملھوفین لا نزول حرکۃ وانتقال لاستحالۃ ذالک علیہ سبحانہٗ رباب ما جآئی فی ذکر اللہ صہ ۷۴“

غرض نزولِ الٰہی سے مراد اس کی برکات اور فیوض کا نزول شرع کا ایک عام محاورہ ہے۔ اب الہام کا مفہوم یُوں ہو جائیگا۔ کہ وُہ لڑکا بلند اقبال ہوگا۔ اُس کے آنے کے ساتھ خدا کا فضل اور اس کی برکات آئینگی۔ فلا اعتراض جب انسان مقام فنا پر پہنچ جاتا ہے۔ تو اُس کا فعل خدا کا فعل متصوّر ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کے لوگ درحقیقت اس کے حکم کے بغیر نہیں بولتے۔ اور نہ اس کے حکم کے بدوں حرکت کرتے ہیں۔ اس واقعیت کیطرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ایک اور طریق

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ❊ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اس طریق پر اس الہام کے معنے یہ ہونگے۔ کہ وُہ فرزند نہایت نیک اور کلیتہً رضاءِ الٰہی کا پابند

ہوگا۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (انفال ع ۲) اے صحابہؓ ان کفار کو تم نے نہیں قتل کیا۔ بلکہ اللہ نے قتل کیا ہے۔ اور اے رسول تو نے کنکر نہیں پھینکے۔ بلکہ اللہ نے پھینکے ہیں۔ یعنے چونکہ تم خدا کا آلہ بن گئے۔ اسلئے تمہارا فعل خدا کا فعل ہے۔ اس مجاز کے مطابق کسی نیک انسان کا آنا خدا کا آنا کہلاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو توراۃ نے بایں الفاظ خدا کی آمد قرار دیا ہے۔ "خدا سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اُس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی (استثناء ۳۳/۲)

پس اندریں صورت کان اللہ نزل من السماء کے معنے بالکل صاف ہیں۔ اور اس سے بیٹے کو خدا بنانے کا ثبوت نکالنا مذہب اور زبان عربی کے ساتھ بدترین مذاق ہے۔ اسی الہام کی تشریح میں حضور فرماتے ہیں:۔

۵ بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کرونگا دُور اُس ماہ سے اندھیرا دکھاؤنگا کہ اک عالم کو پھیرا

سو ہم گواہ ہیں۔ کہ خدا کا یہ وعدہ پورا ہوگیا۔ اور سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ذریعہ آسمانی فیوض وبرکات کا واضح ظہور ہو رہا ہے۔ جس کا اپنے اور بیگانے اقرار کر رہے ہیں :۔

مرتد کا یہ کہنا کہ اسلام اور "مرزا صاحب قادیانی کے عقاید میں بعد المشرقین ہے" (ترکٔ ص۹ سطر اوّل) باطل ہوگیا۔ اور یہ بدیہی طور پر ثابت ہوگیا۔ کہ شریع اسلامیہ اور بزرگان سلف کے مطابق ہی آپؑ نے اپنے الہامات کی توضیح فرمائی ہے۔ اور اُن میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اسلام کے خلاف ہو۔ اسکے بعد معترض نے حضورؑ کے دعاوی کو نمبروار پیش کیا ہے۔ لیکن "مرتد" کو انتخاب مضامین میں کمال دھوکہ ہوا ہے۔ اور آپؑ کے دعاوی کو "عقاید باطلہ" بتلا رہا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اس عنوان کے ماتحت حضورؑ کے عقاید جو ہستی باری تعالےٰ رسالت نبی کریمؐ۔ احکامات اسلام۔ بنائے اسلام۔ کلمہ۔ قبلہ کے متعلق تھے لکھتا۔ اور لوگوں پر ظاہر کرتا۔ کہ دیکھو مرزا صاحب نے نیا کلمہ نیا قبلہ مقرر کیا ہے۔ لیکن اس نے کمال جہالت

ؔ ترک سے مراد رسالہ "ترک مرزائیت" مصنفہ لال حسین مرتد ہے۔ آئندہ کیلئے یاد رکھیں۔ مؤلف۔

کے ساتھ اس فصل میں عقائد کو پیش کر کے مضمون دعاوی اور تنوع دعاوی کو لکھا ہے
اسلئے ہم مجبور ہیں کہ عقائد کے لئے دوسری فصل مقرر کریں۔ انشاء اللہ اُسکے اعتراضات کا نمبروار
جواب دیں گے۔ اور اسی فصل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد صحیحہ تحریر کرینگے۔

تنوع دعاوی

معترض نے الہام مظہر الحق والعلا پر اعتراض کرنے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے
دعاوی کو پیش کیا ہے۔ یعنی میں محدّث ہوں (۲) مجدّد ہوں (۳) اور مہدی ہوں (۴)
اور مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمدؐ کا مصداق ہوں"۔ ہمیں ان ہر چار امور سے
اتفاق ہے۔ مجددیّت۔ محدثیت۔ مہدویّت اور آیت مذکورہ کا مصداق ہونا۔ مسیحیّت اور نبوّت کے
دعویٰ کا وجود درست ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے۔ مگر کیا معلوم ان حقیقت ناشناس لوگوں کو اسمیں
کونسی اچنبھی بات نظر آتی ہے۔ اگر تنوعِ دعویٰ باعث اعتراض ہے۔ تو لیجئے سنئے۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم محمدؐ۔ احمدؐ۔ الماحی۔ الحاشر اور پھر مثیل موسیٰ "وہ نبی"۔ فارقلیط ہیں۔ بلکہ
لکھا ہے۔ للہ سبحانہٗ تعالیٰ الف اسم ولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم الف اسم بعضہا
فی القراٰن والحدیث وبعضہا فی الکتب القدیمۃ۔ اللہ تعالیٰ کے ہزار نام ہیں۔ اور آنحضرتؐ
کے بھی ہزار نام ہیں۔ جن میں سے بعض قرآن مجید اور احادیث میں ہیں۔ اور باقی دیگر کتب مقدسہ
قدیمہ یعنے توراتِ انجیل وغیرہ میں"۔ (زرقانی شرح مؤطا جلد ۴ ص ۲۴۸)

جواب دوم آنحضور کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں عبد۔ نبی۔ رسُول۔ خاتم النبیینؐ۔ طہٰ۔ یٰسین۔
مزمّل۔ مدثر۔ نذیر۔ بشیر۔ سراج منیر۔ رحمۃ للعٰلمین فرمایا ہے۔ تو کیا سائیں لال حسین جی!
آپ اس بناء پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار کر دینگے۔ یاد رکھو حضرت محمد مصطفٰے
صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ اور جو معیار صداقت آپکے لئے ہے۔ ہم اسی معیار
مقررہ پر سیدنا مسیح موعودؑ کی صداقت کو پرکھیں گے۔ حضرت مرزا صاحبؑ موعود امم تھے،
سب قومیں موعود آخر الزمان کی منتظر تھیں۔ کوئی زمین پر نگاہ رکھتا تھا۔ اور کوئی آسمان کیطرف
ٹکٹکی باندھے بیٹھا تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے حسب سُنّتِ الٰہی دعویٰ فرمایا۔ کہ میں
سب قوموں کا موعود ہُوں۔ میں مسیحیوں کا موعود ہوں۔ اسلئے مسیح بھی ہوں۔ "مسلمانوں کیلئے
واجب التسلیم ہوں۔ اس نسبت سے میرا نام مہدی ہے۔ پس یہ تنوع قابل اعتراض نہیں۔
بلکہ ایسا ہونا ضروری تھا۔ تاکہ اسلام کی افضلیّت اور آنحضرت صلعم کی اکملیّت پر ایک اور مہر
تصدیق ثبت ہو جاوے۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعہما

الّا اتباعی (تفسیر فتح البیان جلد ۲ صـ۲۴۶) ترجمہ:- اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو میری پیروی کے بغیر انہیں چارہ نہ تھا" اس حدیث میں آنحضورؐ نے ایک طرف وفاتِ مسیح کا اعلان فرمایا ہے۔ اور دوسری طرف اپنی شان کا اظہار فرمایا۔ کہ میری اتباع سے موسیٰ اور عیسیٰ ایسے اولوالعزم نبی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اب اگر کوئی بھی اُمتی مقامِ موسویؑ اور عیسویؑ کا وارث نہ ہو۔ تو یہودی اور عیسائی کہہ سکتے ہیں۔ کہ (نعوذ باللہ) آنحضرتؐ کا یہ فرمانا کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے۔ تو میرے تابع ہوتے۔ دعویٰ بلا ثبوت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے "مختلف" دعاوی موسیٰ۔ عیسیٰ۔ کرشن وغیرہ اس بات کا ثبوت ہیں۔ کہ بلاشبہ آنحضرت صلعم کا مندرجہ بالا ارشاد برحق ہے۔ اور آپؐ کی قوّتِ قدسیہ موسویت اور مسیحیت کیا بلکہ تمام گذشتہ انبیاء کے کمالات کا وارث کر دیتی ہے۔ پس حضرتِ مرزا صاحب کے یہ دعاوی ہرگز ہرگز قابلِ اعتراض نہیں۔ آپؑ نے جو دعویٰ کیا اور جب بھی کیا خدا کے حکم سے کیا۔ آپ خود فرماتے ہیں "قل اُجرّدُ نفسی من ضروب الخطاب" پس مرزا لال حسین کا اعتراض باطل ہے ؎

دعویٰ مظہریّت انبیاء

معترض نے دعویٰ ۱۲ سے ۱۳ تک یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ آپؑ سب نبیوں کے برابر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن وُہ خود ہی ایک دعویٰ کو پیش کر کے اسکی ایسی تشریح کرتا ہے۔ جس کے ساتھ ہمارا اتفاق ہے۔ لیکن بڑی چالاکی اس نے یہ کی ہے۔ کہ وُہ ان دعاوی کو نبیوں پر افضلیّت قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ۱۲ میں اسمہٗ احمدؐ کا مصداق حضور کو قرار دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ازالہ اوہام صـ۶۷۳ کا حوالہ پیش کرتا ہے:- "اور اس آنیوالے کا نام جو احمدؐ رکھا گیا ہے۔ وُہ بھی اس کے مثیل ہونے کیطرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمدؐ جلالی نام ہے۔ اور احمدؐ جمالی۔ اور احمدؐ اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رُو سے ایک ہی ہیں۔ اُسی کیطرف یہ اشارہ ہے۔ ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمدؐ مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فقط احمدؐ ہی نہیں بلکہ محمدؐ بھی ہیں۔ یعنے جامع جلال وجمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرّد احمدؐ جو اپنے اندر حقیقتِ عیسویّت رکھتا ہے۔ بھیجا گیا۔" (ترک صـ۱۰)

معلوم نہیں۔ کہ "مرتد دھرم کوٹی" کو اس میں کونسا پیچ نظر آیا۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحبؑ نے لکھدیا ہے۔ کہ آنیوالے کا نام جو احمدؐ رکھا گیا۔ وُہ بھی اسکے مثیل ہونے کیطرف اشارہ ہے۔ لیکن معترض لکھتا ہے:۔ کہ "ان الفاظ کے لکھنے سے صرف یہ مقصد نظر آتا ہے۔ کہ اگر ابتداء میں ہی

صاف طور پر لکھدیا کہ آنحضرت صلعم احمدؐ نہیں تھے۔ تو عامۃ المسلمین متنفر ہوجائینگے۔" (ترک ص۱)
ناظرین کرام! انصاف کیجئے۔ کیا آپ حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت میں کوئی فقرہ نظر آتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم احمدؐ نہیں تھے۔ ہر وہ شخص جو اپنے اندر ایمان رکھتا ہے۔ اس حوالہ سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا۔ آپؑ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ دراصل حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم محمدؐ اور احمدؐ ہیں۔ اور میں وُہ موعود احمدؐ ہوں۔ جو محمدؐ کا مثیل ہوں۔ اُن جملہ صفات اور خصائل کے لحاظ سے جو احمدی جلال کے لئے مقدّر تھے۔ حضرت نبی کریم صلعم اس احمدؐ کے مصداق ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں بر طبق پیشگوئی اسمِ ذات اور مماثلت نامہ جلالیہ حضرت مسیح موعود مصداق ہیں۔ فلا اعتراض۔

(۵) ؎ منم مسیح زمان و منم کلیم خدا ∴ منم محمدؐ و احمدؐ کہ مجتبےٰ باشد"
(ترجمہ) میں مسیح زمان ہوں کلیم خدا ہوں۔ میں محمدؐ ہوں میں احمدؐ مجتبیٰ ہوں ؛
(تریاق القلوب ص۳ ترک ص۱ بحوالہ تریاق)

اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ کیونکہ مرتد نے اس کی تشریح ص۱۱ میں خود پیش کر دی ہے، عجیب رنگ کا آدمی ہے۔ خود ہی اعتراض پیش کرتا ہے۔ اور خود ہی اس کا جواب مہیا کر دیتا ہے۔ چنانچہ یہ تشریح پیش کرتا ہے :-

(۶) خدا تعالےٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھیرایا ہے۔ اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدم ہوں۔ میں شیث ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں۔ میں اسمٰعیل ہوں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلّی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں" (ترک ص۱۱ بحوالہ حاشیہ حقیقۃ الوحی ص۷۲)

(۷) دُنیا میں کوئی نبی نہیں گذرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے۔ میں آدم ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں۔ میں یعقوب ہوں۔ میں اسمٰعیل ہوں۔ میں موسیٰ ہوں۔ میں داؤد ہوں۔ میں عیسیٰ ابن مریم ہوں۔ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوں۔ یعنی بروزی طور پر۔ جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دئے۔ اور میری نسبت جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء فرمایا۔ یعنی خدا کا رسُول نبیوں کے پیرایوں میں سو ضرور ہے۔ کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے۔ اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ ظہور ہو۔" (ترک ص۱۱ بحوالہ تتمہ حقیقۃ الوحی ص۸۴)

(۸) سو میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں ۔ نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار
(ترک صلا بحوالہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

ان ہر چار دعاوی کو نقل کر کے مرتد لکھتا ہے :-

"حوالجات بالا سے روز روشن کیطرح ظاہر ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب نے کس دیدہ دلیری سے تمام انبیار علیہم السلام کے نام اپنی طرف منسوب کئے ہیں۔ اور دعویٰ کیا ہے۔ کہ ہر نبی کی شان مجھ میں پائی جاتی ہے۔ گویا تمام انبیاء کے مقابل پر اپنے آپکو پیش کیا ہے۔ کہ فرداً فرداً ہر نبی کو اللہ تعالےٰ کیطرف سے جو جو کمال عطا کئے گئے تھے۔ مجموعی طور پر وہ سارے کے سارے کمالات مجھ مرزا کو دئے گئے ہیں" (ترک صلا)

پہلا جواب تو یہ ہے۔ کہ ملا میں خود تم تسلیم کر چکے ہو۔ کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیار علیہم السلام کا مظہر ٹھیرایا ہے۔ پس انبیار کا مظہر ہونا کوئی عیب نہیں۔ بلکہ صوفیائے کرام کے دعاوی سے ثابت ہے۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ اپنے آپ کو تمام انبیار کا مظہر قرار دیتے ہیں ۔

(ب) ملا میں حضرت مسیح موعودؑ کا یہ لکھنا کہ ہر ایک نبی کی صفت کا میرے ذریعہ ظہور ہوا۔ "لال مرتد" کے فقرہ مجموعی طور پر وہ سارے کے سارے کمالات مجھ مرزا کو دئے گئے ہیں" کو باطل کر دیتا ہے ۔

(ج) حضرت مسیح موعودؑ کا جب یہ دعویٰ ہے۔ کہ میں ظلی طور پر محمدؐ ہوں اور احمدؐ ہوں۔ اور بروزی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو ظاہر ہے۔ کہ جس طرح نبی کریم صلعم میں تمام انبیاء کے کمالات پائے جاتے تھے۔ اسی طرح اسکے بروز میں بھی وہ صفات پائی جانی چاہئیں ۔

(د) لال حسین کے والد نے جب مرتد کا نام لال حسین رکھا۔ تو شاید اسوقت انہیں معلوم نہ ہو گا۔ کہ یہ "لال" وہ "حسین" نہیں۔ جب ایک پاکبازوں کے امام کا نام تمہارے نام میں داخل کر دیا گیا ہے۔ تو تمہارا کیا حق ہے۔ کہ تم یہ اعتراض کرو۔ کہ مرزا صاحب نے تمام نبیوں کے نام اپنی طرف منسوب کئے۔ تمہارے باپ کے نام رکھنے سے تم "لال حسین" ہو گئے۔ تو کیا اللہ تعالےٰ کے نام رکھنے سے مرزا صاحبؑ ابراہیم۔ موسیٰ عیسےٰ نہیں ہو سکتے ۔

(ہ) جب تمہارے دھرم کوٹ کے ایسے غیرے نتھو خیرے کے نام محمدؐ۔ احمدؐ۔ ابراہیمؑ۔ حسین۔ علی بلائے جاتے ہیں۔ اسوقت انبیار کی ہتک نہیں ہوتی۔ اور اگر خدا حضرت مرزا صاحب

کو ان ناموں سے بلائے۔ تو انبیاء علیہم السلام کی کسر شان ہو جاتی ہے؟ اور یہ بھی لال حسین کو یاد ہو گا۔ کہ جب بلانیوالے آپکو "حسینا حسینا" کر کے بلایا کرتے تھے۔ تو کیا اُن کے تصوّر میں لال کے بعد یہ حسین تھا یا وہ "حسین" ؎ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

دوسرا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود ان دعاوی کی تشریح فرماتے ہیں:-
"حقیقی طور پر کوئی... نبی بھی آنحضرتؐ کے کمالات قدسیہ[له] سے شریک و مساوی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں۔ چہ جائیکہ کسی اور کو...... بعض افراد امت محمدیہ جو کمال عاجزی اور تذلّل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کرتے ہیں۔ اور خاکساری کو آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گذرے ہوتے ہیں۔ خدا انکو فانی اور ایک مصفّا شیشہ کی طرح پا کر اپنے رسول مقبول کی برکتیں اُن کے وجود بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے۔ اور جو کچھ منجانب اللہ انکی تعریف کیجاتی ہے۔ یا کچھ آثار اور برکات و آیات اُن سے ظہور پذیر ہوتے ہیں حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریمؐ ہی ہوتا ہے۔ اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں۔ اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے۔ مگر چونکہ متبع سنن آں سرور کائناتؐ کا اپنی غایت اتباع کی جہالت سے اس شخص نورانی کے لئے کہ وجود باجود حضرت نبیؐ ہے مثل ظلّ کے ٹھہر جاتا ہے۔ اسلئے جو کچھ اس شخص مقدس میں انوار الٰہیہ پیدا اور ہویدا ہیں۔ اسکے اس ظل میں بھی نمایاں اور ظاہر ہوتے ہیں۔ اور سایہ میں اس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اُسکی اصل میں ہے۔ ایک ایسا امر ہے کہ جو کسی پر پوشیدہ نہیں ہاں سایہ اپنی ذات میں قائم نہیں اور حقیقی طور پر کوئی فضیلت اُس میں موجود نہیں۔ بلکہ جو کچھ اُسمیں موجود ہے۔ وہ اُس کے شخص اصلی کی تصویر ہے۔ جو اُسمیں نمودار اور نمایاں ہے۔" (براہین احمدیہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۳) فلا اعتراض

مسئلہ فضیلت نمبر ۹ سے نمبر ۱۲ تک جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ اُنمیں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں۔ جس سے مرزا صاحب کا دعویٰ فضیلت مُستنبط ہو۔ لیکن مرتد وہم کوئی محض دھوکہ دینے کے لئے لکھتا ہے:-
کہ "مرزا صاحب کے تمام انبیاء پر فضیلت کلی کا مدعی ہونے میں کونسی کسر باقی رہ گئی ہے"۔

له آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۸۵ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم "افضل من کل من یاتی و خلد ہیں" منہ (فاروقی)

اسی کو بددیانتی کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ اشعار مندرجہ ذیل ہیں:-

(۹) ؎ آدمم نیز احمدِ مختار ✤ در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ دادست ہر نبی را جام ✤ داد آں جام را مرا بتمام
(نزک ص۱۲ بحوالہ درثمین فارسی ص۱۶۳)

(ترجمہ) میں آدم ہوں۔ نیز احمدؐ مختار ہوں۔ تمام نیکوں کے لباس میں ہوں۔ خدا نے جو پیالے ہر نبی کو دئے ہیں۔ ان تمام پیالہ کا مجموعہ مجھے دے دیا ہے۔"

(۱۰) ؎ انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ✤ من بعرفان نہ کمترم زکسے
(نزک ص۱۲ بحوالہ درثمین فارسی ص۱۶۳)

(ترجمہ) اگرچہ دنیا میں بہت سے نبی ہوئے ہیں۔ میں عرفان میں اُن نبیوں میں سے کسی سے کم نہیں ہوں"۔

(۱۱) ؎ زندہ شد ہر نبی بآمدنم ✤ ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم (نزک ص۱۲ بحوالہ درثمین فارسی ص۱۶۵)

(ترجمہ) میری آمد کی وجہ سے ہر نبی زندہ ہو گیا۔ ہر رسول میرے پیراہن میں نہاں ہے"۔

(۱۲) اس زمانہ میں خدا نے چاہا۔ کہ جسقدر راستباز اور مقدس نبی گذر چکے ہیں۔ ایک ہی شخص کے وجود میں اُن کے نمونے ظاہر کئے جائیں۔ سو وُہ میں ہوں"۔ (نزک ص۱۲ بحوالہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۰)

(۱۳) ؎ روضۂ آدم کہ تھا وُہ نامکمل اب تلک ✤ میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار
(نزک ص۱۳ بحوالہ درثمین اردو ص۱۱۲)

ناظرین کرام پر یہ امر واضح ہو گیا ہو گا۔ کہ ان اشعار میں وہی دعویٰ ہے۔ جو ہم نے عنوان مظہریت انبیاء میں تشریحاً لکھا ہے۔ ان اشعار کی تشریح حضور کیطرف سے ص۱۲ میں موجود ہے۔ کہ دنیا میں جسقدر نبی گذرے ہیں۔ اُن تمام نبیوں کے نمونے مجھے دئے گئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:
"میری نسبت براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں یہ بھی فرمایا جری اللہ فی حلل الانبیاء یعنی رسُول خدا تمام گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے پیرایوں میں اس وحی الٰہی کا مطلب یہ ہے۔ کہ آدم سے لیکر آخیر تک جسقدر انبیاء علیہم السلام خدا کیطرف سے دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ اسرائیلی ہوں۔ یا غیر اسرائیلی ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو حصہ دیا گیا ہے" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۸۹) پھر فرماتے ہیں:- "یہ فقرہ جری اللہ فی حلل الانبیاء بہت تفصیل کے لائق ہے۔ جسکا یہ پنجم حصہ براہین احمدیہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ صرف اس قدر اجمالاً کافی ہے۔ کہ ہر ایک گذشتہ نبی کی عادت اور خاصیت اور واقعات میں سے کچھ مجھ میں ہے۔ اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے

گذشتہ نبیوں کے ساتھ رنگارنگ طریقوں سے نصرت اور تائید کے معاملات کیئے ہیں۔ ان معاملات کی نظیر بھی میرے ساتھ ظاہر کیگئی ہے۔ اور کیجائیگی۔ زمانہ اپنے اندر ایک گردش دوری رکھتا ہے۔ اور نیک ہوں یا بد ہوں۔ برابر دنیا میں ان کی امثال پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں خدا نے چاہا۔ کہ جسقدر نیک اور راستباز مقدس نبی گذر چکے ہیں۔ ایک ہی شخص کے وجود میں اُن کے نمونے ظاہر کئے جائیں۔ سو وہ میں ہوں"۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۰)

عبارت صاف ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کا مدعا ظاہر۔ اگر لفظ "نمونہ" سے جو حضرت مرزا صاحبؑ کی عبارت میں آیا ہے کسی کو کوئی اعتراض ہو۔ تو اُسے چاہیئے کہ رسالہ صراطِ مستقیم مصنفہ مولوی محمدؒ اسمٰعیل صاحب شہید کا صفحہ ۱۲ دیکھے۔ کہ اُس میں نفسِ کامل کو نمونہ حق سبحانہٗ ٹھیرایا ہے۔ چنانچہ عبارت یہ ہے :-

"اگر از نفسِ کاملہ کہ اشرف موجودات و نمونہ حضرت ذات است آواز اناالحق برآید محل تعجب نیست" (صراط مستقیم ؟) پس جب نمونہ حضرت حق سبحانہٗ کہنے پر اعتراض نہیں۔ تو نمونہ انبیاء ہونے پر کیونکر اعتراض ہو سکتا ہے۔ علماء اہل سنت نے تو اُسکو بھی بُرا نہیں کہا جس نے یہ کہا کہ "آدم سے لیکر محمد صلعم تک سب کو میرے طائر کے نیچے کیا ہے"۔ اور جس نے یہ کہا ہے۔ کہ "میرے جیسا نہ کوئی آسمانوں میں پاؤ گے اور نہ ہی میری صفت کا کسی کو زمین میں دیکھو گے" اور جس نے کہا کہ "میں وقت کا خدا ہوں۔ میں وقت کا مصطفٰے ہوں"۔ (تذکرۃ الاولیاء مصنفہ شیخ فرید الدین عطار صفحہ ۵۶۳ و ۱۵۴ و ۵۰۰) بلکہ اہل سنت کے تمام علما متقدمین و متاخرین نے باوجود ان کلمات کے ان لوگوں کو صاحب ولایت مانا ہے۔ تو پھر مرزا صاحب پر جنہوں نے اپنی عبارت میں وہی تحریر فرمایا ہے۔ جو سید عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب فتوح الغیب مقالہ رابعہ صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے :- فحینئذٍ تکون وارث کل رسولٍ و نبیٍ و صدیق"۔ یعنے انسان ترقی کرتے کرتے ہر ایک رسول اور نبی اور صدیق کا وارث ہو جاتا ہے۔ کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔

الغرض ان اشعار سے جو بات مرتد دھرم کوٹی نے حضرت مسیح موعودؑ کیطرف منسوب کی ہے۔ وہ محض دھوکا ہے۔ ورنہ درحقیقت حضورؑ کا وہی دعویٰ ہے۔ جو علمائے اہلسنت کے اولیائے کرام و صوفیائے عظام نے کیا۔ فلا اشکال فیہ ؛

ضروری یادداشت	چونکہ اس رسالہ میں "مرتد دھرم کوٹی" نے "لاہوری احمدیوں" کو مخاطب کیا ہے۔ اسلیئے اس نے حجت کے طور پر بعض مقامات پر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایسے دعاوی پیش کئے ہیں۔ جو فی زمانہ غیر مبایعین کے مسلّمات میں سے نہیں۔ اور پہلے کسی زمانہ میں تھے۔ لیکن اب محض مصلحت وقت کو مدنظر رکھکر وُہ دبی زبان سے "احتیاطی جمعہ" کیطرح مانتے ہیں۔ جیساکہ مرتد نے نمبر ۱۲ کے بعد اُن سے خطاب کیا ہے۔ اور مُرتد نے "لاہوریوں" پر یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ حضرت سیدنا مسیح موعودؑ غیر تشریعی یا بروزی نبی تھے۔ پس یاد رہے کہ جس جس مقام پر اُس نے اثبات دعویٰ نبوت پر لاہوری جماعت کو مخاطب کیا ہے۔ وُہ ہمارے مسلّمات میں سے ہے۔ اس صورت میں ہماری طرف سے یہی جواب ہوسکتا ہے۔ کہ حق برزبان جاری۔

لیکن باوجود اس بات کے کہ وُہ لاہوریوں کے خلاف "عقیدۂ نبوت" کی دلیل دینا چاہتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے صاف بیانات ہوتے ہوئے بددیانتی کرتا ہے۔ اور دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ انبیاء علیہم السلام پر کلّی فضیلت رکھنے کے مدعی تھے۔ سو اس وہم کا ازالہ ہم نے کافی طور پر کردیا ہے ؛

الہامات پر اعتراض

نمبر ۱۳ کے بعد مرتد نے جو "روضۂ آدم" کی تشریح کی ہے۔ اُسمیں بہت بڑے افترا سے کام لیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے :-

"اس شعر میں مرزا صاحب کس بلند آہنگی سے اعلان کررہے ہیں۔ کہ تہذیب شرافت تمدن اور معاشرت انسانی کا جو باغ حضرت آدم علیہ السلام نے لگایا تھا۔ وُہ اب تک ادھورا اور نامکمل تھا۔" (ترک ص ۱۳۰)

پہلا جواب

یہ ہے۔ کہ "روضۂ آدم" سے حضرت آدم کا باغ مراد لینا غلطی ہے۔ بلکہ آدم بمعنے آدمی آیا ہے۔ یعنے انسانی روحانیت کا باغ جو ابھی تک اپنی ذہنیت کیوجہ سے نامکمل تھا۔ اس زمانہ میں باوجود علوم جدیدہ کے اسکے اندر "برگ و بار" کی کمی تھی۔ اس کی تکمیل میری بعثت پر منحصر تھی۔ اور یہ بعثت کونسی بعثت اور کس کی بعثت ہے۔ حضرت محمد مصطفٰے کی "بعثت ثانیہ" فلا اعتراض

دُوسرا جواب

اگر بالفرض روضۂ آدم سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کا باغ بھی لے لیا جائے۔ تو اس صورت میں بھی کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ حضرت محمد مصطفٰے صلعم کے آنے سے ہی حضرت آدم کا باغ مکمل ہوا ہے۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت اُولیٰ اور ثانیہ کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ اسلئے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو دعویٰ

بھی حضرت مسیح موعودؑ نے کیا۔ وہ دعویٰ حقیقت میں حضرت محمد صلعم کا ہے۔ خواہ وہ مظہریت انبیاء کا ہو یا تکمیل روضۂ آدم کا۔

پھر نمبر ۱۴ دجو کہ حضور کا الہام ہے، کی اس کے ساتھ ہی یہ تشریح کرتا ہے :۔

"اور جب تک میں نہیں آیا تھا۔ دنیا نامکمل تھی۔ اگر میں پیدا نہ ہوتا۔ تو یہ تمام جہان بھی عالم وجود میں نہ آتا۔ نہ چاند سورج اور سیارے ہوتے۔ نہ زمین بنتی نہ نسل انسانی کا نام ونشان ہوتا نہ انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے۔ نہ قرآن مجید نازل ہوتا۔ غرضیکہ زمین و آسمان کا ہر ذرہ مرزا غلام احمد قادیانی کی وجہ سے ہی پیدا کیا گیا۔" (ترک ص۱۳)

ناظرین! مندرجہ ذیل الہام کو آپ غور سے پڑھیں۔ اور پھر پڑھیں۔ اور دیکھیں۔ کہ کیا مرتد کی کوئی بات بھی اُس میں پائی جاتی ہے۔ نہ اس الہام میں دنیا ہے نہ جہان ہے نہ زمین ہے۔ اور نہ ہی نبی اور قرآن مجید ہیں۔ حیرت ہے کہ دعویٰ مسلمانی اور پھر اتنی کذب بیانی۔ کیا ان لوگوں کو عدالت اخروی یاد نہیں۔ سچ ہے۔ ان لوگوں کے دلوں سے ایمان اسطرح نکل گیا ہے جسطرح پرندہ اپنے گھونسلے سے پرواز کر جاتا ہے۔ واضح رہے کہ نمبر ۱۴ اور نمبر ۱۵ میں معترض نے حضرت مسیح موعودؑ کے دو الہام پیش کر کے اپنی بد مذاقی یا بدترین تعصب کے ثبوت میں مزید اضافہ کیا ہے۔ ہم نے چونکہ فیصلہ کر رکھا ہے۔ کہ ہم "مرتد" کی ہر ایک بات کا جواب اُسی نمبر کے بالمقابل دینگے۔ جو اس نے اپنے رسالہ میں مقرر کئے ہیں لیکن ہم دو بارہ اس بات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ اس نے اپنی کتاب کے قارئین کو عجیب "بھول بھلیوں" میں ڈالدیا ہے۔ اور الزام ہم پر اور ہمارے مقتدا پر لگاتا ہے۔ اسلئے ہم معذور ہیں۔ کہ "الہامات" اور دعاوی کے الگ الگ باب مقرر کریں۔ اگر وہ یہ بد مذاقی پیدا نہ کرتا۔ تو باب الہامات کے شروع میں ہی سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب در بارۂ الہامات تحریر کرتے۔ لیکن اب یہ بات نمبر ۱۵ کیلئے ہم نے مقرر کردی ہے۔ سو آپکو چاہیئے۔ کہ ان ہر دو الہامات کی تشریح فرمودہ سیدنا مسیح موعود کو پڑھکر حضور کا مذہب در بارہ الہامات ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا الہام :۔ "لولاك لما خلقت الافلاك" اگر تو نہ ہوتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔" ترک ص۱۳

الجواب الاوّل حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس کی خود حقیقت الوحی ص۹۹ پر ہی تشریح فرمادی ہے کہ اسجگہ "آسمانوں" سے کیا مراد ہے فرماتے ہیں :۔

ہر ایک عظیم الشان مصلح کیوقت روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے۔ یعنے

ملائک کو اسکے مقاصد کی خدمت میں لگایا جاتا ہے۔ اور زمین پر مستعد طبیعتیں پیدا کیجاتی ہیں پس یہ اس امر کیطرف اشارہ ہے۔ (حقیقۃ الوحی صـــ ۹۹)

گویا آسمان اور زمین جو حضرت مرزا صاحب کی خاطر بنائے گئے۔ وہ روحانی ہیں جو حضور کے آنے سے تیار ہوئے۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔ "نئی زمین وہ پاک دل ہیں۔ جنکو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور نیا آسمان وُہ نشان ہیں۔ جو اسکے بندے کے ہاتھ سے اُسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔" (کشتی نوح صـــ ۷)

پھر فرماتے ہیں:۔ "ہر ایک رشید خدا کی آواز سن لیگا۔ اور اس کی طرف کھینچا جائیگا۔ اور دیکھ لیگا کہ اب زمین اور آسمان دوسرے رنگ میں ہیں۔ نہ وہ زمین ہے اور نہ وہ آسمان جیسا کہ مجھے پہلے اس سے ایک کشفی رنگ میں دکھلایا گیا تھا۔ کہ میں نے ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان بنایا ہے۔ ایسا ہی عنقریب ہونیوالا ہے۔ اور کشفی رنگ میں یہ بنانا میری طرف منسوب کیا گیا۔ کیونکہ خدا نے مجھے اس زمانہ کے لئے بھیجا۔ لہذا اس نئے آسمان اور نئی زمین کا میں ہی موجب ہوا اور ایسے استعارات خدا کے کلام میں بہت ہیں۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صـــ ۸۳)

ان ہرسہ حوالجات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت اقدس کے "آسمان و زمین" سے روحانی آسمان و زمین مراد ہیں۔ جو ہر مصلح عظیم الشان کے وقت میں پیدا ہوتے ہیں۔

الجواب الثانی اگر یہ مفہوم "روحانی" تسلیم نہ ہو۔ اور ظاہری آسمان و زمین پر ہی اصرار کرو۔ تو بھی یاد رہے۔ کہ فقرہ لولاك لما خلقت الافلاك دراصل آنحضرت کی شان میں بھی ہے۔ اور سلسلۂ کائنات اس اتم وجُود کی خاطر پیدا کیا گیا۔ باقی ہر نبی چونکہ آنحضرت کے نور سے ہی حصہ لیکر اور آپکے ہی طفیل آتا رہا۔ اسلئے اپنے اپنے وقت میں وہ اس کا مصداق بنتا رہا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا ہے ؎

از طفیل اوست نورِ ہر نبی ؛ نامِ ہر مرسل بنام او جلی

لیکن موجودہ وقت میں چونکہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے بروز اتم ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو فرمایا۔ لولاك لما خلقت الافلاك۔ گو یا دراصل مطلب یہ ہے۔ کہ اگر دنیا سے آنحضرت کا نور مٹ جاوے۔ تو دنیا کے قائم رہنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور جو شخص اس نور کو لیکر قائم ہوتا ہے۔ وُہ گویا دنیا کا محافظ ہوتا ہے۔ اسی لئے بزرگانِ سلف نے لکھا ہے:۔

(۱) حضرت مجدد الف ثانی نے اولیاء کی صفت میں فرمایا:۔ ایشان امان اہلِ ارض اند و غنیمت

روزگار اند بھم یمطرون وبھم یرزقون درشانِ شاں است" (مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۹۲)
(ترجمہ) یہ لوگ (اولیاء) اہلِ زمین کی امان اور زمانہ کے لئے باعث غنیمت ہوتے ہیں۔ انکے ذریعہ سے ہی بارشیں ہوتی اور ان کے ذریعہ ہی مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے یہ انکی شان میں ہے"۔
(۲) حضرت مجدّد صاحب کے صاحبزادہ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔
"معاملہ انسانِ کامل تا بجائے میرسد کہ او را قیوم جمیع اشیاء بحکمِ خلافت مے سازند و ہمہ را اضافۂ وجود و بقاء سائر کمالات ظاہری و باطنی بتوسط او مے رسانند .... ایں عارفے کہ بہ منصب قیومیّت اشیاء مشرف گشتہ است حکم وزیر دارد کہ مہمات مخلوقات با او مرجوع داشتہ اند۔ ہرچند انعامات از سلطان است امّا وصولِ آنہا مربوط بتوسّط وزیر است"۔
(مکتوبات حضرت مجدّد الف ثانی جلد ۲ مکتوب ۴۷)
(۳) سیّد عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے:۔ "بھم ثبات الارض والسّماء وقرار الموتیٰ والاحیاء اذ جعلھم ملیکھم اوتاداً للارض التی دحیٰ"۔ (فتوح الغیب مقالہ ۱۷)
کہ زمین و آسمان کا قیام مردوں اور زندوں کا قرار اُن کے ذریعہ سے ہے۔ کیونکہ انکے مالک (اللہ تعالیٰ) نے انکو بچھی ہوئی زمین کیلئے بمنزلہ میخوں کے بنایا ہے۔ خود سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ نے بھی تحریر فرمایا ہے:۔
"تمام امور مقبولوں کے ہی اثرِ وجود سے ہوتے ہیں۔ اور اُن کے انفاس پاک سے اور انکی برکات سے یہ جہان آباد ہو رہا ہے۔ اُنہی کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں۔ اور اُن ہی کی برکت سے دنیا میں امن رہتا ہے۔ اور وبائیں دور ہوتی ہیں۔ اور فساد مٹائے جاتے ہیں۔ اور اُنہیں کی برکت سے دنیادار لوگ اپنی تدابیر میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اور ان ہی کی برکت سے چاند نکلتا ہے اور سورج چمکتا ہے ——— وہ دنیا کے نور ہیں۔ جبتک وہ اپنے وجود نوعی کے لحاظ سے دنیا میں ہیں۔ دنیا منوّر ہے۔ اور اُن کے وجودِ نوعی کے خاتمہ کے ساتھ ہی دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا۔ کیونکہ حقیقی آفتاب و ماہتاب دنیا کے وہی ہیں۔ بنی آدم کی مرادات بلکہ زندگی کا مدار وہی لوگ ہیں۔ اور بنی آدم کیا ہر ایک مخلوق کے ثبات اور قیام کا مدار اور مناط وہی ہیں۔ اگر وُہ نہ ہوں۔ تو پھر دیکھو کہ بتوں سے کیا حاصل ہے۔ اور تدبیروں سے کیا حاصل؟ یہ ایک نہایت باریک بھید ہے۔ جس کے سمجھنے کیلئے صرف اسی دنیا کی عقل کافی نہیں۔ بلکہ وہ نور درکار ہے۔ جو عارفوں کو ملتا ہے"۔ (آسمانی فیصلہ صفحہ ۱۹ طبع سوم)
اس حقیقت کے پیش نظر جبکہ اس نوع کے ایک عظیم الشان اور جلیل القدر فرد حضرت مسیح موعودؑ بھی ہیں۔ تو اُنہیں اگر لولاک لما خلقت الافلاک کا الہام ہوگیا۔ تو اسمیں خلاف شریعت

کونسی بات ہے۔

دوسرا الہام:۔ "کل لک ولامرک" سب تیرے حکم کے لئے ہے۔ (تذکرہ صـ۱۳)

اس الہام میں وہ مطلب نہیں جو معترض نے اپنی جہالت اور سوٴفہمی اور منافقت سے سمجھا ہے۔ یہ سب کچھ جو اُس نے نمبر ۲ سے پہلے لکھا ہے۔ محض بہتان اور اتہام ہے۔ تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔ آئیے پڑھ لیجئے حضرت اقدس کا اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا اعتقاد تھا فرماتے ہیں "ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے۔ جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے، نہ وُہ کسی کا بیٹا نہ اس کا کوئی بیٹا وہ دکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔ وُہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے وُہ نزدیک ہے۔ اور باوجود نزدیک ہونے کے دُور ہے"۔ (کشتی نوح صـ۱۰) پھر فرماتے ہیں: "اے سننے والو! سُنو! ہمارا خدا وُہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے۔ جیسا کہ پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی وُہ بولتا ہے جیسا کہ وُہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی سُنتا ہے۔ جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے۔ کہ اس زمانہ میں وُہ سنتا تو ہے۔ مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وُہ سنتا ہے۔ اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطل نہیں۔ اور نہ کبھی ہوگی"۔ (الوصیت صـ۱۰) پھر فرماتے ہیں:

وحید فرید لا شریک لذاتہ ❊ قوی علیٌّ مستعان مقتدر
ولم یتخذ ولداً ولا کفو لہ ❊ وحید فرید ما دناہ التکثر

(کرامات الصادقین صـ۳)

بادشاہی ہے تری ارض و سما دونوں میں
حکم چلتا ہے ہر اک ذرہ پہ ہر آں تیرا (درثمین اردو)

حضرت اقدس کے اقتباسات محتاجِ تشریح نہیں مگر پھر بھی ہم اس الہام کی مزید حقیقت واضح کرتے ہیں۔ مرند دھرم کوٹی نے یہ خیال کیا ہے۔ کہ کل لک ولامرک کے مخاطب حضرت مرزا صاحب ہیں۔ تو گویا سب کچھ اُن کے حکم کے ماتحت ہوگیا۔ حالانکہ یہ سراسر غلط فہمی یا مغالطہ دہی ہے۔ یہ ایسی بات ہے۔ کہ کوئی نادان آیت "ایاک نعبد وایاک نستعین" کو جو اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ ان معنوں میں سمجھ لے۔ کہ خدا تعالیٰ دعا مانگتا ہے۔ کہ اے محمد صلعم ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ اس کا یہی جواب ہے۔ کہ یہ الفاظ اللہ تعالےٰ نے بندوں کی زبان سے کہلوانے کے لئے نازل فرمائے ہیں۔ اور اس سے

پہلے قُل (تو کہہ) محذوف ہے۔ جیسا کہ دوسری آیات اور قرائن سے ثابت ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے الہام میں بھی خدا تعالیٰ مخاطب ہے۔ اور وہاں پر بھی قُلْ محذوف ہے جسکا ثبوت حضور کے الہامات میں بالتصریح مذکور ہے (۱) للّٰہ الامر من قبل و من بعد۔ کہ تمام حکم اوّل اور آخر خدا ہی کا ہے"۔ (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۳۲)

(۲) "قُل ان الامر کلّہ للّٰہ کہ تمام امر خدا ہی کے اختیار میں ہیں" (جنگ مقدس صفحہ ۱۲۴)

(۳) "ربّ کلّ شیئٍ خادمک ربّ فاحفظنی و انصرنی وارحمنی" اے میرے رب ہر چیز تیری ہی خدمتگار ہے۔ تو میری حفاظت اور نصرت فرما اور مجھ پر رحم فرما (البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۵)

(۴) انّی انا الرحمٰن ساجعل لک سہولۃً فی کلّ امرٍ۔ میں رحمان ہوں ہر ایک امر میں تجھے سہولت دونگا"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۵) اس قدر محکم اور واضح نصوص کی موجودگی میں "کل" "لک" کا مخاطب حضرت مرزا صاحب کو قرار دینا سراسر بددیانتی ہے۔ ہمارے ان جوابات سے حق پسند ناظرین پر بخوبی روشن ہوگیا ہوگا۔ کہ مرتد دھرم کوٹی جس راستے پر قدم زن ہے۔ وہ تحقیق اور حق جوئی کا راستہ نہیں۔ اور یہ اس کا ناز کہ میں نے مرزا صاحب کے خلاف شریعت الہام دیکھ کر آٹھ سال کے بعد ارتداد اختیار کر لیا۔ بالکل باطل ہے۔ لا الحسین! ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کایں راہ کہ تو میروی بترکستانست

مرتد کے ضمنی اعتراضات

مرتد دھرم کوٹی نے متذکرۃ الصدر الہامات کے بعد نمبر ۱۶ سے نمبر ۴۳ تک جو حضور علیہ السلام کے الہامات اور دعاوی پیش کئے ہیں۔ اُن کے ہر ایک لفظ سے ہمارا اتفاق ہے۔ اور ہم علی الاعلان اور حلفیہ کہتے ہیں کہ نمبر ۱۶ اور ۱۷ اور ۱۸ کے مطابق آپؑ واقعی نبی کریمؐ کے بروز تھے۔ فنا فی الرسول تھے۔ محمدؐ مفلح بھی تھے۔ اب ہم اس کے ضمنی اعتراضات کا قولہٗ و اقول کی طرز پر جواب لکھتے ہیں۔

(۱) قولہٗ: یہ مندرجہ بالا حوالجات صاف بتا رہے ہیں کہ مرزا صاحب کا الہامی نام محمدؐ مفلح ہے۔ اور مرزا صاحب ہمدردی خلائق ہمت، اور اخلاق حسنہ میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں۔ اور مرزا صاحبؑ کا ظہور بعینہٖ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کا ظہور ہے۔ اور جو شخص جماعت مرزائیہ میں داخل ہوا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں داخل ہوگیا" (ترک صفحہ ۱)

اقول۔ قرآن مجید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ثابت ہیں۔ ایک بعث تکمیل ہدایت

کے لئے (۲) ایک بعث تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے۔ اور یہ بات جو ہماری طرف منسوب کیجاتی ہے۔ کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرتؐ کیطرح سمجھتے ہیں۔ غلط ہے۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ ظلیت کے لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ میں آنحضرت صلعم کے تمام کمالات آگئے ہیں۔ مگر درجہ کے لحاظ سے آپکو آنحضرت صلعم کے برابر کہنا کفر ہے۔ اور وہ شخص بھی لعنتی اور مردود ہے۔ جو مسیح موعود کے دعاوی کی یہ تشریح کرے۔ کہ آپؑ نبی کریم کے برابر ہونے کے مدعی تھے۔ دیکھو تصویر میں وُہ باتیں آجاتی ہیں۔ جو اصل میں ہوتی ہیں۔ مگر پھر تصویر تصویر ہے۔ اور اصل اصل ہے۔ پس ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود اسقدر رسول کریم صلعم کے نقشِ قدم پر چلے۔ کہ وہی ہوگئے۔ لیکن کیا استاد اور شاگرد کا ایک مرتبہ ہو سکتا ہے۔ گو شاگرد علم کے لحاظ سے استاد کے برابر بھی ہو جائے تاہم استاد کے سامنے زانوئے ادب خم کر کے ہی بیٹھے گا۔ یہی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ میں ہے۔ ہم اگر آپؑ کو آنحضرتؐ کا کامل ظل اور بروز مانتے ہیں۔ تو ساتھ ہی یہ بھی یقین اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ آپؑ کا تعلق رسول کریم صلعم سے خادم اور غلام کا ہے۔ ہاں یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ظاہر ہوا تھا۔ وہی مسیح موعود نے ہمیں دکھلایا۔ اس لحاظ سے محمد مفلح ہیں۔ مگر یہ سمجھنا سخت نالائقی ہے۔ کہ آنحضرتؐ اور مسیح موعودؑ کی ایک شان اور ایک درجہ ہے۔ بلکہ شاگرد اور استاد آقا اور غلام کی نسبت ہے۔ البتہ حضرت مسیح موعودؑ آپکی کامل اتباع اور پوری پیروی سے ایسے صاف ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات اپنے اندر اخذ کر لئے۔ اس لحاظ سے آنحضرتؐ اور حضرت مسیح موعود کے اصحابہ میں بھی یہی نسبت ہے۔ پس ہم وہی ہیں۔ جنہوں نے آج سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے سرزمین حجاز میں نعرۂ حق بلند کیا تھا۔ اور ستر اکا کٹھو سا آگ ہمیں پلائی گئی۔ جو حجاز میں کشید کی گئی تھی۔ مگر تم بد نصیب ہو کہ تم نے اُسے اُس معیار پر نہ جانچا۔ جو اس کے لئے مقرر تھا اور تم بدقسمتی سے اعرابی کے ہاتھ چڑھ گئے۔ مگر وہاں کیا تھا کچھ بھی نہیں۔ ؎

خوب گذرے گی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو

قولہٗ "لاہوری احمدیو! تمہارا بھی ان باتوں پر ایمان ہے یا نہیں" ؟ (ترک ص۱۵)

اقول۔ بدقسمت اب پوچھتا ہے۔ جب بھرتی ہوئے تھے تو پوچھ لینا تھا۔ پہلے تحقیق کرنی تھی۔ آؤ ہم تمہیں بتائیں۔ خلافت اولیٰ تک اُن کا ایمان تھا مگر اب نہیں۔ جیسا کہ تمارا ایمان تھا۔ یکم جنوری ۱۹۳۲ء تک۔ تم دونوں ہماری طرف سے گرے گذرے۔

قولہٗ:" لاہوری جماعت کے ممبرو۔ بہت ہی جلدی اور دو لفظہ[1] جواب دو۔ کہ میرزا محمود احمد موجودہ گدی نشین قادیان فخرِ رسل ہے یا نہیں"۔ (ترک ص۱۶)

اقول:۔ پھر وہی الٹا سوال۔ جیسا کہ کوئی شیعہ سے پوچھے کہ تم حضرت عمر فاروق کو خلیفہ مانتے ہو یا نہیں بے نصیب آؤ ہم تمہیں بتائیں۔ یہ وہی فخرِ رسل ہے۔ جس نے مسئلہ نبوت کو عالم دنیا پر ظاہر کیا۔ ورنہ تمہارے جیسے نادان۔ انبیاء کو معلوم نہیں کیا سمجھے بیٹھے تھے۔ اس نے بتلایا کہ انبیاء کی یہ شان ہے۔ اور نبوت ایک نعمت ہے۔ جو امتِ محمدیہ کو دی گئی اور وہی فخرِ رسل ہے۔ جو مظہر الحق والعلاء کا مصداق ہے۔ اور اُس شخص کا مثیل ہے جس کے حق میں یہ شعر ہے ؎

عمر فاروق نے مٹا یا کفر و ظلمت کو
بجایا دین کا ڈنکا محمدؐ نام لے لیکر

قولہٗ:" اور وہ کون کون سے نبی تھے۔ جو مرزا صاحب کے زمانہ پر ناز کیا کرتے تھے۔؟ اور تمہارے ایمان کے مطابق مرزا صاحب کس کس نبی سے افضل ہیں"۔ (ترک ص۱۶)

اقول:۔ حضرت آدم سے حضرت محمد مصطفےٰ تک سارے اس موعود پر ناز کرتے رہے۔ کہ وہ ہماری منتشر امتوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کریگا۔ حضرت رسول کریمؐ کے بعد اولیاء اور برگزیدہ انسانوں نے بشارت دی۔ کہ وہ موعود فرقہ ہائے اسلام کو ایک مرکز پر جمع کریگا۔ کیا تمہیں ابھی تک اسمیں شک ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ غیر مذاہب میں سے یہود۔ نصاریٰ اور اہلِ ہنود کسقدر لوگ آپکے طفیل مشرف باسلام ہوئے۔ اور مسلمانوں کے جسقدر مختلف فرقے تھے۔ وہ جماعت احمدیہ میں داخل ہو کر ایک بن گئے۔ اسوقت ...... کئی لاکھ مختلف العقائد انسان ایک عقیدہ پر متفق ہو کر تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ باقی رہا افضلیت کا سوال۔ اُسکا جواب لاہوری تمہیں کیا دینگے۔ ہم ہی دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس جس نبی پر فضیلت دی ہے اُسکا دعویٰ آپکو ہے۔ اور جن پر نہیں۔ اُسکا ہرگز دعویٰ نہیں۔ دیکھو ۳۰

قولہٗ "مرزا صاحب کے ان آٹھ حوالجات سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب اپنے آپکو حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے افضل قرار دے رہے ہیں اور اعلان کر رہے ہیں۔ کہ" میں پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہوں۔ اور یہ جزئی فضیلت نہیں۔ بلکہ کلی فضیلت

[1] ملاحظہ ہو اُردوئے معلےٰ۔ دیگراں رانصیحت خود را فضیحت ؂

ہے۔ اور غیر نبی کو نبی پر فضیلت کلی ہو نہیں سکتی"۔ (تریاق ص۱۴۷)

اقول۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ آپ نے حضرت عیسٰے علیہ السلام پر اپنی فضیلت بتائی۔ مگر ہمیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ کیوں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: "چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں۔ جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا۔ اور اُس کی شریعت اکمل اور اتم تھی۔ اور تمام دنیا کی اصلاح کیلئے تھی۔ اس لئے مجھے وُہ قوتیں عنایت کی گئیں۔ جو تمام دنیا کی اصلاح کیلئے ضروری تھیں تو پھر اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وُہ فطری طاقتیں نہیں دی گئیں۔ جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وُہ ایک خاص قوم کیلئے آئے تھے۔ اور اگر وُہ میری جگہ ہوتے۔ تو اپنی اس فطرت کیوجہ سے وُہ کام انجام نہ دے سکتے تھے۔ جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ وھذا تحدیث نعمۃ اللّٰہ ولا فخر۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ کہ اگر حضرت موسٰی علیہ السلام ہمارے نبی کریم صلعم کی جگہ آتے۔ تو اس کام کو انجام دے سکتے۔ اور اگر قرآن شریف کی جگہ توراۃ نازل ہوتی۔ تو اس کام کو ہرگز انجام نہ دے سکتی۔ جو قرآن شریف نے دیا" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۳) پھر فرماتے ہیں: "اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وُہ نبی ہے۔ اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اُسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالٰی کی وحی بارش کیطرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی .... اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں۔ کہ مسیح بن مریم آخری خلیفہ موسٰی علیہ السلام کا ہے۔ اور میں آخری خلیفہ اُس نبی کا ہوں۔ جو خیر الرسل ہے۔ اس لئے خدا نے چاہا۔ کہ مجھے اُس سے کم نہ رکھے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ الفاظ میرے اُن لوگوں کو گوارا نہ ہوں گے۔ جن کے دلوں میں حضرت مسیح کی محبت پرستش کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ مگر میں اُن کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں کیا کروں۔ کس طرح خدا کے حکم کو چھوڑ سکتا ہوں۔ اور کس طرح اس روشنی سے جو مجھے دی گئی تاریکی میں آسکتا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ میری کلام میں کچھ تناقض نہیں۔ میں تو خدا تعالٰے کی وحی کی پیروی کرنیوالا ہوں۔ جبتک مجھے اس سے علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا۔ جو اوائل میں میں نے کہا۔ اور جب مجھکو اس کی طرف سے علم ہوا۔ تو میں نے اُسکے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں، مجھے عالم الغیب

ہونے کا دعویٰ نہیں۔ بات یہی ہے؟ جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔ میں نہیں جانتا۔ کہ خدا نے ایسا کیوں کیا۔ ہاں میں اسقدر جانتا ہوں۔ کہ آسمان پر خدا تعالیٰ کی غیرت عیسائیوں کے مقابل پر بڑا جوش مار رہی ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے مخالف وہ توہین کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کہ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں۔ پس خدا دکھلاتا ہے۔ کہ اس رسول کے ادنیٰ خادم اسرائیلی مسیح بن مریم سے بڑھکر ہیں۔ جس شخص کو اس فقرہ سے غیظ و غضب ہو۔ اسکو اختیار ہے۔ کہ وہ اپنے غیض سے مرجائے مگر خدا نے جو چاہا کیا۔ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کیا انسان کا مقدور ہے۔ کہ وہ اعتراض کرے۔ کہ ایسا تو نے کیوں کیا" (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹ و ۱۵۰)

قولہٗ "ابن مریم کے ذکر کو چھوڑدو۔ یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا ذکر چھوڑدو۔ لیکن تمہارے لئے مشکل یہ ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ کا ذکر تو قرآن مجید میں کئی دفعہ آیا ہے۔ ایمان سے سچ سچ بتانا۔ کہ تم نے اپنے حضرت مرزا صاحب کے اس ارشاد کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے۔ یا اُن آیات کو پڑھا اور سنا نہیں کرتے۔ جن میں ابن مریم علیہ السلام کا ذکر ہے" (انزک ص ۱۷)

اقول:۔ پہلے تو یہ جواب ہے کہ دراصل معترض کی سمجھ کا قصور ہے۔ وہ خود اپنے اعتراض میں تسلیم کرچکا ہے۔ کہ احمدی قرآن پڑھتے ہیں۔ اور ضرور پڑھتے ہیں۔ یا تو انہیں قرآن چھوڑنا پڑیگا۔ یا مرزا صاحب کا فرمان۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ باوجود ہمارے قرآن پڑھنے کے وہ کوئی ذکر ہے۔ جس کے چھوڑنے کا حکم ہے۔ نادان یہ وہ ذکر ہے۔ جو تمہارے دلوں میں جما ہوا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ بن مریم جنہیں فوت ہوئے ۱۹۳۳ برس ہو گئے۔ وہ چوتھے آسمان سے سیڑھی لگا کر اُترینگے۔ تو اس جگہ آپ نے تم جیسے ناواقفوں کو فرمایا۔ کہ جس نے آنا تھا وہ آگیا۔ اور وہ میں ہی ہوں۔ اب اس "مزعومہ ذکر" کو جو تمہاری "ایجاد گندہ" ہے چھوڑدو۔ اب غلام احمد آگیا ہے۔ پس ایسے ذکر کی اب ضرورت نہیں۔ اپنی جماعت کو نہیں کہا۔ کیونکہ جماعت تو مرزا صاحب کو مسیح موعود مانتی ہی ہے۔ باقی قرآن شریف خدا کا کلام ہے۔ اس کی ہم روزانہ تلاوت کرتے ہیں۔ اور ہر دو صورت سے ہم پر کوئی اعتراض نہیں۔ ہمنے حیات مسیح کا ذکر چھوڑدیا۔ اور جو ذکر قرآن مجید پیش کرتا ہے۔ اُسے روزانہ پڑھتے ہیں۔ فلا اعتراض ؛

قولہٗ ,, ہاں لگے ہاتھ یہ بھی بتا دینا۔ کہ تمہارے مجدّد اور گورو سے وُہ کون کونسے ایسے نشانات ظاہر ہُوئے تھے۔ جو حضرت عیسےٰ علیہ السّلام سے ظاہر نہ ہوسکتے'' (ترک ص۱۷)

اقول :۔ تمہیں جسقدر حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے نشانات قرآن مجید و احادیث نبویہ سے ملسکتے ہیں۔ اُن تمام نشانات کا مقابلہ حضرت مسیح موعود قادیانی ارواحنالہٗ الفداء کے نشانات سے کرلو۔ آؤ میں تمہیں بتلاؤں۔ اوّل تو جس کتاب کا حوالہ نمبر ۲ میں تم نے پیش کیا ہے۔ اس میں حضور علیہ السّلام کے صدہا نشانات کا ذکر ہے۔ دُوسرے یہ کہ جو نشانات حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام کے متشابہات کے رنگ میں قرآن مجید نے پیش کئے ہیں۔ انکو ہی اگر تم نمبروار پیش کرو۔ تو ہم کہینگے۔ کہ اگر مسیح ناصری نے ایک مردہ زندہ کیا۔ تو مسیح قادیانی نے ایک لاکھ مردے زندہ کئے۔ اگر انہوں نے پرندے اڑائے۔ تو حضرت مسیح محمدی نے ایسے پرندے تیار کئے۔ جن کا پرواز دائمی ہے۔ لیکن مسیح کے اُن پرندوں کا پرواز عارضی تھا۔ انہوں نے آٹھ آدمیوں کو مسلمان کیا۔ اور ہمارے حضور نے چار پانچ لاکھ انسان اپنی زندگی میں مسلمان کیا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ مسیح ناصری کا اسوقت کوئی زندہ نشان نہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کارنامے قیامت تک زندہ نشانات مانے جائیں گے۔ آپؑ کا مسکن زندہ نشان ہے۔ آپؑ کی اولاد زندہ نشان ہے۔ آپؑ کی جماعت زندہ معجزہ ہے۔ آپؑ کی اعجازی تصانیف، آپؑ کی تعلیم آپؑ کا دعویٰ تائید الٰہی، غلبہ علی الادیان الباطلہ۔ بلاد مغرب میں تبلیغ اسلام دُوسری دنیا میں تبلیغ حق۔ آپؑ کے متبعین کی ترقی دین و دنیا۔ نظامِ سلسلہ۔ نظام خلافت۔ حریت و مساوات قومی۔ یہ سب کے سب زندہ نشانات ہیں مگر افسوس ہے ایسے کور باطنوں پر۔ کہ آفتاب سر پر ہے۔ اور ابھی تک انہیں خبر نہیں ؎

قولہٗ :۔ ,, ذرا تفصیل سے بیان کرنا۔ لیکن کہیں اپنے کرشن جی مہاراج کی پیشگوئیاں پیش نہ کردینا۔ کیونکہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنی لاجواب کتاب ,, الہامات مرزا'' میں مرزا صاحب کی تمام متحدیانہ پیشگوئیوں کے ٹانکے کھول دئے ہوئے ہیں'' (ترک ص۱۷)

اقول :۔ بالمقابل تفصیل بیان کردی گئی ہے۔ اور یہ دعویٰ بلا ثبوت نہیں۔ بلکہ متذکرۃ الصدر تفصیل کا ہر ایک نشان اپنے اندر ایک لاکھ نشانات رکھتا ہے۔ ان نشانات کا گواہ خدا

بھی ہے ملائکہ بھی۔ زمین بھی آسمان بھی۔ اور تمہارا یہ لکھنا کہ پیشگوئیاں نہ پیش کردینا عین بیہودگی ہے۔ کیونکہ تمہیں معلوم ہے۔ اور تم خود اپنے رسالہ میں لکھ چکے ہو "مرزا صاحب نے اپنی پیشگوئیوں کی تعداد ہزاروں بلکہ لاکھوں تک لکھی ہے" (نزک صنا) کیا یہ پیشگوئیاں نشان نہیں۔ باقی "الہامات مرزا" اور ٹانکے کھولنا ایسا ہی ہے۔ جیساکہ کوئی ہندو آریہ کہدے، کہ دیکھو جی تمہارے قرآن مجید کے ٹانکے مہاراج سوامی دیانند جی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں کھول دئے ہوئے ہیں۔ پس تم اور وہ ایک ہی قسم میں داخل ہو۔ اعتراض کردینا کوئی بڑی بات نہیں۔ دلیل ایک چیز ہے۔ جوکہ نہ تو ستیارتھ پرکاش نے قرآن مجید کیخلاف پیش کی ہے اور نہ الہامات مرزا میں ثناء اللہ نے جن متحدیانہ پیشگوئیوں کے بقول شما ٹانکے کھولے ہیں وہ تم نے کیوں نہیں پیش کردیں۔ تاکہ ہم بھی تمہارے اعتراضات کے بخیئے ادھیڑ دیتے۔ تم ایسا گندہ دہن آدمی۔ اور خدا کے کلام کو سمجھ سکے ناممکن۔ تم ہرگز اس سعادت کے اہل نہیں۔ "یہ منہ اور مسور کی دال"۔

قولہٗ:۔ "مرزا کی ان بیجا تعلیوں کو دیکھئے۔ کہ کن مکروہ الفاظ اور کس متکبرانہ لہجہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ سے افضلیت کا دعویٰ کر رہے ہیں" (نزک ص۱۸)

اقول:۔ کم فہم دشمن تجھے اس کوچہ کی خبر نہیں۔ مرزا صاحب کے جو حوالے تم نے نمبر ۲۱ سے نمبر ۲۴ تک نقل کئے ہیں۔ ان میں کوئی "بیجا تعلی" نہیں۔ کوئی "مکروہ الفاظ" نہیں۔ کوئی تکبر نہیں، ہاں افضلیت کا دعویٰ ضرور ہے۔ اور اس افضلیت سے حضرت حسین علیہ السلام کی ہتک کا خیال کرنا پرلے درجہ کی نادانی اور جہالت ہے۔ کیونکہ اس فضیلت کا ثبوت تم نے خود نمبر ۲۰ میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ اس حوالہ کا ثبوت حجج الکرامہ ص۳۸۶ میں حضرت محمد ابن سیرین سے مروی ہے۔ "تکون فی ھذہ الامۃ خلیفۃ خیر من ابی بکر و عمر"۔ پس جو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بڑھکر ہے۔ اُسکو حضرت امام حسینؓ پر ضرور فضیلت ہوگی لیکن حضرت مرزا صاحب کی فضیلت کے یہ معنی نہیں۔ کہ امام کامل حسین علیہ السلام یا دیگر اہلبیت کی ایسی عزت نہ کی جائے۔ جس کے کہ وہ حقیقت میں مستحق ہیں۔ ان حضرات ائمہ کے بارہ میں حضرت مرزا صاحب اپنے اشتہار تبلیغ الحق مورخہ ۸ ر اکتوبر ۱۹۰۵ء میں ارقام فرماتے ہیں:۔ "حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ طاہر مطہر تھا۔ اور بلاشبہ وہ اُن برگزیدوں میں سے ہے۔ جن کو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے۔ اور اپنی محبت سے معمور کرتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ

سرداران بہشت میں سے ہے۔ اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے جو شخص حسین رضؓ یا کسی بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے۔ یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔" پھر فرماتے ہیں:۔

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

پس تمہارے تمام اعتراضات باطلہ اس حقیقت کے سامنے کسی کیلئے "موجب اشتعال" نہیں ہوسکتے۔ لوگ خود دیکھ لینگے کہ تم خود مکروہ الفاظ کے ساتھ دھوکہ دیتے ہوئے "۴۲۰" کے ملزم ہو۔ اور لوگوں کو یہ اشتعال دلانا چاہتے ہو۔ کہ معاذ اللہ مرزا صاحبؑ نے ایک کامل امام کی ہتک کی ہے۔ لیکن تعلیمیافتہ طبقہ تمہارے جیسا غلط انداز نہیں ؛

قولہٗ:۔ "اس عظیم الشان شہادت کے سامنے مرزائے قادیانی کو پیش کرنا آفتاب کے سامنے چمگادڑ کو لانا ہے۔" (ترک ص۱۸)

اقول:۔ سائیں لال حسین کے "چمگادڑ" کو ہم مہذب دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن اُسے معلوم نہیں۔ کہ تمام انبیاء کے سردار حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو رنگیلا رسول پرا چین کہانی۔ ورتمان وغیرہ میں کن الفاظ سے یاد کیا گیا۔ اور کیا کیا مثالیں دی گئی ہیں۔ مگر ان بدبختوں کا انجام بہت برا ہوا۔ ہم اس چمگادڑ کا جواب اچھی طرح دے سکتے ہیں۔ لیکن جس موقع پر مخالف نے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ اسکی ہم دل و جان سے عزت کرتے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ واقعی حضرت حسین رضؓ کی شہادت عظیم الشان ہے۔ اور آپ شہیدوں کے آفتاب ہیں لیکن حضرت مسیح موعودؑ کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ

کربلائیست سیر ہر آنم ؛ صد حسین است در گریبانم

اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ حضرت حسین جیسے کامل اماموں کے امام۔ اور شمس الشموس ہیں۔ امامت کو نبوت سے افضل بتانا یہ سائیں لال حسین جیسے ناآشنا لوگوں کا کام ہے۔

"چہ نسبت امامت را با عالم رفعت"

قولہٗ:۔ "اتنا ڈرپوک اور بزدل ہونیکے باوجود یہ دعویٰ کرنا کہ سو حسین میری جیب میں ہے۔ انتہائی کذب آفرینی نہیں تو اور کیا ہے۔" (ترک ص۱۹)

اقول:۔ جس بات کو تم بزدلی قرار دے رہے ہو۔ اس کے جواب میں تمہارے لئے واقعہ

صلح حدیبیہ[1] کافی ہے۔ کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رویا دیکھا۔ کہ ہم اس سال حج کرینگے۔ مگر باوجود اس رویار کے سچا ہونے کے اور اس پر یقین رکھنے کے حضورؐ نے کفار مکہ کے منع کرنے سے حج نہ کیا۔ کیا یہ بزدلی ہے۔ اگر نہیں تو وہ بھی بزدلی نہیں (۲) پھر باوجود خدا تعالےٰ کا رسول ہونے کے محمدؐ رسول اللہ کی جگہ محمدؐ بن عبد اللہ لکھنا۔ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی بجائے باسمک اللّٰھم لکھنا آپؐ کے دعوئے رسالت اور عقیدہ وحدانیت کے منافی ہے۔ اگر نہیں۔ تو مرزا صاحبؑ کے اس واقعہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام پر فضیلت کے دعویٰ پر کوئی حرف نہیں آتا۔ یہ محض تمہاری کج فہمی اور پرلے درجہ کی کذب آفرینی ہے۔

قولہ:۔ "مرزائیو! تمہارے مرزا صاحب نے جو کہا کہ "انی قتیل الحبؑ"۔ تم بتاؤ کہ مرزا صاحبؑ کس کی محبت کے کشتہ تھے؟ جواب دیتے وقت اتنا یاد رکھنا کہ کہیں محمدی بیگم کا نام نہ لے لینا"۔ (ترک صفحہ ۱۹)

الجواب:۔ "قتیل الحب" کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں:۔

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم ؛ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

باقی محمدی بیگم کا نام لیکر استہزا کرنا۔ یہ اُن عیسائیوں سے مشابہت اختیار کرنا ہے جو اپنی کتابوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے واقعہ نکاح پر تمسخر اور استہزا کرتے ہیں۔ فتشابہت قلوبھم۔ گریبان میں منہ ڈال کر سوچو کہیں آئینے میں اپنی شکل تو نہیں دیکھ رہے۔ بیشک ع بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

قولہٗ:۔ "مرزا صاحب کے مخلص چیلو! جب مرزا صاحب قرآن ہی کی طرح ہیں۔ تو تم کیوں قرآن مجید کے درس اور قرآن پاک کے اردو۔ انگریزی اور جرمنی ترجموں کی رٹ لگایا کرتے ہو۔ تم مرزا صاحب کی اصل تعلیم کو بھول گئے ہو۔ جب مرزا صاحب کا دعوٰی ہے۔ کہ میں قرآن ہی کی طرح ہوں"۔ (ترک صفحہ ۲۰)

اقول:۔ مرتد دھرمکوٹی نے صفحہ ۳۵، ۳۶ کے حوالہ جات سے جو نتیجہ نکالا ہے۔ وہ سراسر ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اور وہ خود تسلیم کرتا ہے۔ کہ تم قرآن پاک کے درس دیتے ہو۔ اور اردو۔ انگریزی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کرتے ہو۔ اس سے ثابت ہے کہ تم قرآن کو

[1] بخاری جلد ۲ کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد صفحہ ۹۸ (مطبوعہ مصر)

خدا کا کلام مانتے ہو۔ اور مرزا صاحب کو خدا کا نبی۔ پس اس میں "طرح" کا لفظ پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ حضرت نے جو کچھ فرمایا وُہ صحیح ہے۔ اور اولیائے کرام کے دعاوی بھی اسی قسم کے ہیں۔ اور صوفیائے نے بھی اپنے آپکو اسی رنگ میں "قرآن" فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں :۔

؎ أنا القرآن والسبع المثانی ؛ وروح الروح لا روح الاوانی

(ترجمہ) میں قرآن ہوں اور سورت فاتحہ ہوں۔ میں روح کی روح ہوں۔ ظروف کی روح نہیں ہوں"۔ (فتوحات مکیہ جلد اوّل صہ۹)

حضرت شاہ ولی اللہؒ محدّث دہلوی فرماتے ہیں :۔

"تعلیم اسمار مر آدم را من بودم و آنچہ بر نوح طوفان شد و سبب آن نصرت او شد من بودم آنچہ بر ابراہیم گلزار گشت من بودم تورات موسیٰ من بودم احیاءِ عیسےٰ میّت را من بودم قرآن مصطفےٰ من بودم۔ والحمد للہ رب العالمین" (تفہیمات الٰہیّہ)

پس جس طرح یہ اولیائے کرام جو اہلسنت کے مسلمہ ہیں قرآن تھے۔ سورت فاتحہ تھے۔ اور جس رنگ میں اُنہوں نے یہ کلمات طیبات فرمائے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے بھی فرمایا۔ کہ میں قرآن ہی کی طرح ہوں۔ اندرین صورت جو اعتراض حضرت اقدسؑ پر کیا جائیگا۔ وہی صوفیا، اور اولیا کرام پر ہوگا۔ کا القرآن کے معنی "کیطرح" سے یہ مطلب لینا۔ کہ مرزا صاحب عین قرآن تھے۔ دجل ہے۔ انتہائی فریب کاری ہے۔ اسجگہ آپ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ آپ کا عقیدہ اور آپ کا علم اور آپ کا عمل اور دعویٰ قرآن کے مطابق ہے۔ اور ہرگز ہرگز خلافِ قرآن نہیں۔ اور جس طرح قرآن کے ذریعہ کفر و شرک کو نیست و نابود کیا گیا۔ اسی طرح میرے ذریعہ کفر و ظلمت کو مٹایا گیا۔ جس کام کو قرآنِ پاک لیکر آیا تھا۔ وہی کام میرے ذریعہ ہوا۔ کیا ہی پاک اور لطیف استعارہ ہے۔

اب آؤ حضرت مسیح موعودؑ کا عقیدہ دیکھیں۔ کہ قرآنِ پاک کے متعلق کیا فرماتے ہیں :۔

"قرآن کریم صرف اپنی بلاغت و فصاحت ہی کی رُو سے بینظیر نہیں۔ بلکہ اپنی ان تمام خوبیوں کی رُو سے بینظیر ہے۔ جن خوبیوں کا جامع وُہ خود اپنے تئیں قرار دیتا ہے"۔

(کرامات الصادقین صہ۱۸)

"امنّا بالفرقان انّہ من الرحمٰن ولا نقبل کلّ ما یعارض الفرقان ویخالفہ۔

حاشیہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرمؐ کے متعلق فرمایا کان خلقہ القرآن کہ آنحضرت صلعم کے اخلاق عین قرآن تھے۔ انہوں یہاں تو "طرح" کی نفی بھی نہیں کیا۔ اس پر کیا اعتراض کرو گے

بیّناته ومحکماته وقصصه ولوکان امراً عقلیا...... لان الفرقان الکریم کتاب قد ثبت تواترہٗ لفظاً وھو وحیٌ متلوٌ قطعی یقینیٌ ومن شک فی قطعیتہٖ فھو کافرٌ مردودٌ عندنا ومن الفاسقین والقرآن مخصوصٌ بالقطعیة التامّة ولہٗ مرتبةٌ فوق مرتبة کلّ کتاب وکلّ وحیٍ" (تحفہ بغداد صفحہ ۲۵) ترجمہ :۔ ہم ایمان رکھتے ہیں قرآن پر کہ وُہ اللہ رحمٰن کیطرف سے ہے۔ اور ہم قبول نہیں کرتے کسی بات کو جو قرآن مجید کے معارض ہو۔ اور اس کی آیات بینات اور اس کے بیانات کے مخالف ہو' اگرچہ وُہ کوئی عقلی بات ہو۔ اسلئے کہ قرآن مجید وُہ کتاب ہے۔ جسکا تواتر لفظاً ثابت ہے۔ اور اسکی وحی قطعی اور یقینی ہے۔ اور جو شخص اس کے قطعی ہونے میں شک کری۔ وُہ ہمارے نزدیک کافر اور مردود اور فاسق ہے۔ اور قرآن کریم مخصوص ہے۔ قطعیتہ تامّہ کے ساتھ اور قرآن کا مرتبہ ہر ایک کتاب اور ہر ایک وحی سے بالاتر ہے"۔

(ج) "آسمان کے نیچے نہ اس (محمدؐ) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مرتبہ کوئی رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۳)

(د) "ہماری طرف سے یہ دعویٰ ہے۔ جسکو ہم بمقابل ہر ایک فریق کے ثابت کرنیکو تیار ہیں۔ کہ وحی قرآنی اپنی تعلیم اور اپنے معارف اور برکات علوم میں ہر ایک وحی سے اقویٰ و اعلیٰ ہے"۔ (سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۴۲)

ان تصریحات کی موجودگی میں مرتد دھرم کوٹی کا یہ الزام کہ حضرت مرزا صاحبؑ اپنی وحی کو یا اپنے آپکو قرآن کریم کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں بالکل باطل ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ کو جو وحی ہوتی ہے۔ یا جو کمالات آپؑ کو حاصل ہیں۔ وُہ سب قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نتیجہ ہیں۔ اور کسی ایسی وحی کا قطعاً دعویٰ نہیں ہے۔ جو ان کی اتباع سے باہر ہو۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں :۔ "خدا تعالیٰ کے فضل سے میری یہ حالت ہے۔ کہ میں صرف اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہوں۔ اور دوسرے مذاہب کو باطل اور سراسر دروغ کا پتلا خیال کرتا ہوں"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۰)

(۲) دوسرا اعتراض یقین کا ہے۔ کہ مرزا صاحبؑ اپنی وحی یا الہام کو یقینی خیال کرتے ہیں جسطرح دیگر انبیاء کی وحی کو سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کی وحی میں بلحاظ نفسِ الہام کوئی فرق نہیں۔ خدا کا ہر الہام یقینی ہوتا ہے۔ خواہ وہ ابراہیمؑ پر

نازل ہو یا موسیٰ پر۔ محمد مصطفیٰ پر نازل ہو یا احمد مجتبیٰ پر۔ فرق کمی بیشی یا اکملیت وغیرہ کا ہے، نفسِ یقین میں سب برابر ہیں۔ اسی لئے آپؑ نے فرمایا:۔

وآں یقین کلیم بر تورات ٭ وآں یقیں ہائے سیّد السادات (نزول المسیح)

قولہٗ:۔ "وہ اپنا فوٹو بھی تمہیں کھچوا کر دے گئے ہیں"۔ (نرگ صہ ۲۰)

اقول:۔ مرتد لال حسین نے اس بیان میں بھی صریح جھوٹ کو شیرِ مادر سمجھا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ اپنا فوٹو کھچوا کر تمہیں دے گئے ہیں۔ ہرگز نہیں حضور نے ایک ضرورتِ شرعی کے لئے فوٹو اتروایا ہے۔ جس طرح حاجیوں کو ضرورت شرعی کے لحاظ سے فوٹو اتروانے پڑتے ہیں حضرت مرزا صاحب کا ایک مکمل بیان یہاں درج کیا جاتا ہے، حضور فرماتے ہیں:۔ "میں اس بات کا سخت مخالف ہوں۔ کہ کوئی میری تصویر کھینچے اور اسکو بت پرستوں کیطرح اپنے پاس رکھے یا شائع کرے۔ میں نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ کوئی ایسا کرے۔ اور مجھ سے زیادہ بت پرستی اور تصویر پرستی کا کوئی دشمن نہ ہوگا۔ لیکن مینے دیکھا ہے۔ کہ آجکل یورپ کے ملک میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہے۔ اور اکثر اُن کے محض تصویر کو دیکھکر شناخت کر سکتے ہیں۔ کہ ایسا مدعی صادق ہے یا کاذب۔ اور وہ لوگ بباعث ہزارہا کوس کے فاصلہ کے مجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ اور نہ میرا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا اُس ملک کے اہلِ فراست بذریعہ تصویر میرے اندرونی حالات میں غور کرتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ ہیں۔ جو اُنہوں نے یورپ یا امریکہ سے میری طرف چٹھیاں لکھی ہیں۔ اور اپنی چٹھیوں میں تحریر کیا ہے۔ کہ ہمنے آپکی تصویر کو غور سے دیکھا۔ اور علم فراست کے ذریعہ سے ہمیں ماننا پڑا۔ کہ جسکی یہ تصویر ہے۔ وہ کاذب نہیں ہے۔ اور امریکہ کی ایک عورت نے میری تصویر کو دیکھکر کہا۔ کہ یہ یسُوع یعنی عیسےٰ علیہ السّلام کی تصویر ہے۔ پس اس غرض سے اور اس حد تک مینے اس طریق کے جاری ہوتے ہیں مصلحتاً خاموشی اختیار کی وانما الاعمال بالنیات اور میرا مذہب یہ نہیں ہے۔ کہ تصویر کی حرمت قطعی ہے۔ قرآن شریف[۲] سے ثابت ہے۔ کہ فرقہ جن

---

[۱] آنحضرت صلعم نے جب ملوک عجم کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ تو آپؐ سے عرض کیا گیا۔ کہ وہ بغیر مہر کوئی خط نہیں پڑھتے۔ اسپر حضورؐ نے مہر تیار کروائی (مؤلف)

[۲] یعملون لہٗ مایشاء من محاریب و تماثیل وجفان کالجواب الآیۃ (السبا ۲ ع) مؤلف

حضرت سلیمانؑ[1] کے لئے تصویریں بناتے تھے۔ اور بنی اسرائیل کے پاس مدت تک انبیاء کی
تصویریں رہیں۔ جنمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تصویر تھی اور آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وسلم کو
حضرت عائشہ کی تصویر ایک پارچہ ریشمی پر جبرائیل علیہ السلام نے دکھلائی تھی۔ اور پانی میں بعض پتھروں
پر جانوروں کی تصویریں قدرتی طور پر چھپ جاتی ہیں۔ اور یہ آلہ جس کے ذریعہ سے اب تصویر لی جاتی
ہے۔ آنحضرت صلعم کیوقت ایجاد نہیں ہوا تھا۔ اور یہ نہایت ضروری آلہ ہے جس کے ذریعہ سے
بعض امراض کی تشخیص ہو سکتی ہے۔ ایک اور آلہ تصویر کا نکلا ہے۔ جس کے ذریعہ سے انسان کی تمام
ہڈیوں کی تصویر کھینچی جاتی ہے۔ اور وجع المفاصل ونقرس وغیرہ امراض کی تشخیص کیلئے اس آلہ کے
ذریعہ سے تصویر کھینچتے ہیں اور مرض کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ ایسا ہی فوٹو کے ذریعہ سے بہت سے
علمی فوائد ظہور میں آئے ہیں چنانچہ بعض انگریزوں نے فوٹو کے ذریعہ سے دنیا کے کل جانداروں
یہاں تک کہ طرح طرح کی ٹڈیوں کی تصویریں اور ہر قسم کے پرند اور چرند کی تصویریں اپنی کتابوں میں
چھاپ دی ہیں جس سے علمی ترقی ہوئی ہے۔ پس کیا یہ گمان ہو سکتا ہے۔ کہ وہ خدا جو علم کی ترغیب
دیتا ہے۔ وہ ایسے آلہ کا استعمال کرنا حرام قرار دے۔ جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے مشکل امراض کی تشخیص
ہوتی ہے۔ اور اہل فراست کے لئے ہدایت پانے کا ایک ذریعہ ہو جاتا ہے۔ یہ تمام جہالتیں ہیں۔ جو پھیل
گئی ہیں۔ ہمارے ملک کے مولوی شاہی سکہ کے روپیہ اور دونیاں اور چونیاں اور اٹھنیاں اپنی
جیبوں اور گھروں میں سے کیوں باہر نہیں پھینکتے۔ کیا ان سکوں پر تصویریں نہیں۔ افسوس کہ یہ
لوگ ناحق خلاف معقول باتیں کر کے مخالفوں کو اسلام پر ہنسی کا موقعہ دیتے ہیں۔ اسلام نے تمام
لغو کام اور ایسے کام جو شرک کے موید ہیں حرام کئے ہیں۔ ... نہ ایسے کام جو انسانی علم کو ترقی
دینے اور امراض کی شناخت کا ذریعہ ٹھہرتے اور اہل فراست کو ہدایت سے قریب کر دیتے
ہیں۔ لیکن با ایں ہمہ میں ہرگز پسند نہیں کرتا۔ کہ میری جماعت کے لوگ بغیر ایسی ضرورت کے جو کہ مضطر
کرتی ہے۔ وہ میرے فوٹو کو عام طور پر شائع کرنا اپنا کسب اور پیشہ بنالیں۔ کیونکہ اس طرح
رفتہ رفتہ بدعات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور شرک تک پہنچتی ہیں۔ اسلئے میں اپنی جماعت کو اس جگہ
بھی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ جہاں تک ان کے لئے ممکن ہو۔ ایسے کاموں سے دستکش رہیں۔ بعض
صاحبوں کے میں نے کارڈ دیکھے ہیں۔ اور ان کی پشت کے کنارہ پر اپنی تصویر دیکھی ہے۔ میں
ایسی اشاعت کا سخت مخالف ہوں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص ہماری جماعت میں سے

[1] ملاحظہ ہو۔ الانوار المحمدیہ از مواہب اللدنیہ صفحہ ۳۸۹ مطبوعہ بیروت ۱۳۱۰ھ [2] بخاری کتاب الرؤیا

ایسے کام کا محرک ہو۔ ایک صحیح اور مفید غرض کے لئے کام کرنا اور امر ہے۔ اور ہندوؤں کیطرح جو اپنے بزرگوں کی تصویریں جابجا درو دیوار پر نصب کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے۔ ہمیشہ دیکھا گیا ہے۔ کہ ایسے لغو کام منجر بشرک ہو جاتے ہیں۔ اور بڑی بڑی خرابیاں اُن سے پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ہندوؤں اور نصاریٰ میں پیدا ہو گئیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ جو شخص میرے نصائح کو عظمت اور عزت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور میرا سچا پیرو ہے۔ وُہ اس حکم کے بعد ایسے کاموں سے دستکش رہیگا۔ ورنہ وُہ میری ہدایتوں کے برخلاف اپنے تئیں چلاتا ہے۔ اور شریعت کی راہ میں گستاخی سے قدم رکھتا ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۹۴ و ۱۹۵)

اس طویل اقتباس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا مذہب دربارہ حرمت تصویر، اسکے دلائل از روئے قرآن و حدیث و واقعات نیز اپنے فوٹو کی اصل غرض اور جماعت احمدیہ کیلئے اس باب میں ضروری ہدایات درج فرمائی ہیں۔ کوئی منصف مزاج شخص اس طویل اقتباس کے پڑھنے کے بعد آپ کے اُس فوٹو پر جو تبلیغی غرض کیلئے کھچوا دیا گیا تھا اعتراض نہیں کر سکتا۔

(۳۷) "شخصے پائے من بوسید من گفتم کہ سنگ اسود منم" (زنک ص۳۰ بحوالہ البشریٰ)

اِس پر مرتد دھرم کوٹی یہ اعتراض کرتا ہے۔ کہ:۔

"ہاں صاحب! آپ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنگ اسود بننے سے مریدوں کیلئے راستہ کھل جائیگا اور وُہ آؤ دیکھینگے نہ تاؤ۔ چٹاخ پٹاخ بوسے تو لے لیا کرینگے۔" (زنک ص۳۰)

الجواب ۱:۔ اس الہام سے "حکم" کا نتیجہ نکالنا پرلے درجہ کا دجل اور فریب کاری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی ایسا نہیں فرمایا۔ بلکہ اس الہام کے ذریعہ ایک پیشگوئی ظاہر کی گئی۔ چنانچہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا۔ اور حضرت نے اس شخص کو سخت ملامت کی۔ کہ یہ جائز عمل نہیں۔ چنانچہ وُہ واقعہ یہ ہے:۔

"ظہر کیوقت حضور علیہ السلام تشریف لائے۔ تو آپؑ کے ایک خادم آمدہ از کشمیر نے سربسجود ہو کر خدا تعالیٰ کے کلام اُسجدوا لِآدم۔ کو اسکے ظاہری الفاظ پر پورا کرنا چاہا۔ اور نہایت گریہ وزاری سے اظہار محبت کیا۔ مگر حضور علیہ السلام نے اس حرکت سے منع فرمایا۔ اور کہا۔ کہ یہ مشرکانہ باتیں ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا چاہیئے۔" (فتاویٰ احمدیہ ص۱۳۶ بحوالہ بدر ۸ فروری ۱۹۰۵ء)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام پورا ہو گیا۔ یہ نہیں کہ آپؑ نے کسی کو یہ حکم دیا۔ کہ میں سنگِ اسود ہوں۔ بلکہ الہام سے ظاہر ہے۔ کہ کوئی شخص ایسا کریگا۔ اور بطور استفہام

اُس سے پوچھیں گے۔ کہ کیا میں سنگ اسود ہوں؟

الجواب ۲:۔ چونکہ یہ الہامی معاملہ ہے۔ اسلئے رُوحانی معنوں کے لحاظ سے جو درجہ سنگِ اسود کا تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ وُہ "عہدِ عتیق" اور میثاقِ الٰہی کے لئے تصویری زبان میں بیعت پارینہ کا قائم مقام ہے۔ اور اُسی عہد کو پورا کرنے کیلئے حاجی اُسے بوسہ دیتے ہیں۔ اسی طرح انبیائے علیہم السلام اُس عہد کیلئے جسے بیعت کہتے ہیں۔ ایک "حجر اسود" ہوتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے اُن کی بیعت کی جاتی ہے۔ کہ یہ بیعت جو میثاق اوّل آدم سے شروع ہو کر خاتم الانبیاء تک ہوتی رہی۔ اور اب امت محمدیہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت مجددین اور مجدد کامل نبی اللہ پر موقوف ہے۔ پس اس بوسہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ جسمانی بوسہ نہیں بلکہ روحانی ہے معترض کا اس پر اعتراض کرنا باطل ہے؛

قولہٗ:۔ "لاہوری مرزائیو! تمہارے قادیانی دوست نواب بھی مرزا صاحب کے مزار کی بوسہ بازی سے لطف اندوز ہوتے ہیں"۔ (ترک صـ۲۱)

اقول:۔ بڑے درجہ کی بے ایمانی۔ یہودیت اور مغضوبیت انتہائی کذب بیانی لعنت ہو ایسے جھوٹوں پر جو ہماری نسبت یہ خیال کرتے ہیں۔ ہم اس شخص کو بڑے درجہ کا مشرک اور مردود و لعین سمجھتے ہیں۔ جو قبروں پر سجدہ کرے یا قبر کی بوسہ بازی کرے ——

—— ہم اُس شخص کو خارج از جماعت احمدیہ سمجھتے ہیں۔ جو قبروں کی بوسہ بازی کرے۔ خواہ وُہ قبر کسی ولی کی ہو یا کسی نبی کی۔ پس تیرا اعتراض باطل ہے؛

قولہٗ:۔ "فرماتے ہیں۔ کہ قادیان کی زمین قابل عزت ہے۔ اور لوگوں کا زیادہ ہجوم ہو جانے کی وجہ سے ارضِ حرم بن گئی۔ اب تو تمہیں حج کرنے کیلئے کعبۃ اللہ جانے کی ضرورت نہیں رہی۔ قادیان کی زمین ارضِ حرم بن گئی ہے"۔ (ترک صـ۲۱)

اقول:۔ مرتد نے حضرت مسیح موعودؑ کے جس شعر کی یہ تعریف کی ہے۔ وُہ یہ ہے:۔

(۳۸) ؎ زمینِ قادیاں اب محترم ہے ✤ ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے (ترک صـ۲۱ بحوالہ درثمین)

الجواب:۔ اس میں نہ تو قادیان میں "حج" ہونے کا امر ہے۔ اور نہ ہی کعبۃ اللہ جانے کی نفی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں لاکھوں کی تعداد میں حاجی ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے حج کیا۔ اور ہمارے موجودہ خلیفۃ المسیح ثانی نے بھی کعبۃ اللہ کا حج کیا۔

(۲) اس شعر کا صرف یہ مطلب ہے۔ کہ قادیان میں جو مخلوق خدا کا ہجوم ہوتا ہے۔ وہ ہجوم اپنے نصب العین کیوجہ سے اس زمین پر ارض حرم کی ایک مثال پیدا کرتا ہے۔ ورنہ ہجوم کی کثرت سے کوئی زمین ارض حرم نہیں بن جاتی۔ ہندوستان کے مذاہب باطلہ پر بطور دلیل کے یہ پیش کیا۔ کہ تم کعبۃ اللہ کی حرمت اور اُس کی شان کے منکر ہو۔ تو آؤ۔ تمہیں ہندوستان میں ہی ایک دلیل صدق اسلام کی دکھائی جاتی ہے۔ کہ یہ لوگ ایسے سخت سردی کے موسم میں بمع اپنے اہل وعیال کے یہاں آئے ہیں۔ یہ اس لئے آئے ہیں۔ کہ خدا کا کلام سنیں۔ تاکہ ہم پر اُس کی برکات نازل ہوں۔ اُن کی غرض نہ تجارت ہوتی ہے۔ نہ ہی میلہ۔ بلکہ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہوتے ہیں۔ پس اگر یہ نقشہ تماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ کہ بغیر کسی دنیوی غرض کے یہاں پر لوگ آتے ہیں۔ تو تم کس طرح اُس خاص "ارض حرم" کے منکر ہو سکتے ہو۔ جو کہ خدا کی واحدانیت کی ایک دلیل ہے۔

(۳) کسی مقدس جگہ کی تشبیہ دینا اپنے اندر کوئی اعتراض نہیں رکھتا۔ اور یہاں پر ارض حرم سے تشبیہ دی گئی ہے مشبہ اور مشبہ بہ عین نہیں ہوسکتے پس قادیان عین ارض حرم نہیں۔ بلکہ ارض حرم سے اُسے تشبیہ دی گئی۔ سومرند کا اعتراض جو حج کرنے کی نسبت اُس نے کیا ہے۔ سراسر الزام ہے۔

(۴) ارض حرم کے لفظی معنوں کے لحاظ سے سرزمین قادیان واقعی ارض حرم ہے۔ اور باطنی معنوں کے لحاظ سے ارضِ حرم کی مثیل۔ جیسا کہ بیت اللہ تمام مسلمانوں کیلئے حج کی جگہ مقرر ہے لیکن ہر مسجد کو بھی بیت اللہ کہا جاتا ہے مگر ہر مسجد میں فریضۂ حج ادا نہیں ہو سکتا۔ تم نے بیت اللہ شریف کے مقابلہ پر اپنی مسجدوں کو بیت اللہ بنایا۔ اور ہر ایسی مسجد کو خواہ اینٹ کی ہو یا پتھر کی تم اسکے تئیں بیت اللہ قرار دیتے ہو۔ مگر اس وجہ سے اُسے بیت اللہ نہیں کہتے۔ کہ اس مسجد میں حج کیا جائیگا۔ پس تماری تمام مسجدیں بیت اللہ کی نقل ہیں۔ اصل بیت اللہ نہیں۔

(۵) یہ الزامی جوابات نہیں بلکہ حقیقی ہیں۔ اور جو اعتراض قادیان کے ارضِ حرم ہونے پر کیا جائیگا۔ وہی اعتراض اُلٹ کر تمہیں ملزم کریگا۔ اور تمارے الزامات کی کوئی حقیقت نہیں محض استہزا ہے۔

جو ہمیشہ انبیاء اور ان کی جماعت پر کیا جاتا رہا ہے۔

قولہٗ:۔ "مرزا صاحب سنگِ اسود ہیں۔" "انا اعطینٰک الکوثر" مرزا صاحب کا الہام پہلے سے موجود ہے۔ قادیان کی گندی اور متعفن ڈھاب کو آبِ زمزم سمجھ لو۔ تمہارے "مسیح موعود" کے مزار کے قریب ہی خر دجال کا طویلہ موجود ہے۔" (ترک صـ۲۱)

اقول:۔ اس قسم کی ذہنیت۔ شائستگی اور متانت کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ مسلمان! بزرگو تم ایسے شخص کو مسلمان سمجھ رہے ہو۔ جو اسقدر آبِ زمزم کی ہتک کرتا ہے۔ اس قسم کے گندے اور لچر اعتراضات جن میں رتی بھر ایمان نہیں ہرگز قابلِ التفات نہ تھے۔ مگر اس جھوٹے ملنگ کی "تحقیق" اور اس کی شیخی کو ظاہر کرنا ہمارا مدعا ہے۔

(۱) سنگ اسود کا جواب ہم نمبر ۳۷ میں دے چکے ہیں۔

(۲) حضرت مسیح موعودؑ کا مزار ریلوے اسٹیشن سے قریباً ایک میل دُور ہے۔ اور جو شخص بھی قادیان کے حدود اربعہ سے واقف ہے۔ اُس پر خوب ظاہر ہو گیا ہو گا۔ کہ مرتد دھرم کوٹی نے عمداً تمسخرانہ انداز میں یہ لکھدیا ہے۔ ورنہ واقعات اسکے متحمل نہیں ہیں۔

(۳) مرتد دھرم کوٹی خود ضلع گورداسپور کا رہنے والا ہے۔ اور اس نے ضرور قادیان دیکھا ہو گا۔ اُسے اچھی طرح خبر ہے کہ ریلوے اسٹیشن بہشتی مقبرہ سے بہت دور ہے لیکن اُس نے عمداً اس جھوٹ کو نگین بنانے کیلئے ایسا لکھا۔ پس قارئین کرام پر خوب واضح ہو گیا۔ کہ جو اسقدر بے ایمانی اور مغالطہ دہی سے کام لیتا ہے۔ اس کا سارا رسالہ اسی قسم کے کذبات سے پُر ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ سہ

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج ⁂ تا ثریا میرود دیوار کج

مرتد نے حضرت مسیح موعودؑ کے الہام اخرج منہ الیزیدیون پر بھی تمسخر اڑایا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ قادیان یزیدیوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ پس اس کے متعلق ہم حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تشریح پیش کرتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔ "پس واضح ہو۔ کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام دمشق رکھا گیا ہے۔ جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں۔ جو یزید الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں۔ جنکے دلوں میں اللہ اور رسول کی کچھ محبت نہیں۔ اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں۔ جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ اور اپنے نفس امّارہ کے حکموں کے ایسے مطیع ہیں۔ کہ مقدسوں

ملو ترک صـ۲۱

اور پاکوں کا خون بھی اُن کی نظر میں سہل اور آسان امر ہے۔ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے"۔
(حاشیہ ازالہ اوہام ص۲۸ طبع سوم)

ناظرین کرام۔ اس حوالہ سے جو مطلب معترض لینا چاہتا تھا۔ وہ باطل ہو گیا ہے۔ کیونکہ مسیح موعودؑ نے قادیان کو دمشق سے تشبیہ دیکر فرمایا ہے۔ کہ جس طرح سرزمین دمشق میں حضرت حسین کی شہادت ہوئی۔ اسجگہ بھی ایک مثیل حسین کی شہادت کے لئے یزیدی الطبع لوگ کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ایک وقت آئیگا۔ کہ ان یزیدیوں کا کوئی بھی نام لیوا نہ ہوگا جسطرح اُن یزیدیوں کا نام لیوا کوئی نہیں۔ اور حسین کی شہادت نے جس طرح مسلمانوں کے دلوں میں عظمت پیدا کر دی۔ اسی طرح میرے اس دعوی کی عظمت ہر ایک پاک دل میں پیدا کر دیجائیگی اور اُن یزیدی الطبع لوگوں کی جو کبھی قادیان رہا کرتے تھے۔ علامت یہ فرمائی۔ جنکے دلوں میں اللہ اور اُسکے رسول کی محبت نہ ہو۔ بلا شبہ اُن یزیدیوں میں سے ایک یزیدی الطبع ملنگ دھرم کوٹی بھی ہے۔ جو بوجہ منافقت کے اسی نام کا مستحق ہے۔ جس نے اپنی خواہشات نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ کسی نے مرتد کی نسبت سچ کہا ہے ؎

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے ٭ دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

معترض نے نمبر ۳۹ سے نمبر ۴۹ تک جو حضرت مسیح موعودؑ کے حوالہ جات مبنی بر دعاوی اور الہامات پیش کئے ہیں۔ اُن میں کوئی بھی قابل اعتراض بات نہیں۔ تاہم اُنکا ترتیب وار اور مفصل جواب دیا جائیگا۔ کیونکہ اُس نے اپنی جرح میں تنوع دعاوی کو قابل اعتراض ٹھیرایا ہے۔

(۳۹) وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (ترک ص۲۲ بحوالہ انجام آتھم ص۷۸)

ترجمہ۔ (اے مرزا) ہمنے تجھے اسلئے بھیجا۔ کہ تمام جہانوں کے لئے تجھے رحمت بنائیں"۔

الجواب:۔ یہ الہام جو قرآن پاک کی ایک آیت ہے۔ اسمیں حضرت رسول کریم کو رحمت للعالمین قرار دیا گیا ہے۔ اسی طور پر اللہ تعالے نے انہی الفاظ سے بعثت ثانیہ میں آپ کے کامل بروز کو بھی جہانوں کیلئے رحمت بنایا۔ جونکہ آپ تمام قوموں کے موعود تھے۔ اسلئے تمام دنیا کیلئے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ تاکہ وہ برکات اور فیوض جو پہلی بعثت میں نازل کئے گئے تھے دوسری بعثت میں بھی وہی برکات نازل ہوں۔ اسلئے آپکو یہ خطاب دیا گیا۔ فلا اعتراض

(۴۰) "داعیاً الی اللہ اور سراج منیر یہ دو نام اور دو خطاب خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف میں دئے گئے ہیں۔ پھر وہی دونوں خطاب الہام میں مجھے دئیے گئے ہیں"۔

(ترک ص۲۲ بحوالہ اربعین ۲ ص۵)

الجواب:۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اسمیں کوئی اعتراض کی جگہ نہیں۔

(۴۱) "اسجگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہے۔ (ترک ص۲۲ بحوالہ چشمۂ معرفت ص۷۶)

الجواب:۔ مرتد نے پورا حوالہ نقل نہیں کیا۔ جس سے پورا مطلب حل ہو جاتا ہے آپ فرماتے ہیں:۔ "تب خدا آسمان سے اپنی قرنا میں آواز پھونکیگا۔ یعنی حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے جو اس کی قرنا ہے۔ ... اسجگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہے۔ کیونکہ خدا کے نبی اس کی صور ہوتے ہیں۔" (چشمۂ معرفت ص۷۶و۷۷)

(۴۲) "میں ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں۔" (ترک ص۲۲ بحوالہ لیکچر سیالکوٹ ص۳۳)

(۴۳) "ہے کرشن جی رودّر گوپال" (ترک ص۲۲ بحوالہ البشریٰ جلد اول ص۵۶)

الجواب:۔ چونکہ یہ الفاظ دوسری زبان کے ہیں۔ اسلئے معترض نے انکو "عجوبہ" کے طور پر پیش کیا ہے۔ کیونکہ عوام الناس اور خاصکر "مسلمان" ایسے الفاظ کو پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ معانی کے لحاظ سے ہر مذہب قوم اور ملک کے ناموں میں معنوی مطابقت ضرور پائی جاتی ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم کو زبان انگریزی میں ابرام کہتے ہیں۔ دریائے گنگا کو انگریزی میں گنجیز کہتے ہیں۔ اگر لال حسین کے سامنے کوئی گنجیز کہے۔ تو وہ ضرور اس بات پر تعجب کریگا۔ لیکن یہ اس کی بے علمی ہے۔ آیئے۔ ہم آپ کو بتائیں کرشن کے کیا معنی ہیں۔ اور رودّر گوپال کون ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔ (۱) "ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گذرا ہے جسکو رودّر گوپال بھی کہتے ہیں۔ اسکا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔ پھر جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کر رہے ہیں۔ وہ کرشن میں ہی ہوں۔ اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے۔ کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونیوالا تھا۔ وہ تو ہی ہے۔ آریوں کا بادشاہ اور بادشاہ سے مراد صرف آسمانی بادشاہت ہے۔ ایسے لفظ خدا کے کلام میں آجاتے ہیں۔ مگر معنی روحانی ہوتے ہیں۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۸۵)

(۲) فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے کشفی حالت میں بارہا مجھے اس بات پر اطلاع دی ہے۔ کہ آریہ قوم میں کرشن نام ایک شخص جو گذرا ہے۔ وہ خدا کے برگزیدوں اور اپنے وقت کے نبیوں میں سے تھا اور ہندوؤں میں اوتار کا لفظ درحقیقت نبی کے ہم معنی ہے۔ اور ہندوؤں کی کتابوں میں ایک پیشگوئی ہے۔ اور وہ یہ کہ آخری زمانہ میں ایک اوتار آئیگا۔ جو کرشن کے صفات پر ہوگا۔ اور اُسکا بروز

ہوگا۔ اور یہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ وُہ میں ہوں۔ کرشن کی دو صفت ہیں۔ ایک رودّر یعنی درندوں اور سؤروں کو قتل کرنیوالا یعنی دلائل اور نشانوں سے۔ دوسرے گوپال یعنی گایوں کو پالنے والا۔ یعنی اپنے انفاس سے نیکوں کا مددگار اور یہ دونو صفتیں مسیح موعود کی صفتیں ہیں۔ اور یہی دونو صفتیں خدا تعالےٰ نے مجھے عطا فرمائی ہیں۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳۰)

(۳) معترض نے لیکچر سیالکوٹ کا حوالہ تو دیدیا۔ کہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ میں ہندوں کیلئے کرشن ہوں۔ مگر اُس نے بڑی خیانت سے کام لیا ہے۔ اور صرف اسی حوالہ میں نہیں بلکہ سارے رسالہ میں اس نے یہی وطیرہ اختیار کیا ہے۔ کہ دیکھو مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ میں مہدی ہوں۔ اسکے آگے نمبر ۲ لکھدیا کہ محدّث ہوں۔ بھلا یہ بھی کوئی دلائل ہیں۔ اور پھر ان پر جو جرح کی جاتی ہے۔ وُہ ہر پانچ نمبروں یا دس نمبروں کے بعد وُہ جرح کیا ہوتی ہے۔ عمرو بن ہشام کی تفسیر۔ مسیلمہ کذّاب کا بناوٹی قرآن۔ کلیات آریہ مسافر کی نقل۔ میڈن تھیٹر کلکتہ کے چیف کومک ایکٹر کے خرافات۔ آیئے۔ اور پڑھیے۔ حضرت مسیح موعود اپنے لیکچر سیالکوٹ میں فرماتے ہیں:۔

(الف) "وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے۔ اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے۔ کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ جاہل مسلمان[۱] اسکو سُنکر فی الفور یہ کہینگے۔ کہ ایک کافر کا نام اپنے پر لیکر کفر کو صریح طور پر قبول کیا ہے۔ لیکن یہ خدا کی وحی ہے۔ جس کے اظہار کئے بغیر میں رہ نہیں سکتا۔ اور آج یہ پہلا دن ہے۔ کہ ایسے بڑے مجمع میں اس بات کو میں پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ جو لوگ خدا کیطرف سے ہوتے ہیں۔ وُہ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ اب واضح ہو۔ کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے۔ درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا۔ جسکی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جسپر خدا کیطرف سے رُوح القدس اُترتا تھا۔ وُہ خدا کیطرف سے فتحمند اور با اقبال تھا۔ جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا۔ وُہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا۔ جسکی تعلیم کو پیچھے سے بہت باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔ وُہ خدا کی محبت سے پُر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳ و ۳۴)

---

[۱] کیونکہ مسلمانوں کا عام تعلیم یافتہ گروہ کرشن کو پاک مانتا ہے۔ جو آئندہ صفحات میں مذکور ہے۔ (مؤلف)

تناسخ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔
(ب) "اب میں بحیثیت کرشن ہونیکے آریہ صاحبوں کو اُن کی چند غلطیوں پر تنبیہ کرتا ہوں۔۔۔۔۔ (قدامت روح و مادہ کی تردید کے بعد فرماتے ہیں۔ ناقل) اس غلطی نے ایک اور غلطی میں آریہ صاحبوں کو پھنسا دیا ہے۔ جسمیں اُن کا خود نقصان ہے۔ اور وُہ یہ کہ آریہ صاحبوں نے مکتی کو میعادی ٹھہرایا ہے۔ اور تناسخ ہمیشہ کیلئے گلے کا ہار قرار دیا گیا جس سے کبھی نجات نہیں۔ یہ بخل اور تنگدلی خدائے رحیم و کریم کیطرف منسوب کرنا عقل سلیم تجویز نہیں کر سکتی" (لیکچر سیالکوٹ صہ ۳۵)
(۴۴) "برہمن اوتار سے مقابلہ کرنا اچھا نہیں" (تزک صہ ۲۲ بحوالہ البشریٰ جلد دوم صہ ۱۱۶)
(۴۵) "آریوں کا بادشاہ" تزک صہ ۲۲ (بحوالہ البشریٰ جلد اوّل صہ ۵۶)
الجواب:۔ اوّل تو ان کا جواب پہلے ہی نمبروں میں آچکا ہے۔ اور لیکچر سیالکوٹ کی عبارت سے عیاں ہے۔ کہ حضور نے بحیثیت کرشن ہونیکے آریوں کی غلطیوں کی توضیح فرمائی ہے۔ اور روحانی بادشاہ کا یہی کام ہوتا ہے۔ کہ عقائد فاسدہ کی اصلاح کرے! اور برہمن اوتار کے معنی خدا کا نبی کے ہیں۔ برہما خدا کا نام ہے۔ اور اوتار کے معنی لیکچر سیالکوٹ میں خود حضرت مسیح موعودؑ نے نبی بتلائے ہیں۔ صہ ۳۴ طبع دوم۔
(۲) جسطرح حضرت مسیح ناصری نے کہا تھا۔ کہ میں یہودیوں کا بادشاہ ہوں۔ اسی طرح مسیح قادیانی نے فرمایا۔ کہ خدا نے مجھے آریوں کا بادشاہ قرار دیا ہے۔ وہاں یہودی خیالات لازمی نہ تھے۔ یہاں آرین عقاید ضروری نہیں۔ حضرت مسیح ناصری نے فرمایا تھا۔ کہ میری بادشاہت دنیا کی نہیں (یوحنا ۱۸/۳۶) اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔ ؎

مجھکو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا ÷ مجھکو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں ÷ آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار
ملک روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر ÷ گو بہت گذرے ہیں دُنیا میں امیر و تاجدار

کرشن اور اہل اسلام

اب ہم یہ بتائیں گے۔ کہ کرشن کے متعلق دوسرے لوگوں کے کیا خیالات ہیں۔ چنانچہ ذیل میں وہ حوالجات درج ہیں:۔
(۱) حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی تحریر فرماتے ہیں:۔
"در امم سابق سرکہ ملاحظہ میکند کم بقعہ ے یابد کہ در آنجا بعثت پیغمبرے نشدہ باشد

حتیٰ کہ در زمینِ ہند کہ دور از یں معاملہ مے نماید کہ نیز مے یابد کہ اہل پیغمبراں مبعوث شدہ اند و دعوت بصانع جلشانہ فرمودہ اند و در بعضے از بلادِ ہند محسوس میگردد کہ انوارِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات در ظلماتِ شرک در رنگِ مشعلہا افروختہ اند"
(مکتوبات امام ربانی جلد اوّل مکتوب ۲۵۹)

(۲) مولوی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:۔
"یہ بھی یاد رہے۔ کہ حضرت کرشن علیہ السلام خدا کے ایک برگزیدہ اور راستباز انسان تھے اور وہ اپنے زمانہ میں اپنی قوم کیلئے خدا کیطرف سے نذیر ہو کر آئے تھے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر اس آیت سے یہ صاف نکلتا ہے۔ کہ ہر ملک اور ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہو چکے ہیں"۔ (تفسیر وحیدی زیر آیت وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر)

(۳) مولوی عبید اللہ صاحب مؤلف تحفۃ الہند لکھتے ہیں:۔
"ہو سکتا ہے۔ کہ اس ملک (ہند) میں حق تعالےٰ کیطرف سے بعض انبیاء بھی مبعوث ہوئے ہوں۔ ... کیونکہ احتمال ہے۔ کہ شاید یہ باتیں جو انکی نسبت انکی پوتھیوں میں لکھی ہیں جھوٹ ہوں۔ (رسالہ تحفۃ الہند صلا)

(۴) مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔
"ہندوستان کے پیغمبر افسانوں کے حجاب میں گم ہیں"۔ (سیرۃ النبی جلد ۱ صہ۳)

(۵) مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں:۔
(الف) "راجندر۔ کرشن نبی تھے"۔ (ست دھرم پرچار صہ۳ مصنفہ مولانا موصوف)
(ب) "کیا عجب ہے۔ کہ جسکو ہندو صاحب اوتار کہتے ہیں۔ اپنے زمانہ کے نبی یا ولی یعنی نائب نبی ہوں۔ قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد ہے۔ منھم من قصصنا الخ ... سو کیا عجب ہے۔ کہ انبیاءِ ہندوستان بھی انہی نبیوں میں سے ہوں۔ جنکا تذکرہ آپ سے نہیں کیا گیا۔ رہی یہ بات کہ اگر ہندوؤں کے اوتار انبیاء یا اولیاء ہوتے تو دعویٰ خدائی نہ کرتے اور افعالِ ناشائستہ مثل زنا چوری وغیرہ ان سے سرزد نہ ہوتے۔ حالانکہ اوتاروں کے معتقد یعنی ہندو ان دونوں باتوں کے معتقد ہیں۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ یہ دونوں باتیں بیشک اُن سے سرزد ہوئی ہیں۔ سو اس شبہ کا جواب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جیسے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیطرف دعویٰ خدائی نصاریٰ نے منسوب کر دیا ہے۔ اور دلائل عقلی و نقلی اسکے مخالف ہیں۔ ایسے ہی کیا عجب ہے کہ سری کرشن اور سری رامچندر کیطرف بھی یہ دعویٰ

بدروغ منسوب کردیا ہو" (مباحثہ شاہجہانپور مطبوعہ سہارنپور مابین مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی و دیانند سرسوتی صـ۳۱)

(۶) "میں مجمل طور پر ہندوستان کے دو نامور بزرگوں سری رامچندر جی اور سری کرشن جی کے حالات پیش کرتا ہوں ...... یہ لوگ واقعی ہندوستان کے رسول تھے" (لیکچر ہندوستان کے دو پیغمبر صـ۹)

(۷) خواجہ حسن نظامی صاحب لکھتے ہیں:-

(الف) "سری کرشن بھی ہندوستان کے ہادی تھے۔ اُنکو بھی ایک بڑی اور اعلیٰ قوم کی رہبری پر مامور کیا۔" (کرشن بیتی صـ۳۹)

(ب) "سری کرشن کی ذات درحقیقت اللہ تعالےٰ کی جانب سے ظالموں کی تباہی اور بربادی کے لئے مامور ہوئی تھی" (کرشن بیتی صـ۹۱)

(۸) مولوی محمد علی مونگیری نے لکھا ہے:-

"حضرت کے پیشتر یہ لوگ (کرشن و رامچندر) مسلمان تھے" (رسالہ ارشاد رحمانی و فضل یزدانی طبع اول صـ۴۷)

(۹) حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کے متعلق لکھا ہے: کہ کرشن کے متعلق ایک کشف پر آپ نے فرمایا:-

"اسکی تعبیر دوسری ہے۔ جتنے لوگ گذر گئے ہیں۔ اُنہیں سے کسی خاص شخص پر کفر کا حکم لگانا بغیر ثبوت شرعی جائز نہیں ہے۔ اور ان دونوں (کرشن و رامچندر) کا حال نہ قرآن مجید میں ہے، نہ حدیث میں۔ اور قرآن مجید میں آچکا ہے۔ کہ ہر قریہ میں ہدایت کرنیوالا گذرا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ہنود میں بھی کوئی ہادی گزرا ہوگا۔ اس تقدیر ہو سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ اپنے عہد میں ولی ہوں یا نبی" (رسالہ ارشادِ رحمانی طبع اوّل صـ۴۲)

(۱۰) ظفر علی خان اڈیٹر زمیندار لاہور لکھتا ہے:-

"کوئی قوم اور کوئی ملک ایسا نہیں۔ جسکی برائیوں کی اصلاح کے لئے خدائے بزرگ و برتر نے خاص خاص اوقات میں اپنا کوئی برگزیدہ بندہ یا نبی یا مرسل یا مامور کے طور پر مبعوث نہ کیا ہو سری کرشن نبیوں کے اسی عالمگیر سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے"

(اخبار پرتاپ لاہور کا کرشن نمبر ۲۸ اگست ۱۹۲۹ء)

ناظرین کرام! ان دس حوالجات سے بخوبی ظاہر ہے۔ کہ حضرت کرشن کے متعلق قرآن مجید کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو وضاحت فرمائی ہے مسلمانوں کے سمجھدار طبقہ نے بھی اُسی پر صاد کیا ہے۔ اور وہ اجمالاً یا تفصیلاً کرشن کی بزرگی کے قائل

سلہ یہ لیکچر انجمن حمایت اسلام لاہور کے بائیسویں سالانہ جلسہ میں ہزاروں مسلمانوں کے روبرو پڑھا گیا۔ (مؤلف)

ہوئے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود کا دعویٰ "کرشنیت" حق ہے۔

(۱۶۸) "ابین الملک جے سنگھ بہادر" (ترک صد۲۲ بحوالہ البشریٰ جلد دوم صد۱۱۸)

اس الہام سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحبؑ "جے سنگھ بہادر" تھے چنانچہ مرند دھر کوٹی نے لکھا ہے:۔

(۱) "محدثیت۔ مجددیت۔ مہدویت۔ مسیحیت۔ محمدیت۔ کرشنیت۔ جے سنگھیت ظلیت۔ بروزیت نبوت وغیرہ کے دعاوی کر بیٹھے"۔ (ترک صد۹)

(۲) "کہ خود مرزا صاحب کے ڈھانچے میں محمدؐ، احمدؐ، عیسےٰؑ، موسیٰؑ، ابراہیمؑ، کرشن، برہمن اوتار، جے سنگھ بہادر وغیرہ وغیرہ مختلف ہستیاں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں"۔ (ترک صد۲۳)

الجواب:۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ان تمام دعاوی پر جنکا آپؑ نے اپنی کتب میں اپنی تقریرات و تحریرات میں اعلان فرمایا ہے۔ معترض کا حق تھا۔ کہ وہ کسی قسم کا اعتراض کرے۔ اور ہمارا حق ہے کہ ہم اسکے ہر ایک اعتراض کا جواب دیں۔ مگر یہ کتنی بڑی حماقت اور بے ایمانی ہے کہ ایک الہام کسی کے متعلق ہوتا ہے۔ اور اُسکو آپؑ کے دعاوی کے اندر داخل سمجھا جاتا ہے۔ کیا لال حسین ثابت کر سکتا ہے کہ مسیح موعودؑ نے جس طرح اپنی کتب میں محدثیت۔ مجددیت۔ مہدویت۔ مسیحیت۔ کرشنیت کا اعلان فرمایا۔ کسی ایک کتاب میں بھی اس الہام کے متعلق تشریح فرمائی ہو۔ کہ میں "ابین الملک جے سنگھ بہادر" ہوں۔ ہرگز ثابت نہیں

(۲) یہ الہام اُسی طرح کا ہے۔ جسطرح آپؑ کا الہام ہے۔ کہ "آہ نادر شاہ کہاں گیا"۔ اب اس سے کوئی نادان یہ سمجھ لے۔ کہ اس سے مراد خود حضرت مرزا صاحبؑ ہیں۔ تو اسکی یہ پرلے درجہ کی تحریف بلکہ حماقت ہوگی۔ پس اس قسم کے الہامات پر اعتراض کرنا جنکے متعلق آپؑ نے تشریح نہیں فرمائی۔ "مدعی سُست گواہ چست" والا معاملہ ہوگا۔ ہمیں اور معترضین کو کوئی حق نہیں۔ کہ ہم ایسے الہامات کی خود تشریح کریں۔ اور یہ اعتراض کہ ان کی تشریح کیوں نہیں کیگئی۔ نہیں پڑسکتا کیونکہ قرآن جیسی ضروری کتاب اور شریعت کے اکثر بھید بھی ابھی تک مخفی ہیں۔ اور معترض کے عقیدہ کے موافق حروف مقطعات کے کوئی معنی نہیں۔ جب قرآن پاک کی وحی کی یہ حالت ہو۔ تو تم کس زبان سے کسی ولی یا نبی یا غوث کے الہام کے متعلق یہ اعتراض کر سکتے ہو۔ کہ اس الہام کے کوئی معنی اور کوئی تشریح نہیں کی گئی ؂

(۳) پس یہ الہام کسی ایسے شخص کے متعلق ہے۔ جو اس نام اور اس خطاب کے پلنے کا مستحق ہوگا۔ خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھنے والا ہو۔

مرتد دھرم کوٹی نے نمبر ۴۱ سے نمبر ۴۹ تک جو حوالے پیش کئے ہیں۔ اُن سے ہمارا کلی اتفاق ہے۔ نمبر ۴۷ کے مطابق واقعی آپ کا قدم اُس منارہ پر تھا جہاں اُمت محمدیہ کے تمام گذشتہ مجددین اور صوفیائے کرام کا قدم نہ پہنچا تھا۔ آپ سے پہلے اُمت محمدیہ میں جسقدر اولیائے کرام گذرے ہیں۔ وُہ خاص خاص قوم اور ملک کیلئے مامور کئے گئے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود حضرت محمد مصطفےٰ کے بروز اتم ہونیکے لحاظ سے تمام جہان کیلئے مبعوث ہوئے نمبر ۴۸ اور نمبر ۴۹ کے مطابق واقعی آپؑ کا تخت تمام اولیائے کرام کے تختوں سے اونچا بچھایا گیا۔ اور پہلے اولیائے کرام کو وُہ چیز (نبوت) نہیں دی گئی جو آپؑ کو اللہ تعالےٰ نے عطاء فرمائی۔ فلا اعتراض۔

قولہٗ: "ان الہامات میں عجیب وغریب دعاوی اور نام مرزا صاحب کیطرف منسوب کرے گئے۔ ہم حیران ہیں۔ کہ فردِ واحد اتنے ناموں اور متباین عہدوں کا مصداق کسطرح ہو سکتا ہے کیا کوئی مرزائی ہے۔ جو اپنے گورو کی ان بھول بھلیوں کو حل کرے" (ترک ص۲۲)

جواب اوّل:۔ اسبات کا جواب ہم اس فصل کے ابتدا میں دے چکے ہیں۔ کہ تنوع دعاوی پر اعتراض کرنا لاعلمی ہے۔ افسوس کہ اگر مُرتد کو واقفیت دین ہوتی۔ تو وہ ہرگز اسپر حیران نہ ہوتا جبکہ وُہ بھی اس بات کو مانتا ہے۔ کہ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزار نام تھے۔ پڑھیئے "وذکر ابن العربی ان للہ الف اسم وللنبی صلی اللہ علیہ وسلّم الف اسم"۔ (مجمع البحار جلد ۱ ص۳۰ زرقانی شرح موطا جلد ۴ ص۲۴۸) اور ماحی۔ حاشر۔ احمدؐ۔ عاقب وغیرہ تو بہت مشہور ہیں۔ اب اگر حضرت مرزا صاحبؑ کے اللہ تعالےٰ کیطرف سے چند نام رکھے گئے تو اس میں کونسا حرج لازم آگیا؟

(۲) اگر معترض کو اہلِ منطق کا مشہور مقولہ "لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ" یاد نہ تھا تو اسے اتنا تو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ زیدؔ مختلف حیثیات کے لحاظ سے باپ۔ بیٹا۔ بھائی داماد۔ خاوند۔ سالہ۔ بہنوئی۔ خسر۔ ماموں۔ چچا وغیرہ ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر آنیوالے موعود کے لئے جو موعود کل ادیان ہے۔ ان قوموں کے لحاظ سے مسیح۔ مہدی اور کرشن وغیرہ رکھے گئے ہیں تو اس پر شپرہ چشم معاند کیوں آتش در نعل ہو رہے ہیں۔ سچ ہے:۔

پھر دوبارہ آگئی احبار میں رسم یہود ٭ پھر مسیح وقت کے دشمن ہوئے یہ جبہ دار

(۳) ہم بھی حیران ہیں۔ کہ لال حسین فردِ واحد اور نام "مولانا۔ اختر۔ مبلغ اسلام مصنف ترک مرزائیت۔ غلافتی۔ جبل کا نمبردار۔ زبان بند مجرم۔ پہلے حنفی پھر لاہوری مرزائی۔

سیکرٹری ایسوسی ایشن۔ ایڈیٹر پیغام صلح محصل منقوش ابیض۔ اورنٹل کالج کا مفرور۔ اوکاڑ منڈی کا چوکیدار۔ گھی سٹور کا منیجر۔ پھر مرتد ہو کر حنفی۔ کتب فروش۔ کامیاب مبلغ۔ اور اب ماہ مارچ ۱۹۳۳ء میں تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۰۷ کا مجرم اور قیدی۔ اتنا غضب کہ سائیں لال حسین اتنے ناموں اور متباین عہدوں کا مصداق ہو گیا۔ اور پھر لطف یہ ہے۔ کہ یہ سب عہدے اور اسمائے گرامی گھر کے بنائے ہوئے نہ وہ اختر ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ نہ وہ مبلغ اسلام ہے۔ نہ وہ احمدی تھا۔ اور اب حنفی بھی نہیں۔ بلکہ ہم سچ کہتے ہیں۔ کہ وہ منقوش ابیض کا متلاشی ہے۔ جدھر زیادہ آمدنی دیکھی ادھر کا ہو گیا۔ گویا کہ اس نے ایک ایسے مذہب کی پیروی اختیار کر رکھی ہے۔ جو عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء کا مذہب تھا۔ کیا لال حسین کا حق نہیں کہ وہ ان اپنی بھول بھلیوں کو حل کرے۔ اور گنبد کی صدا پر کان دھرے۔

؎ مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے ✣ آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کر

قولہٗ:۔ ”مرزا صاحب نے کئی جگہ لکھا ہے۔ اور مرزائی بھی ابتک اسی لکیر کو پیٹ رہے ہیں۔ کہ حدیث میں مسیح ناصری اور مسیح موعود کے دو علیحدہ علیحدہ حلیے موجود ہیں۔ اس لئے مسیح ناصری ان دو حلیوں کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ خود مرزا صاحب کے ڈھانچے میں محمدؐ، احمدؐ، عیسےٰ، موسیٰ، کرشن، برہمن اوتار، جے سنگھ بہادر وغیرہ وغیرہ مختلف ہستیاں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔“ (ترک ص۲۲و۲۳)

اقول:۔ واہ رے تیری مولویت۔ اتنا بھی نہ سمجھ سکا۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام نے جو دو علیحدہ علیحدہ حلیے حدیث سے ثابت کئے ہیں۔ وہ آپؑ کے دعویٰ بروزیت اور مظہریت انبیاء علیہم السلام کی بڑی زبردست دلیل ہیں۔

(۱) ان دو حلیوں سے ثابت کیا۔ کہ مسیح ناصری مر گیا۔ اور اب وہ مسیح ناصری نہیں آئیگا۔

(۲) اگر وہ نہیں آئیگا۔ تو پھر کون آئیگا۔ وہی جو صحیح بخاری میں ابن مریم کے نام سے موسوم کیا گیا اور اس کا حلیہ علیحدہ بتایا گیا۔

(۳) یعنی مسیح ناصری کا مثیل آئیگا۔ کیونکہ مسیح ناصری اور مسیح محمدی دونوں علیحدہ علیحدہ دکھائے گئے۔

(۴) آپکے دو حلیے بیان کرنے ان مختلف ہستیوں کے اندر جمع ہونیکی دلیل ہیں۔ مسیح ناصری اس پہلے حلیے کیساتھ نہیں آسکتا۔ کیونکہ جس وجود کا حلیہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ وجود فانی ہو چکا ہے۔ اسلئے اب آئندہ جو مسیح آئیگا۔ وہ اس وجود کے حلیے پر نہیں آئیگا۔ بلکہ مسیح ناصری کا مثیل ہو کر آئیگا۔

(۵) مرتد کو یہ سمجھ نہیں آئی۔ کہ مرزا صاحب نے اپنے تئیں کیوں محمدؐ، احمدؐ وغیرہ مختلف ہستیوں کا مصداق بنایا ہے۔ حالانکہ اُس نے خود نمبر ۱۲ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ حوالہ پیش کیا ہے۔ کہ:۔
"اس زمانہ میں خدا نے چاہا۔ کہ جسقدر راستباز اور مقدس نبی گذر چکے ہیں۔ ایک ہی شخص کے وجود میں اُن کے نمونے ظاہر کئے جائیں"۔ (نزک صہ ۱۲ بحوالہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

پس حضرت مسیح موعودؑ نے جو دو حلیئے بیان فرمائے ہیں۔ وہ وفات مسیحؑ ناصری اور آمد مثیل مسیح ناصری کی دلیل ہیں۔ اور مختلف ہستیاں جو جمع کیگئی ہیں۔ وہ مماثلت کے لحاظ سے یعنی ایک وجود میں تمام اُن ہستیوں کی صفات آگئیں۔ فیصلہ یہ ہؤا۔ کہ مسیح ناصری تو اُن دو حلیوں کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ لیکن مرزا صاحب اُن تمام نبیوں کی صفات کے مصداق ہیں۔ نہ کہ حلیوں کے۔

(۵۰) "یحمدك الله من عرشه یحمدك الله ویمشی الیك" (نزک صہ ۲۳ بحوالہ انجام آتھم صہ ۵۵)
ترجمہ:۔ خدا عرش پر سے تیری حمد کرتا ہے۔ اور تیری طرف چلا آتا ہے"۔
مرتد دھرم کوٹی اس الہام پر اعتراض کرتا ہے۔ کہ:۔
"مرزا صاحب نے یہ نہیں بتایا۔ کہ خدا تعالیٰ مرزا صاحب کے پاس پہنچا بھی تھا یا نہیں"۔ (ترک صہ ۲۳)

الجواب:۔ اس اعتراض کا جواب لکھتے وقت مجھے خیال آیا۔ کہ دیکھیں "عشرہ کاملہ" میں بھی اس پر کوئی اعتراض کیا گیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ میں نے "تفہیمات ربانیہ" فصل چہارم صہ ۱۶۶ پر دیکھا۔ کہ مکذب پٹیالوی نے اس الہام کے حصہ یحمدك الله من عرشه پر اعتراض کیا ہے۔ لیکن یمشی الیك پر نہیں کیا۔ اُسوقت مجھے خیال گذرا کہ مرتد دھرم کوٹی نے عمداً اُس حصہ کو چھوڑ دیا جس حصہ پر مکذب پٹیالوی اعتراض کر چکا ہے۔ اور فاضل جالندھری نے اپنی کتاب "تفہیمات ربانیہ" کے صہ ۱۶۶ سے صہ ۱۷۵ تک ایسا مُسکت جواب دیا ہے۔ کہ مرتد کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور اس نے یمشی الیك پر معمولی سا اعتراض کردیا۔ اسلئے اسوقت کی بحث کو مدنظر رکھکر کوئی ضرورت نہیں۔ کہ یحمدك الله من عرشه کی تشریح کریں۔ باقی حصہ الہام یعنی (ویمشی الیك) کے متعلق جواب یہ ہے۔ کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

"من اتانی یمشی اتیتهٗ هرولة"۔ (مسلم جلد ۲ باب التقرب الی اللہ)
ترجمہ:۔ کہ جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے۔ میں اسکے پاس دوڑ کر آتا ہوں"۔

پس جن معنوں میں اللہ تعالیٰ کیلئے دوڑ کر آنا اس حدیث سے ثابت ہے۔ اُنہی معنوں میں اُس کے لئے مشی (آنا) بھی ثابت ہے۔ اگر مقربین کے پاس خدا دوڑ کر آتا تھا۔ تو ضرور ہے۔ کہ

حضرت مرزا صاحب کے پاس بھی پہونچ گیا ہوگا۔ کیونکہ پہلے مقرب لوگوں کے پاس خدا تعالیٰ کا ذکر پہنچا کرتا تھا۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

(۵۱) " انت اسمی الاعلیٰ "۔ (ترجمہ) اے مرزا تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔ (نزرک صہ ۲۳)

الجواب:۔ مندرجہ بالا الہام کا ترجمہ اُس نے خود کیا ہے۔ کہ "مرزا صاحب" خدا کا سب سے بڑا نام ہیں۔ لیکن نہایت مکاری کیساتھ اسپر اعتراض کرتا ہے۔ کہ "خداوند تعالےٰ کا سب سے بڑا نام غلام احمدؐ ہے"۔ حالانکہ الہام میں "غلام احمدؐ" کا لفظ موجود نہیں ہے۔ بلکہ مرزا صاحب کی ہستی کو "خدا کا نام" قرار دیا گیا۔ ہاں اگر الہام میں اسطرح مذکور ہوتا۔ کہ اے مرزا تیرا نام میرا سب سے بڑا نام ہے۔ تو پھر معترض اگر یہ اعتراض کرتا۔ تو ہم اس کا بھی جواب دیتے۔ لیکن اُس نے جو اُس سے مفہوم لیا ہے۔ وُہ اس الہام کی مستقل شان کیخلاف ہے۔ اس الہام کا مفہوم ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ "اسلام" خدا کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور قرآن مجید نے حضرت رسُول کریم صلعم کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ قرار دیا ہے۔ اور جو صفاتی نام اُس ذات جل شانہٗ کے قرآن نے بیان فرمائے ہیں۔ اُنہی ناموں سے آنحضرت صلعم کو بھی موسُوم کیا گیا ہے۔ اور صوفیائے کرام کا بھی یہی مذہب ہے۔ کہ چونکہ عارف باللہ لوگ فنافی اللہ اور بقا باللہ ہو جاتے ہیں۔ اور اُسکی قدرتوں کا ظہور انکی ہستی سے ہوتا ہے۔ اس مظہریت کے طفیل وُہ خدا کے نام کہلاتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی تمام صفات اور تمام اسمار کا ظہور اُن کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ مولوی عبد الحق صاحب محدث لکھتے ہیں:۔

"عارف کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اور اس کی زبان خدا کی زبان اور اس کی آنکھ خدا کی آنکھ ہو جاتی ہے۔ (حالانکہ درحقیقت خدا ان اعضاء سے پاک ہے) چنانچہ اس حدیث میں فکنت سمعہ الذی یسمع بہ اسی طرف اشارہ ہے۔ اور اسی مرتبہ میں وحدت وجود کا راز کھلتا ہے۔۔۔۔ ۔۔۔ پس یہ انسان کا کمال انتہائی ہے۔ سو یہ مرتبہ خاص انبیاء علیہم السلام کو اور اُن سے کچھ اُتر کر اُن کے متبعین اولیاء کرام کو نصیب ہوتا ہے"۔ (مقدمہ تفسیر حقانی صہ ۱۲۰)

(۲) قرآن مجید نے انبیاء کو کلمہ قرار دیا ہے۔ پس جس طرح نبی خدا کا کلمہ تھے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب خدا کا نام تھے۔ اور یہ ایک نیا انکشاف نہیں بلکہ پرانا ہے۔ صرف آنکھوں پر سے تعصب کی پٹی ہٹانے کیضرورت ہے۔ اس قسم کے استعارات تمام آسمانی کتب میں پائے جاتے ہیں۔ اگر ان استعارات کو درست تسلیم کیا جاتا ہے۔ تو انپر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ جیسا وُہ خدا کا کلام ہے۔ ایسا ہی یہ بھی خدا کا کلام ہے۔ اگر درست ہیں۔ تو دونوں

درست ہیں۔ اور غلط ہیں تو دونوں غلط ہیں۔ فلا اشکال فیہ۔

(۵۲) "انت مدینۃ العلم"۔ اے مرزا تو علم کا شہر ہے۔" (ترک ص۲۳)

الجواب:۔ درست ہے۔ بیشک حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم مدینۃ العلم تھے۔ حضرت علیؓ "دروازہ" تھے۔ ہمارا بھی یہی مطلب ہے۔ لیکن یہ بات تمہیں کیوں بھول گئی۔ کہ جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ فیصلہ کر دیا۔ کہ میں آنحضرت صلعم کے نام کا مظہر اتم ہوں۔ ظلّی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں۔" (ترک ص۱۱) تو پھر اعتراض کا کونسا مقام ہے۔

اے حق کے دشمن! جب مرزا صاحب آنحضرتؐ کے مظہر اتم ہیں۔ تو مدینۃ العلم ہونے میں کیا شک ہے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ آپ علم بلکہ تمام علوم کے شہر تھے۔ اور اس شہر میں "جو تکمیل اشاعت ہدایت کیلئے بسایا گیا۔" بڑے بڑے عالیشان دروازے موجود ہیں۔ مگر تجھ ایسے شپرہ چشم کو دکھائی نہیں دیتے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ؛ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(۲) ہم حدیث نبوی کو صدق دل سے حق سمجھتے ہیں۔ اور اپنے مقدس "کرشن علیہ السلام" کے الہام کو بھی مانتے ہیں۔ مگر لگے ہاتھ تم یہ بتاؤ۔ کہ نمبر ۱۰ کے مطابق اگر مرزا صاحب خدا کا نام نہیں ہو سکتے۔ تو آنحضرتؐ علم کا شہر کس صورت میں تھے۔ اگر آپؐ یوں فرماتے کہ میں علم کا خزانہ یا منبع ہوں۔ تو معترض سمجھ لیتا۔ لیکن "شہر" سے مراد کیا اینٹوں پتھروں کا بنا ہوا شہر ہے یا مجاز کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ قارئین کرام پر یہ امر خوب واضح ہو گیا۔ کہ جو الفاظ بطور استعارہ یا مجاز خدا کے کلام میں آ جاتے ہیں۔ اُن سے حقیقی معانی مراد لینا سخت غلطی ہے۔ مثلاً ایک فقرہ ہے۔ "کہ کابل کے شیروں نے ہندوستان پر حملہ کیا"

تو اس فقرہ سے مراد اگر ایک شخص یہ لے۔ کہ کابل کے جنگل کے درندے شیروں نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ تو ایسے شخص کو جاہل سمجھا جائیگا۔ اصل مطلب یہاں شیروں سے کابل کے "بہادر" ہیں۔ مرتد دھرم کوٹی کے جسقدر اعتراضات ہیں۔ وہ سب بازیچۂ اطفال ہیں۔ اور ان اعتراضات کا جواب کئی سال بیشتر بارہا مکذّبین سلسلہ کو دیا جا چکا ہے۔ لیکن اسکے "نئے مطالبہ" کو نظر انداز کرنا بھی ہم اچھا نہیں سمجھتے۔ تاکہ دشمن کو یہ کہنے کا موقع ہی نہ ملے۔ کہ لو جی۔ اگر لاہوری جماعت مجھے جواب نہ دے سکی۔ تو قادیانی جماعت ہی دے دیتی۔ پس مرتد کے اس خیال کو بھی مدنظر رکھکر ہمنے اُسکے تمام ضمنی اعتراضات کے بھی پرخچے اڑا دیے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ

(۵۲)[1] "اِنّی ھمی الرحمٰن" (ترجمہ) میں خدا کی باڑ ہوں۔" (ترک صہ ۲۳)

الجواب:- تمہارے اعتراض کی دو صورتیں ہیں۔ جیسا کہ تم نے حاشیہ میں لکھا ہے۔ کہ ہیں اس طرز انشاء کا ذمہ وار نہیں۔ یعنی ھمی لغت میں بمعنے آبِ رواں آیا ہے۔ اور باڑ کے لئے حمی چاہیئے تھا۔ پس دونوں صُورتیں قابلِ اعتراض نہیں۔

صُورت اوّل:- معترض نے "باڑ" سے یہ مفہوم لیا ہے۔ کہ "زمیندار کھیت کے گرد جو باڑ لگایا کرتے ہیں۔" (ترک صہ ۲۴) اور اس سے خدا تعالیٰ کی حفاظت مقصود ہے۔ لیکن اسکو معلوم نہیں۔ کہ خدا کی باڑ ہونے سے خدا کی حفاظت مطلوب نہیں۔ بلکہ خدا کے دین کی حفاظت مقصود ہے، جیسا کہ کلمہ طیبہ کو باڑ کہا گیا ہے۔ اور پھر جیسا کہ ہم کہتے ہیں۔ کہ "محمدؐ خدا کا رسُول" تو اس سے اگر ایک نادان ہندو یہ سمجھ لے۔ کہ حضرت رسُول کریم خدا کو ہدایت کرنیکے لئے بھیجے گئے۔ تو یہ اس کی نادانی ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں۔ کہ قرآن خدا کی کتاب ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں لیا جاتا۔ کہ یہ کتاب خدا کے پڑھنے کیلئے ہے۔ پس اصل مطلب اس الہام کا یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ خدا کیطرف سے ایک ایسی باڑ ہیں۔ جو اس زمانہ میں لال حسین جیسے ننگ اسلام کے حملہ سے اسلام کی مقدس کھیتی کو بچانے کیلئے قائم کئے گئے۔ فلا اعتراض۔

صورت دوم:- اگر اسجگہ ھمی کے معنے آب رواں لئے جائیں۔ تو یہ بھی درست ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ خدا کیطرف سے آبِ رواں تھے۔ جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں:-

؎ میں وُہ پانی ہُوں جو اُترا آسماں سے وقت پر
میں وُہ ہُوں نُورِ خدا جس سے ہُوا دن آشکار

(۵۳) اِنّی مع الاسباب اٰتیك بغتۃً اِنّی مع الرسول اجیب اُخطی واصیب" (ترک صہ ۲۴) ترجمہ:- میں اسباب کے ساتھ اچانک تیری پاس آونگا خطا کرونگا۔ اور بھلائی کرونگا۔

الجواب:- مرتد نے بڑے مزے لے لے کر باڑ۔ اُخطی۔ اصیب پر اعتراض کرے ہیں۔ اور اسکو اس مدہوشی میں کچھ نظر ہی نہیں آیا۔ کہ یہ اعتراض مرزا صاحبؑ پر کر رہا ہوں یا خدا اور قرآن کریم و حدیث پر کر رہا ہوں۔ آیئے ہم بتلائیں حضرت مسیح موعودؑ اس الہام کے متعلق فرماتے ہیں:-

[1] نمبر ۵۳ کو بھی نمبر ۵۲ لکھا ہے۔ یعنی ۵۲ کو دو دفعہ شمار کیا۔ سچ ہے "دروغگورا حافظہ نباشد" ناظرین کی آسانی کیلئے ہمنے بھی اُس نمبر کو یعنی ۵۳ کو ۵۲ ہی لکھا ہے۔ ہم مجبور ہیں کہ لکھیں (مؤلف)

"کہ اس وحی الہٰی کے ظاہری الفاظ یہ معنی رکھتے ہیں۔ کہ میں خطا بھی کرونگا۔ اور صواب بھی۔ یعنی جو میں چاہونگا کبھی کرونگا۔ اور کبھی نہیں۔ اور کبھی میرا ارادہ پورا ہوگا۔ اور کبھی نہیں۔ ایسے الفاظ خدا کے کلام میں آجاتے ہیں۔ جیساکہ احادیث میں لکھا ہے کہ میں مومن کی قبض روح کیوقت تردد میں پڑتا ہوں۔ حالانکہ خدا تردد سے پاک ہے۔ اسی طرح یہ وحی الہٰی ہے۔ کہ کبھی میرا ارادہ خطا جاتا ہے۔ اور کبھی پورا ہوتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ کبھی میں اپنی تقدیر اور ارادہ کو منسوخ کردیتا ہوں اور کبھی وُہ ارادہ جیساکہ چاہا ہوتا ہے" (حقیقۃ الوحی ص۱۰۳) جس حدیث کیمتعلق آپکا اشارہ ہے وُہ یہ ہے:۔

عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہٗ بالحرب وما تقرب الیّ عبدی بشیءٍ احب الیّ مما افترضت علیه وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتیّٰ احبّہٗ فاذا احببتہٗ کُنت سمعه الذی یسمع بہٖ وبصرہٗ الذی یبصر بہٖ ویدہٗ التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سألنی لاُعطینّہٗ ولئن استعاذنی لاُعیذنّہٗ وما تردّدت عن شیءٍ اَنا فاعلُه تردّدی عن نفسِ المؤمنِ یکرہُ الموتَ وانا اکرہُ مَسَاءَتہٗ"۔

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسُول خدا صلعم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے۔ میں اُسکو بہ خبر کرئے دیتا ہوں۔ کہ میں اس سے لڑوں گا۔ اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ اُنمیں کوئی عبادت مجھکو اس سے زیادہ پسند نہیں۔ جو میں نے اُسپر فرض کی ہے (یعنی فرایض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ) اور میرا بندہ (فرائض ادا کرنیکے بعد) نفل عبادتیں کرکے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے۔ کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر تو یہ حال ہوتا ہے۔ کہ میں ہی اُسکا کان ہو جاتا ہوں۔ جس سے وُہ سنتا ہے۔ اور اسکی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہوتا ہوں۔ جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اسکا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ وُہ اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے۔ تو میں اسکو دیتا ہوں۔ وہ اگر کسی دشمن یا شیطان سے پناہ چاہتا ہے۔ تو اُس کو محفوظ رکھتا ہوں۔ اور مجھکو کسی کام میں جسکو میں کرنا چاہتا ہوں۔ اتنا تردد پس وپیش نہیں ہوتا۔ جتنا اپنے مسلمان بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ تکلیف جسمانی کے برا سمجھتا ہے۔ اور مجھکو بھی اسکو تکلیف دینا برا لگتا ہے۔" (بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)

(۴۵) "اصلی واصوم واسهر وانام" (ترجمہ) میں نماز پڑھوں گا۔ اور روزہ رکھونگا۔

جاگتا ہوں۔ اور سوتا ہوں"۔ (تذکرہ ص۲۴)

الجواب:۔ اس الہام کے متعلق خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ظاہر ہے۔ کہ خدا روزہ رکھنے سے اور افطار سے پاک ہے (اور ایسا ہی جاگنے اور سونے سے بھی پاک ہے۔ ناقل) اور یہ الفاظ اپنے اصلی معنوں کے رُو سے اس کیطرف منسوب نہیں ہوسکتے پس یہ صرف ایک استعارہ ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے۔ کہ کبھی میں اپنا قہر نازل کروں گا۔ اور کچھ مہلت دوں گا اس شخص کی مانند جو کبھی کھاتا ہے۔ اور کبھی روزہ رکھ لیتا ہے اور اپنے تئیں کھانے سے روکتا ہے اور اس قسم کے استعارات خدا کی کتابوں میں بہت ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔ کہ قیامت کو خدا کہیگا۔ کہ میں بیمار تھا۔ میں بھوکا تھا۔ میں ننگا تھا"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۰۴)

جس حدیث کی طرف آپؑ نے اشارہ فرمایا وہ یہ ہے:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ تعالیٰ یقول یوم القیامۃ یا ابن اٰدم مرضت فلم تعدنی قال یا رب کیف اعودك وانت رب العالمین قال اما علمت ان عبدی فلاناً مرض فلم تعدہ اما علمت انك لو عدتہٗ لوجدتنی عندہٗ یا ابن اٰدم استطعمتك فلم تطعمنی قال یا رب کیف اطعمك وانت رب العالمین قال اما علمت انہٗ استطعمك عبدی فلانٌ فلم تطعمہٗ اما علمت انك لو اطعمتہٗ لوجدت ذالك عندی یا ابن اٰدم استسقیتك فلم تسقنی قال یا رب کیف اسقیك وانت رب العالمین قال استسقاك عبدی فلانٌ فلم تسقہٖ اما علمت انك لو سقیتہٗ وجدت ذالك عندی (رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تحقیق اللہ قیامت کے دن فرمائیگا۔ کہ اے آدم کے بیٹے میں بیمار تھا پس نہ پوچھا تو نے مجھکو۔ بندہ کہیگا کہ اے رب میرے میں تجھکو کس طرح پوچھتا۔ اور تو پالنے والا ہے عالموں کا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ کہ کیا تو نے نہ جانا کہ تحقیق بندہ میرا فلاں بیمار ہوا۔ پس تو نے اُسکو نہ پوچھا۔ کیا تو نے نہ جانا۔ یہ کہ اگر تو اسکو پوچھتا۔ تو البتہ تو اسکے نزدیک مجھکو پاتا۔ اے آدمؑ کے بیٹے کہ میں نے تجھ سے کھانا مانگا پس تو نے مجھکو نہ کھلایا۔ بندہ کہیگا۔ کہ اے میرے رب کہ میں تجھکو کس طرح کھلاتا۔ اور تو ہی عالموں کا پالنے والا ہے" اور اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ کہ کیا تو نے نہ جانا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا۔ پس تو نے اُسکو نہیں کھلایا۔ کیا تو نے نہ جانا کہ اگر تو اُسکو کھلاتا۔ تو البتہ تو اسکو میرے نزدیک پاتا۔

اے بیٹے آدم کے۔ کہ میں نے تجھ سے پانی مانگا۔ پس تو نے مجھکو نہیں پلایا۔ بندہ کہیگا۔ اے میری رب میں تجھکو کسطرح پلاتا۔ اور تو عالموں کا پالنے والا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرمائیگا۔ کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا۔ پس تو نے نہ پلایا اُسکو۔ کیا تو نے نہ جانا۔ یہ کہ اگر تو اُسکو پلاتا۔ تو اسکو میرے نزدیک پاتا +

ناظرین کرام! اب آپ ان ہر دو احادیث کے استعارات اور حضرت مسیح موعودؑ کے ہر دو الہامات (نمبر ۵۳ و ۵۴) کو آپس میں ملائیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات لاتاخذہٗ سنۃٌ ولا نوم کے خلاف ہیں۔ یا حدیثین قرآنِ کریم کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ ایسے اعتراض وہی لوگ کرتے ہیں۔ جو خدا کی کتاب اور اسکے استعارات سے بیخبر ہیں۔ جب اس کوچہ سے آشنائی ہی نہ ہو۔ تو اپنے علم کی پردہ دری کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ ان ہر دو احادیث میں مرتد کے ان تمام الزامات اور اعتراضات کا رد بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ اور اس نے جس قدر حضور کے الہامات مبنی بر استعارات اعتراض کئے ہیں۔ اُن سب کے بخیئے ان ہر دو احادیث نے ادھیڑ دیئے ہیں۔ اب اسقدر تفصیل اور تصریح کے بعد بھی اگر کوئی شخص ان استعارات کو خلاف شریعت قرار دیتا ہے۔ تو ثابت ہو گیا۔ کہ اُسکے دل میں گند ہے۔ بغض اور کینہ ہے اور یہ رسم قدیم سے چلی آتی ہے۔ کہ خدا کے ملہم لوگوں کے الہامات پر اعتراض ہوتے رہے ہیں۔ اور ایسے اعتراض باطل ہیں ؛

(۵۵) کاغذات پر خدا تعالےٰ کے دستخط | مرتد دھرمکوٹی نے نمبرہ ۵۵ میں حضرت مسیح موعودؑ کا وُہ کشف درج کیا ہے۔ جس میں حضور نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ کہ خدا نے بعض کاغذات پیشکردہ پر دستخط فرمائے ہیں۔ اور اسوقت کچھ قطرات روشنائی کے حضور کے کرتہ پر پڑ گئے۔ اور وہ کرتہ مولوی عبد اللہ صاحب سنوری نے لے لیا۔ (حقیقۃ الوحی صـــ۲۵۵)

اس کشف کو درج کرنیکے بعد جو اعتراضات مرتد نے کئے ہیں اُنکے جوابات یہ ہیں:۔

پہلا اعتراض:۔ ”کہ بے مثل کا تمثل کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور غیر محدود کا تمثل محدود ہو سکتا ہے یا نہیں“ (ترک صــ۲۲)

الجواب ۱:۔ جب تم خود اس واقعہ کو ”کشف“ (ترک صــ۲۶) تسلیم کرتے ہو۔ تو پھر اس پر اعتراض ہی کیا ہو سکتا ہے۔ اس واقعہ کا کشف ہونا ہی تمہارے اعتراض کی کافی تردید ہے۔ کشف اور خواب کی حالت میں اللہ تعالےٰ کو تمثلی صورت میں دیکھ سکتے ہیں۔ آؤ ہم تمہیں بتلائیں

کہ بے مثل کا تمثّل ہو سکتا ہے۔ اور تمثلی حالت چونکہ کشف سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے وہ غیر محدود ہے۔ .... حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں:۔

"انّک تری فیہ (فی المنام) واجب الوجود الّذی لا یقبل الصور فی صورۃ و یقول لک معبّر المنام صحیحٌ ما رأیت ولکن تاویلھا کذا وکذا فقد قبل المحال الوجود فی ھذہ الحضرۃ" (الیواقیت والجواھر جلد اول ص۱۶۳) ترجمہ:۔ تم خواب میں اللہ تعالےٰ کو جسکی درحقیقت کوئی شکل نہیں۔ کسی شکل میں متمثل دیکھ سکتے ہو۔ اور تعبیر کرنے والا خواب کو صحیح قرار دے کر اس کی تعبیر کرے گا۔ اس عالم کشف میں ایک محال چیز موجود ہو گئی۔"

پس خواب میں اللہ تعالےٰ کو متمثل دیکھنے سے اس کا جسم لازم نہیں آتا۔ اس لحاظ سے اس کی تمثیلی صورت نہ تو محدود ہو جاتی ہے۔ اور نہ ہی لیس کمثلہٖ شیئٌ کے مطابق مانند کا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ خدا کی ذات اگر تشبیہات سے منزہ ہے۔ تو آؤ تمہیں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث سنائیں۔ فرماتے ہیں:۔

"اتانی اللیلۃ ربّی فی احسن صورۃ قال احسبہٗ قال فی المنام فقال یا محمدٌ أتدری فیتم یختصم الملأ الاعلیٰ قال قلت لا فوضع یدہ بین کتفی حتی وجدت بردًا بین ثدیی او قال فی نحری فعلمت مافی السمٰوٰت ومافی الارض" (درمنثور جلد ۵ ص۳۱۹ و جامع ترمذی جلد ۲ ص۱۵۵)

ترجمہ:۔ آج رات خواب میں میرا رب میرے پاس نہایت اچھی شکل میں آیا۔ اس نے فرمایا۔ اے محمد (صلعم) تجھے معلوم ہے۔ کہ ملائکہ اعلیٰ کس بات پر جھگڑتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان (پشت پر) رکھا۔ یہانتک کہ مجھے سینے میں ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ اور مجھے آسمانوں اور زمین کا علم ہو گیا۔"

ایک اور حدیث ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:۔

"رأیت ربّی فی صورۃ شابٍ امرد قطط لہٗ وفرۃ من شعر وفی رجلیہ نعلان من ذھب۔ الحدیث" (الیواقیت والجواھر جلد اول ص۱۰۰ بحوالہ طبرانی نیز موضوعات کبیر ص۱۲)

ترجمہ:۔ "میں نے اپنے رب کو ایک نوجوان کی شکل پر دیکھا۔ اس کے لمبے بال اور پاؤں میں سونے کے جوتے تھے۔"

کیا غیر احمدی اصحاب اور خاص کر "لال حسین" احمدیت کی مخالفت میں رسول پاک پر

بھی الزام لگاکر آپ سے رُوگردان ہوجائینگے۔

ہاں یاد رہے۔ کہ اس حدیث کے متعلق انکار ممکن نہیں۔ کیونکہ ابن صدقہ فرماتے ہیں۔ کہ حدیث ابن عباس صحیح لا ینکرہ الاّ معتزلی (موضوعات ملا علی قاری ص۲۶) صرف ایک ہی جواب ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ واقعہ کشفی ہے۔ چنانچہ ملاّ علی قاری ابن ہمام سے روایت فرماتے ہیں:۔ الحدیث ان حمل علی المنام فلا اشکال فی المقام (حوالہ مذکور) کہ اگر اس حدیث کو خواب پر محمول کیا جاوے۔ تو کوئی اعتراض نہیں۔ نیز شیخ محی الدین ابن عربی کا بھی یہی قول ہے۔ فرمایا " ان ھذہ الرؤیة کانت فی عالم الخیال ومن شان الخیال ان یجسد مالیس من شأنہ التجسد من المعانی الخ۔ (الیواقیت جلد اوّل ص۱۷) کہ یہ رویا عالم کشف کا واقعہ ہے۔ اور وہاں غیر مجسم چیزیں متجسم نظر آجاتی ہیں:۔

دُوسرا اعتراض:۔ " مرزا صاحب کے اسی کشف کے متعلق ہمارا دوسرا سوال یہ ہے کہ اپنی پیشگوئیوں کی تصدیق کے لئے جو کاغذات مرزا صاحب نے خدا تعالٰے کے سامنے پیش کئے اور اللہ تعالٰے نے سرخی کے قلم سے اُنپر دستخط کر دیئے جب سُرخ رنگ مادی اور حقیقی تھا۔ تو اس سے نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ وہ کاغذات بھی مادی ہی ہونگے۔ پس مرزائی بتائیں کہ وہ کاغذ کہاں ہیں"۔ (ترک ص۲۶)

الجواب ۲۔ سُرخ روشنائی کے وجود پر اسلئے اعتراض نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اُس سے معلوم ہے۔ کہ ہر چیز کے خزانے اللہ تعالٰی کے پاس ہیں۔ اور کاغذات مادی کیمتعلق جواب یہ ہے۔ کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے کشفی طور پر دو کتابیں دی تھیں۔ جن میں سے ایک میں اہل جنت کے نام اور دوسری میں اہل نار کے نام درج تھے (ترمذی جلد ۲ ابواب القدر) ہم لال حسین سے پوچھتے ہیں۔ کہ وہ کتابیں کہاں ہیں۔ جس طرح وہ کتابیں دیکھی گئیں۔ اسی طرح وُہ کاغذات تھے۔ اور روشنائی کا چھڑکنا اس بات کی علامت تھی۔ کہ اُس کشف کی شان اور تمثّل کو خارجی وجود بخشے۔ اس کے لئے ہمارے پاس کافی ثبوت ہیں۔

(۱) عبداللہ بن الجلاء صوفی کا واقعہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ وہ مدینہ میں بھوکے تھے۔ تو آنحضرت صلعم کے روضہ پر آئے۔ اور کہا:۔

"یا رسول اللہ بی فاقۃ و انا ضیفک" کہ اے رسولِ خدا میں بھوکا ہوں اور آپ کا مہمان ہوں" اور پھر فراہٹ کر سو گئے۔ خواب میں آنحضور صلعم نے آکر ایک روٹی انہیں دی۔ وہ فرماتے ہیں:۔ فاکلت بعضہ و انتبھت وفی یدی بعض الرغیف کہ میں نے اس روٹی کا کچھ حصہ کھایا۔ کہ جاگ پڑا۔ تو باقی حصہ روٹی کا میرے ہاتھ میں تھا۔ گویا جو روٹی خواب میں ملی تھی وہ خارج میں بھی موجود تھی" (ملاحظہ ہو منتخب الکلام فی تعبیر الاحلام مصنفہ ابنِ سیرین و رسالہ قشیریہ و تذکرۃ الاولیاء در ذکر عبداللہ بن الجلاء)

(۲) بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت امّ سلمہ سے روایت کی ہے:۔
ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اضطجع ذات یوم فاستیقظ وھو خاثر وفی یدہٖ تربۃ حمراء یقلبھا قلت ما ھٰذہٖ التربۃ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اخبرنی جبرائیل ان ھٰذا یعنی الحسین یقتل بارض العراق وھٰذہ تربتھا (شرح سر الشہادتین ص۳۰ و کنز العمال) ایک دن رسول خدا صلعم جب بیدار ہوئے۔ تو غمگین تھے۔ اور آپؐ کے ہاتھ میں سُرخ مٹی تھی۔ جسکو حضور الٹ پلٹ رہے تھے۔ میں نے پوچھا حضورؐ یہ مٹی کیسی ہے۔ فرمایا جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ حضرت حسینؓ عراق کی زمین میں قتل کیا جائے گا۔ اور یہ اس کی مٹی ہے"۔

اب دیکھئے۔ خواب کی بات تھی۔ مگر وہ مٹی اور پھر خون سے سُرخ مٹی حضورؐ کے ہاتھ میں بیداری کیوقت بھی رہ گئی۔ اسی طرح سُرخ روشنائی کو بھی خارجی وجود بخشا گیا۔ فلا اعتراض۔

تیسرا اعتراض:۔ "اور اللہ تعالےٰ نے کس زبان کے حروف میں دستخط کئے تھے" (نزک ص۲۶)

الجواب:۔ جس زبان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کتابیں دی گئی تھیں۔ جن میں اہل جنت کے اور اہلِ نار کے نام تھے۔ اُسی زبان میں یہاں بھی دستخط کئے گئے فما ھو جوابکم فھو جوابنا جس طرح اہل جنت اور اہل نار کے نام رسول کریم صلعم نے صحابہؓ کو نہیں بتائے اسی طرح ان پیشگوئیوں کے متعلق سوال کرنیکی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ کن لوگوں کے متعلق تھیں۔ جس جس زمانہ کے لئے وہ کی گئی ہیں۔ پوری ہو کر رہیں گی ٭

چوتھا اعتراض:۔ "نیز یہ بھی بتایا جائے۔ کہ ارادہ الٰہی سے قلم پر زیادہ رنگ آگیا تھا۔ یا خدا کے ارادے کے بغیر ہی قلم نے زیادہ رنگ اُٹھا لیا" (نزک ص۲۶)

الجواب ص۲۴ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ملنگ دھرمکوٹی اعتراض کرتے وقت عالم سکر میں

تھا۔ ورنہ وُہ ایسا بیہودہ اعتراض نہ کرتا۔ کیونکہ کشف میں دوات سے رنگ اٹھانے کا ذکر تک نہیں۔ قلم کے زیادہ رنگ اٹھانے کا جب ہی اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ واقعہ کشف میں یہ لکھا ہوتا۔ کہ خدا تعالےٰ نے دوات میں سے "ڈوبا" لگایا اور قلم پر روشنائی زیادہ آگئی کشفی معاملہ ہے۔ اور "قلم" خدا تعالیٰ کی قدرت ہے۔ جس میں ہر وقت یہ "قدرتی روشنائی" موجود رہتی ہے۔ اور یہ سب کچھ ارادہ الٰہی کے ماتحت تھا۔ تیرے ایسا کمزور انسان اپنے پاس "انڈی پنڈنٹ" رکھتا ہے۔ جس میں ہر وقت روشنائی موجود رہتی ہے۔ تو بھلا خدا تعالےٰ کو قدرت نہیں۔ کہ اُس کا "قلم" اپنے اندر روشنائی رکھتا ہو۔ حالانکہ یہ ایک کشفی معاملہ ہے۔ اور اس میں جو خارجی معاملات پیش آئے۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ روشنائی چھڑکنا اسبات کی علامت تھی۔ کہ اس کشف کی شان اور تمثل کو خارجی وجود بخشا جائے۔ اور یہ سب کچھ ارادہ الٰہی کے ماتحت تھا۔ پس تیرا اعتراض باطل ہے:۔

(۵۶) "عدالت الٰہی" اس نمبر میں معترض نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خواب درج کیا ہے۔ اور اسپر چار اعتراض کئے ہیں۔ یہ اعتراض بھی اسی قسم کے ہیں۔ جیسا کہ اُس نے واقعہ کشف پر کئے۔ اور اس صورت میں جو جوابات کشف کے متعلق ہم دے چکے ہیں۔ وہی جواب اس خواب کے بھی ہیں۔ تاہم خواب کے متعلق مندرجہ ذیل جوابات ملاحظہ ہوں:۔

اعتراض اوّل:۔ "اللہ تعالےٰ مجسّم ہے۔ جو میز کرسی لگائے کچہری کا کام کر رہا ہے"۔ (ترک صـ۲۶ و ۲۷)

الجواب ملا۔ یہ ایک خواب کا معاملہ ہے۔ اور ہمنے نمبر ۵۵ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب پیش کیا ہے۔ کہ آنحضورؐ نے خداوند تعالےٰ کو ایک خوبصورت جوان کی شکل میں دیکھا۔ اور اسکے پاؤں میں "سونے" کے جوتے تھے؛ اور اسکے سر کے بال لمبے تھے۔

(الیواقیت و الجواہر جلد اوّل صـ)

اس خواب کی رُو سے کیا ہمارا حق نہیں۔ کہ ہم مرتد دھرمکوٹی سے پوچھیں کہ کیا خدا مجسّم ہے، جسکے سر پر لمبے لمبے بال ہیں۔ اور معاذ اللہ عورتوں کی مانند سونے کے جوتے پہنتا ہے۔ سائیں جی! یہ عالم الخیال کے واقعات ہیں۔ جس میں اللہ تعالےٰ کو اختیار ہے۔ کہ جس صورت

میں چاہے تجلّی فرما سکتا ہے۔ اور اُس حالت میں بھی مطلق ہوگا، حتّٰے کہ اطلاق کی قید سے بھی بالا ہوگا۔

(ب) سنو! تم بھی خدا کے عرش کے قائل ہو جو قرآنِ پاک سے ثابت ہے۔ اور تم یہ بھی یقین رکھتے ہو۔ کہ قلم، لوح۔ کرسی حق ہیں۔ اور تم ہی تسلیم کرتے ہو۔ کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے۔ اور اُس کے بوجھ کیوجہ سے عرش سے کجاوے کیطرح آوازیں نکلتی رہتی ہیں۔ انہٗ لیئط بہٖ اطیط الرحل با لراکب (سنن ابی داؤد۔ رسالہ الجیوش الاسلامیہ لابن تیمیہ صفہ۳)

(ج) تم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک خواب پر اتنا شور مچایا۔ حالانکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ خواب میں خدا تعالےٰ کا مجسّم دیکھنا اُس کا مجسّم ہونا اور محدود ہونا ثابت نہیں کرتا۔ بلکہ تمثّل کے طور پر وہ ذاتِ حق اپنی قدرت کا اظہار فرماتی ہے۔ لیکن ہم تمہیں قرآنِ پاک سے ثابت کر کے دکھلاتے ہیں۔ کہ عالمِ خواب کے علاوہ خدا تعالیٰ کا تمثّل اس عالمِ اجساد میں بھی ثابت ہے۔

وھل اتٰک حدیث موسٰی ۝ اذ راٰ ناراً فقال لاھلہ امکثوا انّی اٰنست ناراً لّعلّی اٰتیکم منھا بقبسٍ او اجد علی النّار ھدیً ۝ فلمّا اتٰھا نودی یٰموسٰی ۝ انّی انا ربّک فاخلع نعلیک ج انّک با لواد المقدس طویً ۝ (طٰہٰ) ترجمہ:۔ اور کیا تیرے پاس موسیٰؑ کی بات آئی۔ جسوقت اُس نے آگ دیکھی تو اپنے اہل سے کہا۔ کہ ٹھہرو تحقیق میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں تمہارے پاس لے آؤں ایک انگارہ یا وہ آگ ہمارے لئے مشعل ہدایت ثابت ہو۔ پس جب اُس آگ کے پاس آیا۔ تو پکارا گیا۔ کہ اے موسےٰؑ تحقیق میں تیرا رب ہوں۔ اپنی جوتیاں اُتار ڈال۔ تو پاک وادیٔ طوی میں ہے۔

اب بتلاؤ۔ کہ اس واقعہ سے کیا تم انکار کر سکتے ہو۔ کہ جو آگ دیکھی گئی تھی۔ اُسی میں سے آواز آئی۔ کہ میں جو آگ ہوں۔ دراصل تیرا رب ہوں۔ کیا لال حسین کا وہ مطالبہ جو اس نے نمبرہ۵ میں کیا ہے۔ کہ "قرآن کریم کی کوئی آیت نقل کرو۔ جس سے تمثّلی طور پر خدا تعالےٰ کی زیارت کا ثبوت مل سکے"۔ نزک ص۲۶ پورا نہیں ہوا۔ جب اسی عالم میں تمثّلی طور پر خدا تعالیٰ کی زیارت کا ثبوت قرآن پاک سے ثابت ہے۔ تو پھر عالم خواب کی زیارت پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔

اعتراض دوم:۔ خداوند کریم کو معمولی مجسٹریٹوں کیطرح ایک منشی کی بھی ضرورت ہے۔ (نزک ص۲۷)

الجواب ۲ "معمولی مجسٹریٹ، منشی یا کلرک" یہ تمہاری ایجاد کنندہ ہیں۔ اور تم اس قسم کے الفاظ خدا کی نسبت استعمال کر سکتے ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تو "حاکم اور سر رشتہ دار" لکھا ہے۔ اور یہ خواب کا معاملہ ہے۔ لیکن قرآن مجید[1] سے ثابت ہے۔ اور تم بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہو۔ کہ خدا تعالےٰ کے پاس ایک کتاب ہے۔ اور اس کتاب میں تمام دنیا کے قضیے لکھے جاتے ہیں۔ کراماً کاتبین[2] کی "کلرکی" اور حضرت جبرائیل[ع] کی "سر رشتہ داری" تمہارے مسلّمات میں سے ہے۔ ہر ہفتہ میں بروز جمعرات خدا کے سامنے لوگوں کے اعمالنامے پیش ہوتے ہیں۔ کیا تم انکار کر سکتے ہو۔ کہ وہ اعمالنامے سر رشتہ دار پیش نہیں کرتے۔ خدا تعالےٰ کو واقعی کسی کلرک کی ضرورت نہیں لیکن اُس نے نظامِ دنیا کو انہی طریقوں سے قائم کیا ہوا ہے۔ اُسکو جبرائیل کی ضرورت نہیں مگر جبرائیل[4] ہے۔ وہ لوگوں کے حساب اور اعمالنامے اپنے علم کے ذریعہ محفوظ رکھ سکتا ہے۔ مگر اُس نے کراماً کاتبین مقرر کر دیئے ہیں۔ اے احمق تم تو ایک "کلرک" پر اعتراض کرتے تھے۔ یہاں تو کروڑ در کروڑ کلرک ثابت ہو گئے۔ یعنی ہر انسان کے لئے "دو کلرک" خدا نے مقرر کر دیئے ہیں۔ اور دنیا کی مردم شماری اگر ایک "نیل" ہو تو دو نیل "کلرک" ہوں گے پس اس خواب پر اعتراض کرنا قرآنِ پاک اور حدیث شریف پر حملہ کرنا ہے۔

اعتراض سوم "خدا لوگوں کے مقدمات کے جھمیلے میں اسقدر پھنسا ہوا ہے کہ اُسے بصد مشکل کسی سے بات کرنے کی فرصت ملتی ہے۔" (رنزک صـ۲۷)

الجواب ۳ اس خواب میں لوگوں کے مقدمات کا ذکر نہیں۔ اور اگر ہو بھی تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ ہی کے پاس تمام دنیا کے مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے۔ وہ احکم الحاکمین اور حاکم حقیقی ہے۔ اس کی طرف سے ہر فیصلہ کی تحریک ہوتی ہے۔ اور اسی کے حقیقی فیصلہ کے مطابق مجازی حاکم بھی فیصلہ کرتے ہیں۔ کیا دنیا میں پھانسی والوں کے لئے خدا کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ اگر ان تمام باتوں کو جن کے متعلق خدا کے احکام نافذ ہوتے ہیں۔ تم جھمیلے قرار دو۔ تو یہ تمہاری نادانی ہے ؂

---

[1] وَكُتِبَ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (یٰس)
[2] سورۃ انفطار۔ [3] مشکوٰۃ۔ [4] كِتَابٌ مَرْقُومٌ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ (التطفیف)

(ب) قرآن پاک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ہ ان علینا جمعہ و قرآنہ ہ (القیامۃ) یعنی اے رسول مت ہلا اس قرآن کیلئے اپنی زبان کو تاکہ اس میں جلدی کرے۔ تحقیق اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے ؛

کیا ان آیات سے اللہ تعالیٰ کی کم فرصتی ثابت ہوتی ہے۔ کہ خدا نے رسول کریم صلعم کو کہا۔ کہ قرآن کے لئے مت جلدی کر۔ کیونکہ معاذ اللہ خدا اور بہت سے "جھمیلوں" میں پھنسا ہوا تھا۔ اور پھر یہ بھی کہا۔ کہ قرآن مجید کو ہم اکٹھا کرینگے۔ اب بتلاؤ کہ تمارا جھمیلہ کدھر جاتا ہے۔ اے حق کے دشمن! خدا نے رسول کریم کو کہا۔ کہ آپ قرآن کے متعلق کسی قسم کی جلدی نہ فرمایا کریں۔ کیونکہ اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا تو ہمارا کام ہے۔ اسی طرح مرزا صاحبؑ کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں فرمایا کہ اصبر۔ ہم تیرے ہی مقدمات کا فیصلہ کر رہے ہیں ؛

اعتراض چہارم :۔ "سنفرغ لکم ایہ الثقلٰن"۔ (ترک ص۲۷)

الجواب ملہ معترض نے اس آیت کا ترجمہ کر کے مولوی محمد علی صاحب کے بیان القرآن کا حوالہ دیا ہے۔ کہ یہاں متوجہ ہونے سے مراد ڈانٹ دینا اور سزا دینا ہے۔ اور اکثر تہدید کے موقعہ پر بولا جاتا ہے۔ گویا کہ یہ ایک قسم کا الزامی اعتراض ہے۔ اور معترض کا یہ مطلب ہے۔ کہ جو لفظ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر استعمال کیا ہے۔ اور اسکے معنی سزا دینے کے ہیں۔ وہی لفظ مرزا صاحب کیلئے فرمایا۔ یاد رہے۔ کہ قرآن پاک میں کئی الفاظ ایسے ہیں۔ جو خدا کیلئے بھی ہیں اور مخلوق کیلئے بھی مثلاً قرآن نے خدا تعالیٰ کو بھی رب کہا ہے۔ اور سورت یوسف میں ایک "کافر" بادشاہ کو بھی رب کہا گیا ہے۔ الضلال۔ ضالین بمعنے گمراہی اور گمراہ بھی آیا ہے لیکن یہی لفظ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی آیا کہ ووجدک ضالاً فھدیٰ (الضحیٰ) کیا ہم اسکے یہ معنی کرینگے۔ کہ اے رسول ہمنے تجھے گمراہ پایا" ہرگز نہیں۔ پس ثابت ہوا۔ کہ سنفرغ لکم ایہ الثقلٰن میں ایسے لوگ مخاطب ہیں۔ جو سزا کے لائق ہیں۔ اور اسجگہ ہم سنفرغ کے معنی سزا دینے کیلئے متوجہ ہونیکے کرینگے۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ مرتد کے "جھمیلے" کا اعتراض بھی خود بخود دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے خود سنفرغ کے دو معنی کئے ہیں۔

(۱) "خدا لوگوں کے مقدمات کے جھمیلے میں اسقدر پھنسا ہوا ہے" (ترک ص۲۸) اسجگہ سنفرغ کے معنی کام سے فارغ ہو نا لینا ہے۔ یعنی خدا اسقدر کاموں میں مشغول ہے۔ کہ

اسکو فرصت نہیں۔ اور مرزا صاحبؑ کو خدا نے کہا۔ کہ ان مقدمات سے ذرا فارغ ہو لوں"۔

(۲) "پس سنفرغ سے ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو سخت ڈانٹ دی" (نزک ص۲۶)

اسجگہ مرتد نے اپنے "پرانے گرو" کے معنی کرکے خوب دو رنگی چال دکھائی ہے۔ اور اس لحاظ سے اسکے دونوں اعتراض باطل ہو گئے۔

(۵۷) اَنتَ مِنّی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی | اس الہام کو پیش کرکے لکھتا ہے:۔

"احمدی دوستو! جب خدائے واحد و قدوس بیمثل ہے۔ تو اُسکی توحید و تفرید بھی بیمثل ہو گی یا نہیں۔ اپنے گورُو کو خداوند عالم کی توحید و تفرید کی مانند تسلیم کر لینے کے بعد بھی تم کہہ سکتے ہو۔ کہ خدا کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں"۔ (نزک ص۲۷)

الجواب ۱ حضرت مسیح موعودؑ نے اس الہام کے معنے حسب ذیل کئے ہیں:۔

(الف) "تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے۔ اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید کو۔ سو جیسا کہ میں اپنی توحید کی شہرت چاہتا ہوں۔ ایسا ہی تجھے دنیا میں مشہور کرونگا۔ اور ہر ایک جگہ جو میرا نام جائیگا۔ تیرا نام بھی ساتھ ہو گا"۔ (اربعین ۳ ص۲۵)

(ب) اسکے معنے جو ہمارے خیال میں آتے ہیں۔ یہ ہیں۔ کہ ایسا شخص بمنزلہ توحید ہی ہوتا ہے۔ جو ایسے وقت میں مامور ہو۔ کہ جب دنیا میں توحید الٰہی کی ہتک کیگئی ہو۔ ..... ایسے وقت میں آنیوالا توحید مجسم ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنا ایک مقصد اور غایت مقرر کرتا ہے۔ مگر اس شخص کا مقصود و مطلوب اللہ تعالیٰ کی توحید ہی ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے طبعی جذبات اور مقاصد سے بھی مقدم کر لیتا ہے"۔ (تقریر مندرجہ اخبار الحکم۔ ۱۰ اپریل ۱۹۰۷ء ص۹)

اِن دونوں حوالوں سے ظاہر ہے۔ کہ الہام انت منّی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں تیرے نام کو شہرت دونگا۔ اور جہاں جہاں توحید کا ذکر ہو گا۔ تیرا نام بھی ساتھ جائیگا۔ کیونکہ تیرا مقصد و مدعا بھی یہی ہے۔ کہ دنیا میں توحید پھیلے۔ اس صاف مطلب کے ہوتے ہوئے نامعلوم مرتد دھرمکوٹی نے کیوں واویلا مچایا؟

الجواب ۲ توحید اور تفرید باب تفعیل سے مصدر ہیں۔ اور الہام میں مصدر کی اضافت مفعول کیطرف ہے۔ جس کے معنے ہوئے "تو مجھے یگانہ قرار دینے کے مقام پر ہے"۔ یعنے فی زمانہ اصل موحد جسکو خدا کے واحد قرار دینے کے مقام پر فائز کہا جا سکتا ہے صرف مسیح موعودؑ ہی ہیں۔ فلا اعتراض

الجواب ۳ بیشک اللہ تعالیٰ کی توحید و تفرید بیمثل ہے کوئی اسکی صفات اور ذات کیطرح واحد

وفرد یگانہ نہیں۔ کیونکہ خدا خود بیمثل ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو کسی وجہ سے بمنزلہ توحید کہدیا جاوے۔ تو
توحید کے بیمثل ہونے پر کوئی حرف نہیں آتا۔ دیکھئے اللہ تعالےٰ بیمثل ہے۔ اُسکا نور بھی بے مثل
ہے۔ لیکن قرآنِ پاک فرماتا ہے۔ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح الایۃ (نور ع ۵) کہ
اسکے نور کی مثل ایک مشکوٰۃ (طاقچہ) کیطرح ہے۔ جس میں روشن چراغ ہو۔ تو کیا اب چونکہ خدا
کے نور کی مثل بیان ہوگئی۔ لہذا اسکا نور بیمثل اور بے مانند نہ رہا؟ نہیں نہیں۔ نور بے مانند ہے۔ ہاں
اس کا نور اپنے اثرات میں مشکوٰۃ سے معمولی سی مشابہت رکھتا ہے۔ اس طرح توحید ضرور بے مانند
ہے۔ مگر حضرت مرزا صاحبؑ بوجہ رسالت حقّہ خدا کی بارگاہ میں توحید کیطرح پیارے ہیں۔ کیونکہ وُہ
اس زمانہ میں توحید کی صدا بلند کرنے میں یگانہ تھے۔ اسی نکتہ کو نہ سمجھنے کے باعث برہمو سماجی اور
آریہ وغیرہ رسولوں کی ضرورت کے منکر ہیں۔ وُہ کہتے ہیں۔ کہ کیا خدا کی توحید بجز اقرار رسالت محمدیؐ
ناقص ہے؟ اسکا یہی جواب ہے۔ کہ اسوقت کے عالمگیر رسُول حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر ایمان لانا توحید کیطرح ضروری ہے۔ گویا وہ بمنزلہ توحید ہیں۔ اور آپ پر ایمان لائے بغیر حقیقی
توحید پر ایمان لانا ممکن ہی نہیں۔ اور ہر زمانہ میں ہر نبی بمنزلہ توحید ہوتا ہے۔ یہی راز ہے کہ اسکا
ماننا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ پس "بمنزلۃ توحیدی" کے الفاظ اس مفہوم
کو ادا کر رہے ہیں۔ کہ موجودہ وقت میں حضرت مرزا صاحبؑ کا ماننا ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ
توحید کا اقرار۔ یا بالفاظ دیگر آج حقیقی اور کامل توحید آپؑ پر ایمان لانے سے ہی حاصل ہوتی ہے؛
رسُولِ کریم صلعم نے کیا لطیف پیرایہ میں اس مفہوم کو ادا فرمایا ہے۔ من مات وھو یعلم
انّہٗ لا الہ الاّ اللہ دخل الجنّۃ (مسلم جلد ۱ صـ۳۱ کتاب الایمان) کہ جو مرتے وقت لا الہ
الاّ اللہ کا علم رکھتا ہے۔ وہ جنّت میں داخل ہو جائیگا۔ مگر دوسری احادیث آیات قرآنی میں
دیگر ایمانیات کی بھی تصریح کردی ہے۔ گویا یہ بتایا۔ کہ توحید بجز ان باتوں پر ایمان لانے کے ناقص
ہے۔ اور یہ باتیں بلحاظ ایمان مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ توحید کو مکمل کرنیوالی ہیں۔ اس لئے یہ
بمنزلہ توحید ہی ہیں۔ خدا تعالےٰ نے بھی فرمایا ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ کہ جو شخص
آنحضرت صلعم کی اطاعت کریگا۔ اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ گویا آنحضرتؐ کی اطاعت اللہ
کی اطاعت ہے۔ کہ یہ مقام بمنزلہ توحیدی سے بلند مقام نہیں؟ پھر آیت ان کنتم تحبون اللہ
فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران ع ۴) بھی مقام محمدیؐ کی رفعت شان پر گواہ ہے۔ یہی وجہ ہے۔
کہ اب خدا نے چاہا۔ کہ تاقیامت لا الہ الا اللہ کے ساتھ فقرہ محمدؐ رسول اللہ بھی پڑھا جائے۔

اور توحید کامل کیلئے رسالت محمدیؐ کا اقرار ازبس ضروری ہے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحبؑ آنحضرت صلعم کے ظلّ ہیں۔ اسلئے اب آپکا ماننا بھی ضروری ہے۔ اور جو شخص آپکا انکار کرتا ہے وُہ گویا اللہ تعالےٰ اور سید الانبیاء محمد مصطفےٰؐ کا بھی انکار کرتا ہے۔ اسلئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ "جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسُول کی پیشگوئی موجود ہے"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۶۳)

حاصل کلام یہ کہ فقرہ "بمنزلۃ توحیدی" حضرت مرزا صاحبؑ کی رسالت پر گواہ ہی اور یہ بتلا دینا مدّ نظر ہے کہ آپؑ پر ایمان لانا ضروری ہے:۔

الجواب نمبر۲ حضرت مرزا صاحبؑ نے توحید الٰہی کے متعلق مندرجہ ذیل تعلیم دی ہے۔ جس سے ظاہر ہو جائیگا۔ کہ آپؑ کامل توحید کے حامل تھے اور آپکے نزدیک اس الہام کا کیا مطلب ہے۔ فرماتے ہیں:۔

(۱) "تم مصیبت کو دیکھکر اور بھی قدم آگے رکھو۔ کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے۔ اور اُس کی توحید دنیا پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کام کرو"۔ (کشتی نوح ص۱۱)

(۲) "خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ۔ اور اسکی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو"۔ (الوصیۃ ص۹)

(۳) "نجات دو امروں پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ کامل یقین کیساتھ خدا تعالیٰ کی ہستی اور واحدانیت پر ایمان لاوے۔ دوسرے یہ کہ ایسی کامل محبّت حضرت احدیّت جلشانہ کی اسکے دل میں جاگزیں ہو۔ کہ جس کے استیلاء اور غلبہ کا یہ نتیجہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت عین اُس کی راحتِ جان ہو۔ جس کے بغیر وہ جی ہی نہ سکے اور اسکی محبّت تمام اغیار کی محبتوں کو پامال اور معدوم کر دے۔ یہی توحید حقیقی ہے"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۱۶)

(۴) "خدا نے چودھویں صدی کے سر پر اپنے ایک بندہ کو جو یہی لکھنے والا ہے۔ بھیجا۔ تا اس نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور عظمت کی گواہی دے۔ اور خدا کی توحید اور تقدیس کو دنیا میں پھیلاوے"۔ (نسیم دعوت ص۲)

ان اقتباسات سے عیاں ہے۔ کہ حضورؑ کا مقصد اور مشن توحید الٰہی کی اشاعت تھی اور یہی آپؑ نے جماعت احمدیہ کو تلقین فرمائی چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ جماعت احمدیہ ان تمام الزامات کی برأت کرتی رہی جو اسکے مخالف محض جہاں کو متنفر کرنے کیلئے لگایا کرتے ہیں۔ مثلاً خدائی کا دعویٰ۔ خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ۔ خدا کے برابر یا آنحضرت صلعم سے افضلیت کا ادعاء وغیرہ وغیرہ تمام اتہامات ہیں۔ جو مخالف لوگ حضرت مسیح موعودؑ کیطرف منسوب کرتے ہیں۔ مخالفین کا یہ رویہ ایک زبردست ثبوت ہے کہ

جماعت احمدیہ کے مسلمات پر انکو اعتراض کی تاب نہیں۔ تب ہی تو اپنے پاس سے ایک خیال گھڑ کر اس پر اعتراض کر دیتے ہیں۔ بہر حال "انت منّی بمنزلۃ توحیدی" کی اصل حقیقت ظاہر ہے۔

(۵۸) خدا کا بیٹا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام | اس نمبر میں معترض نے حضور علیہ السلام کے دو الہامات پیش کئے ہیں :-

(۱) "انت منّی بمنزلۃ ولدی" (۲) "انت منّی بمنزلۃ اولادی" (ترک ص۲۸) ان ہر دو الہامات کے درج کرنیکے بعد وہی زبان درازی شروع کر دی ہے۔ جو اس سے پہلے کر چکا ہے لکھتا ہے:-

"دوسرے الہام کہ اے مرزا تو میرے نزدیک بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے کی نسبت کیا کہو گے؟ قرآن پاک عقیدۂ ابنیت کی بیخکنی کر رہا ہے۔ اور مرزا کا الہام اُنہیں خدا کا بیٹا بنا رہا ہے" (ترک ص۲۸)

الجواب (الف) معترض بھی عجیب قماش کا آدمی ہے۔ کہ اپنی تحریر میں سب کچھ مان جاتا ہے اور اعتراض بھی کئے جاتا ہے۔ ناظرین کرام! آپ گذشتہ نمبر میں حضرت اقدس کی تعلیم پڑھ چکے ہیں۔ کہ اس وقت تمام دنیا میں آپ ہی ایک موحّد اور حاملِ توحید تھے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ آپ ابن اللہ ہونے کا دعوٰی کریں۔ ان ہر دو الہامات میں تحریف معنوی سے کام لیا گیا ہے۔ اگر ہم اسبات کو نظر انداز بھی کر دیں۔ کہ ملہم نے ان الہامات کی کیا تشریح کی ہے۔ تب بھی یہ ہرگز محل اعتراض نہیں۔ کیونکہ اگر انہیں حضرت مرزا صاحبؑ کو بمنزلہ ولد اللہ قرار دیا گیا ہے تو قرآن مجید کی آیت فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم (البقرہ ع) میں سب مومنوں کو بمنزلہ اولادِ الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ خدا تعالٰی بیٹوں سے اور خود باپ ہونے سے پاک ہے۔

(ب) ان الہامات میں حضرت مرزا صاحبؑ کو "بمنزلہ ولدی" قرار دیا گیا ہے۔ جس کے صاف معنے یہ ہیں۔ کہ عیسائیوں نے جسکو میرا بیٹا قرار دیا ہے۔ تو اسکے مرتبہ پر ہے۔ حالانکہ تو بیٹا نہیں۔ پس نصاریٰ ابنیتِ مسیح کے عقیدہ میں غلطی پر ہیں۔ گویا "ولدی" کی اضافت اعتقاد الناس کی بنا پر ہے۔ نہ کہ حقیقت کی بنا پر۔ اور یہ اسلوب بیان کلامِ قرآن مجید میں بکثرت وارد ہوا ہے۔ مثلاً اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:- ویوم ینادیھم این شرکاءی قالوا اٰذنّٰک ما منّا من شہید (حم السجدہ ع) کہ قیامت کے روز میں کہونگا۔ میرے شریک کہاں ہیں۔ وہ لوگ کہینگے۔ کہ ہم آپکے سامنے عرض کرتے ہیں۔ کہ ہم سے کوئی اسکا دعویدار یا گواہ نہیں۔ اللہ تعالٰی اس آیت میں بتوں کو "میری شریک" قرار دیتا ہے۔ حالانکہ وہ شریکوں سے پاک ہے۔ مراد یہی ہے۔ کہ وہ معبودانِ باطلہ جنکو تم میرا شریک قرار دیا کرتے تھے"۔ پس اسی طرح "بمنزلہ ولدی" کے معنے ہوں گے۔ کہ تو اُس

میرے بیٹے کے ہم مرتبہ ہے جیسے لوگ مثل نصاریٰ میرا بیٹا گردانتے ہیں۔

اندریں صورت یہ الہام توحید الٰہی کے قیام اور الوہیت مسیح کے ابطال میں نہایت زبردست ہتھیار ہے۔ گویا عیسائی جسکو خدا اور معبود قرار دیتے ہیں اُس کی شان کا انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں شامل ہے۔ اس سے اسلام کی شوکت کا اظہار ہوگا۔ خود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ اور یہ کلمہ (انت منّی بمنزلۃ ولدی) بطور استعارہ کے ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں ایسے ایسے الفاظ سے نادان عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا ٹھیرا رکھا ہے۔ اسلئے مصلحتِ الٰہی نے یہ چاہا۔ کہ اس سے بڑھکر الفاظ اس عاجز کے لئے استعمال کرے۔ تا عیسائیوں کی آنکھیں کھلیں۔ اور وہ سمجھیں۔ کہ وہ الفاظ جن سے مسیح کو خدا بناتے ہیں۔ اس امت میں بھی ایک ہے۔ جس کی نسبت اُس سے بڑھکر ایسے الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں۔" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صہ ۸۶)

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"جب عیسائیوں نے اپنی بدقسمتی سے اُس رسول مقبول کو قبول نہ کیا۔ اور عیسےٰؑ کو اتنا اُڑایا۔ کہ خدا بنا دیا۔ تو خدا کی غیرت نے تقاضا کیا۔ کہ ایک غلام غلمانِ محمدی سے یعنی یہ عاجز اُس کا مثیل کر کے اس اُمت میں سے پیدا کیا۔ اور اُس کی نسبت اپنے فضل اور انعام کا زیادہ حصہ اُسکو دیا۔ کہ تا عیسائیوں کو معلوم ہو۔ کہ تمام فضل خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین)

غرض اس قسم کے تمام الہامات اسی صداقت بیّنہ کے شاہد ہیں۔ کہ ؎

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے ؛ جسکا غلام دیکھو مسیح الزّمان ہے

پس ان اقتباسات کی موجودگی میں جو حضرت اقدسؑ پر "خدا کا بیٹا ہونے کا الزام لگائے وہ فریب دہندہ ہے۔

(ج) اولیاء اللہ کے محاورہ میں مجازی طور پر کسی ولی کو "ولد" کہنا بھی جائز ہے مولینا رُوم فرماتے ہیں:۔

اولیاء اطفالِ حق اند اے پسر
درحضور و غیبت آگاہ باخبر

غافلے مندیش از نقصانِ شاں
کو کشد کیں از برائے جانِ شاں
گفت اطفالِ من اند ایں اولیاً
در غریبی فرد از کار و کیا (مثنوی دفتر سوم ص۱۳)

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:۔ الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ۔ مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ جو شخص عیال اللہ کیسا تھ احسان کرتا ہے۔ وہ خدا کا محبوب ترین بندہ ہے۔
(مشکوٰۃ باب الشفقۃ)

اِسی مفہوم کو مدنظر رکھکر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بائبل کے محاورہ "ابن" اور "ولد" کے متعلق تحریر فرمایا ہے:۔
"دریں باب بلفظ شائع در ہر قوم تکلم واقعہ شد۔ اگر لفظ ابناء بجائے محبوباں ذکر شدہ باشد چہ عجب؟" (الفوز الکبیر ص۸)

پھر مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مرحوم مہاجر مکی اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:۔
"فرزند عبارت از عیسےٰ علیہ السلام است کہ نصاریٰ آنجناب را حقیقۃً ابن اللہ میدانند واہل اسلام ہمہ آنجناب را ابن اللہ بمعنی عزیز و برگزیدۂ خدامے شمارند" (ازالۃ الاوہام ص۲۵)

اب اگر کوئی عقلمند اس مجاز اور استعارہ کو حقیقت پر محمول کرنا چاہے۔ تو اُس کی غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ اِس قسم کے الفاظ محض مجازاً استعمال ہوتے ہیں۔
(د) ایک انسان یہ پسند کریگا۔ کہ اسکے بھائی متعدد ہوں، بیٹے متعدد ہوں مگر کوئی انسان یہ سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ کہ اُسکے باپ کئی ہیں۔ بلکہ ہر بیٹا درحقیقت اپنے باپ کی نسبت سے مقامِ توحید پر کھڑا ہوتا ہے۔ اور وہ اسمیں ثانویت کو فرض بھی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جب ایک انسان کامل موحد بنجاتا ہے۔ تو گویا وہ مقام ولدیت پر آجاتا ہے۔ اسی کیطرف آیت قرآنی فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم میں اشارہ ہے۔ اور اسی کیطرف حضرت مرزا صاحب کے ان الہامات میں اشارہ ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں
"خدا میں فانی ہونیوالے اطفال اللہ کہلاتے ہیں لیکن یہ نہیں۔ کہ وہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہیں۔ کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے۔ اور خدا بیٹوں سے پاک ہے۔ بلکہ اسلئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ کہ وہ بچہ کیطرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اسی مرتبہ

کیطرف قرآن شریف میں اشارہ کرکے فرمایا گیا ہے:۔ فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اباءکم او اشدّ ذکرا۔ یعنی خدا کو ایسی محبّت اور دلی جوش سے یاد کرو۔ جیسا کہ بچہّ اپنے باپ کو یاد کرتا ہے۔ اسی بنا پر ہر ایک قوم کی کتابوں میں آب یا پتا کے نام سے خدا کو پکارا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو استعارہ کے رنگ میں ماں سے بھی ایک مشابہت ہے۔ اور وُہ یہ کہ جیسے ماں اپنے پیٹ میں اپنے بچہّ کی پرورش کرتی ہے۔ ایسا ہی خدا تعالےٰ کے پیارے بندے خدا کی محبّت کی گود میں پرورش پاتے ہیں۔ اور ایک گندی فطرت سے ایک پاک جسم انہیں ملتا ہے۔ سو اولیاء کو جو صوفی اطفالِ حق کہتے ہیں۔ یہ صرف ایک استعارہ ہے، ورنہ خدا اطفال سے پاک اور لم یلد ولم یولد ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۴۲)

اس تصریح کی موجودگی میں اخفاء کا کوئی پہلو باقی نہیں رہتا ملہم نے اپنے الہامات کی تشریح خود بیان کردی۔

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ارواحنا لہ الفدا نے اپنی جماعت کے لوگوں کو ان الہامات کے بارہ میں جو ہدایت فرمائی ہے۔ وُہ حسب ذیل ہے۔ ہم متعدد عبارات میں سے بغرض اختصار صرف دو حوالے درج کرتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے۔ کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اُسکا کوئی شریک ہے۔ اور نہ بیٹا ہے۔ اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے۔ کہ وُہ یہ کہے۔ کہ میں خدا ہوں۔ یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ (انت منّی بمنزلۃ اولادی) اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ اور فرمایا:۔ ید اللّٰہ فوق ایدیھم۔ ایسا ہی بجائے قُل یا عباد اللّٰہ کے قُل یٰعبادی بھی کہا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اٰباءکم۔ پس اس خدا کے کلام کو ہشیاری اور احتیاط سے پڑھو۔ اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ۔ اور اسکی کیفیت میں دخل نہ دو۔ اور حقیقت حوالہ بخدا کرو۔ اور یقین رکھو۔ کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے۔ تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اسکے کلام میں پایا جاتا ہے۔ پس اس سے بچو۔ کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ۔ اور میری نسبت بیّنات میں سے یہ الہام ہے، جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ قل انّما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انّما الٰھکم اللّٰہ واحد۔ والخیر کلہ فی القرآن" (دافع البلاء ص۶)

پھر حضور اپنی کتاب کشتی نوح میں جماعت کو تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-
"وہ یقین کریں۔ کہ اُن کا ایک قادر اور قیوم خالق الکل خدا ہے۔ جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا۔ وہ دُکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۰) پھر فرمایا
"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں۔ کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔" (صفحہ ۱۹)
پس معلوم ہُوا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب اور جماعت احمدیہ کا اعتقاد صرف یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں۔ حضرت مرزا صاحبؑ صرف اللہ کے محبوب اور برگزیدہ بندے ہیں۔ وبس۔ لہٰذا مرتد دھرمکوٹی کا یہ لکھنا کہ :-
"مرزا قادیانی اور اس کے چیلے کہتے ہیں۔ کہ رحمٰن نے (مرزا کو) بیٹا بنایا۔" (ترک صفحہ ۲۸)
"قرآن مجید کی معنوی تحریف" خانہ زاد ترجمہ" اور کُھلا جھوٹ۔ صریح بہتان اور محض افترا ہے۔ ؎
افسوس کہ "عالمان" ایں دہر + کردند شعار خود دغا را
ملنگ دھرمکوٹی نے "توضیح مرام" سے ایک سطر لکھکر جو دھوکا دیا ہے۔ وہ اُسی کا حصہ ہے۔ یعنی اُس نے لا تقربوا الصلوٰۃ کی طرح مسیح موعودؑ کی پوری عبارت درج نہیں کی۔ اور اصل بات یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کا سارا طریق عمل ہی دفعہ ۲۰۸ تعزیرات ہند کے ماتحت ہے۔ اصل مدعا ان لوگوں کا تحقیقِ حق نہیں۔ بلکہ نکتہ چینی اور فتنہ پردازی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اہل زیغ ہیں۔ جو متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں۔ اور پھر ان الہامات سے چند ٹکڑے لے کر بغرض مغالطہ دہی لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور پوری عبارتیں نقل نہیں کرتے۔ آیئے اور پڑھیئے۔ اصل عبارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ہے۔ لکھا ہے کہ
"یہ وہ عالی مقام ہے۔ کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کا نام مقامِ جمع اور مقامِ وحدتِ تامّہ ہے۔ پہلے نبیوں نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی ہے۔ اسی پتہ و نشان پر خبر دی ہے۔ اور اسی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور جیسا مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے۔ کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی یہ وہ مقام عالیشان مقام ہے۔ کہ گذشتہ نبیوں نے استعارہ کے طور پر صاحب مقام ہذا (آنحضرت صلعم) کے ظہور کو خدا تعالےٰ کا ظہور

قرار دے دیا ہے۔ اور اس کا آنا خدا تعالےٰ کا آنا ٹھیرایا ہے۔" (توضیح مرام ص۲۷ طبع دوم)

اخیر پر لکھا ہے:۔

"یہ سب روحانی مراتب ہیں۔ کہ جو استعارہ کے طور پر مناسب حال الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ نہیں کہ حقیقی ابنیت اس جگہ مراد ہے۔ یا حقیقی الوہیت مراد لی گئی ہے۔" (توضیح مرام ص۲۸)

توضیح مرام کی پوری عبارت کا نقل کر دینا ہی ملنگ دھرم کوٹی کی دغابازی اور فریب کاری کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ ہاں اس جگہ قرآن مجید کی روشنی میں اس مسئلہ پر بحث کرنے والے صوفیاء میں سے ایک کا حوالہ درج کیا جاتا ہے۔ مشہور کتاب فصوص الحکم کی شرح خزائن اسرار الکلم میں لکھا ہے:۔

(الف) "تیسرا مقام فناء الفناء کا ہے۔ کہ محویت اس میں اس قدر ہوتی ہے۔ کہ سالک کو اپنے نفس اور فناء کا بھی شعور باقی نہیں رہتا۔ اسی مقام میں صدائے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ ذالک۔ سالک سے کبھی سرزد ہوتی ہے۔" (مقدمہ ص۳۱)

(ب) "اس آیت (ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم) سے معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عین اللہ کے تھے۔ اور صحابہ کرام وقت اس بیعت کے مشاہد حق تعالےٰ کے تھے۔ بیچ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے۔ کہ مظہر اکمل اس کے ہیں۔ پھر تاکید فرمائی اللہ تعالےٰ نے اس معنی کی اور کہا کہ ہاتھ اللہ کا اوپر ہاتھ صحابہ مبایعین کے ہے۔ اور اس جگہ نہ تھا کچھ مگر ہاتھ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اوپر ہاتھ مبایعین کے۔ پس اس سے معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عین اللہ ہیں۔ مشاہدے میں صحابہ مبایعین کے اور ہاتھ رسول اللہ صلعم کا ہاتھ اللہ کا ہے اس مشاہدے میں۔" (مقدمہ ص۲۳-۲۴)

مرتد کو چاہیئے۔ کہ اس حوالہ کو بار بار پڑھ کر سوچے۔ کہ جو الزام وہ مرزا صاحبؑ پر لگاتا تھا۔ وہ تو تمام صوفیائے کرام پر بھی ثابت ہے۔ قارئین کرام پر بھی یہ امر واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ معترض نے جن دو حوالوں کی بناء پر حضرت اقدس پر "خدا کا بیٹا" ہونے کا الزام لگایا تھا۔ "فصوص الحکم" کے دو حوالوں میں کس زور کے ساتھ اس کی تردید موجود ہے۔ آپ اچھی طرح یہ بات ذہن نشین کر لیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قسم کے الہامات

کو "متشابہات" قرار دیا ہے۔

(۵۹) "ظہور اور بھید" اس نمبر میں معترض نے حضور کے دو الہامات درج کئے ہیں۔ اور اس پر اپنی طرف سے "تفسیر لال حسینی" کا حاشیہ پیش کیا ہے۔ لکھتا ہے :۔

"ان دونوں حوالجات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ خدا نے مرزا کو فرمایا۔ کہ اے مرزا میں اور تو دونوں ایک ہی ہیں۔ ہم میں کوئی فرق نہیں۔ عیسائیوں کے ہاں باپ بیٹا اور روح القدس تینوں مل کر ایک خدا بنتا ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے تیسرے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔" (ترک صـ۲۹)

دیکھئے کس قدر بے ایمانی ہے۔ ان ہر دو الہامات میں کوئی ایسا لفظ نہیں۔ جس سے "میں اور تو ایک ہی ہیں" ترجمہ ہو سکے چنانچہ وہ الہامات اس طرح ہیں۔

پہلا الہام :۔ "سِرُّكَ سِرِّیْ" ۔ اے مرزا تیرا بھید میرا بھید ہے۔" (ترک صـ۲۹)

الجواب ۱ نامعلوم اس میں کیا اعتراض ہے۔ کیا خدا تعالےٰ کا تعلق ہر ایک بندے سے علیحدہ علیحدہ نہیں۔ اور کیا اللہ تعالےٰ انسان کے بھیدوں کو نہیں جانتا۔ اور پھر ان کو دوسروں سے مخفی نہیں رکھتا؟ مرتد دھرم کوٹی کو صرف اعتراض کرنے سے مطلب ہے۔ لیجئے صاحب ایک "صاحب السِرّ" بزرگ کی شہادت سُن لیجئے۔ جو ہمارے اور آپ کے مسلّم ولی اللہ ہیں۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی تحریر فرماتے ہیں :۔

"مع کل واحد من رسله وانبیاءه واولیاءه سرٌّ من حیث لا یطلع علی ذالك احد غیره حتّی انه قد یکون للمرید سرٌّ لا یطلع علیه شیخهٗ الخ۔"

(فتوح الغیب مقالہ ۱۷)

ترجمہ :۔ اللہ تعالےٰ کا اپنے ہر رسول۔ نبی اور ولی کے ساتھ ایک بھید اور راز ہوتا ہے۔ ایسا کہ دوسرے کسی کو اس پر اطلاع نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ مرید کا اللہ تعالیٰ سے ایک بھید ہوتا ہے۔ اور اس کے شیخ کو اس پر آگاہی نہیں ہوتی۔" پس اسی طرح مرزا صاحب کا بھید خدا کا بھید ہے۔ فلا اعتراض

دوسرا الہام :۔ "ظہورك ظہوری" ۔ اے مرزا تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔" (ترک صـ۲۹)

الجواب ۲ یہ معاملہ کہ حضرت مرزا صاحب کا ظہور خدا کا ظہور ہے۔ یہ ایک لطیف استعارہ

ہے۔ جیساکہ کائنات عالم کو خالقیت کا مظہر کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان اللّٰہ خلق آدم علیٰ صورتہ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ چونکہ ہر نبی "خلیفۃ اللّٰہ" (خدا کا نائب) ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا ظہور خدا تعالےٰ کا ظہور ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس نبی کے ذریعہ سے اپنی صفات کی جلوہ گری فرماتا ہے۔ جیساکہ سورۃ جمعہ کے اوائل میں یسبح للّٰہ مافی السمٰوٰت ومافی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم چار صفات ذکر فرمائیں۔ اور پھر ھو الذی بعث فی الامیین الخ آیات میں رسول کریم صلعم کی بعثت اور کارناموں کو ان صفات کے اثبات کے لئے بطور دلیل پیش فرمایا۔ اسی نہج پر تورات اور انجیل میں (استثنا ومتی وغیرہ) رسول کریم صلعم کی آمد کو اللہ تعالےٰ کی آمد قرار دیا گیا ہے۔ درحقیقت نبی تاریکی کے زمانہ میں آتا ہے جب دنیا اللہ تعالےٰ سے بیگانہ ہو جاتی ہے۔ (ظھر الفساد فی البرّ والبحر (روم ع ۵) گویا خدا اس وقت دنیا سے غائب سمجھا جاتا ہے۔ اس وقت نبی اپنے ساتھ ایک نور لاتا ہے۔ اور خدا کی ذات سے دنیا کو واصل بناتا ہے۔ اسے دوسرے لفظوں میں خدا کا ظہور کہتے ہیں۔ اسی کی طرف حضرت ابن عباس رض کی اس صحیح تفسیر میں اشارہ ہے کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت خلقاً (موضوعات کبیر ص ۶۲) میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا۔ کہ شناخت کیا جاؤں۔ سو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ پس "ظھورک ظھوری" والا الہام بھی چشم بصیرت رکھنے والوں کیلئے ہرگز قابلِ اعتراض نہیں۔ اس جگہ ہم اپنے معترض کو یہ ضرور کہیں گے۔ کہ جب وہ اس کوچۂ الٰہی سے آشنائی ہی نہیں رکھتا۔ تو اس میں خواہ مخواہ دخل دیکر کیوں ذلّت اٹھاتا ہے۔ معترض ایسے مادہ پرست کا عالم رُوحانی میں گذر کہاں۔ عشق ربّانی کا میدان کسی اور کا ہے۔ بقول حسرت ؎

علم و حکمت کا جنھیں شوق ہو آئیں نہ اِدھر
کچھ نہیں فلسفۂ عشق میں حیرت کے سوا

"خدا قادیان میں نازل ہوگا"	یہ الہام بھی قابل اعتراض نہیں۔ کیونکہ قرآنِ مجید نے محمد رسول اللہؐ کے ہاتھ کو "ید اللّٰہ" قرار دیا ہے۔

ﻉ مسلم الباب البر جلد ۲ ص ۳۹۷

اور بخاری و مسلم اور مشکوٰۃ میں یہ حدیث موجود ہے۔ کہ ہر شب ہمارا خدا دنیا کے آسمان پر نزول فرماتا ہے۔ پس جس طرح خدا سماء دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اسی طرح قادیان میں بھی نازل ہوا۔ جیساکہ تورات۔ نے رسول کریمؐ کی آمد کو خدا تعالےٰ کی آمد قرار دیا ہے۔ کہ :۔

"خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔" (استثنار ۳۳/۲)

پس معلوم ہوا۔ کہ جس طرح خدا "سینا" "شعیر" اور "فاران" (مکہ) میں نازل ہوا۔ اسی طرح قادیان میں بھی اس کا نزول ہوا۔ فلا شک

(۶۰) دعوئ اُلوہیت کی حقیقت

اس نمبر میں مرتد دھرم کوٹی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف "خدائی کا دعویٰ" منسوب کیا ہے۔ جو منجملہ اس کی دیگر مفتریات کے ہے۔ اور بطور دلیل آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۶۴ کے کشف کو پیش کیا ہے۔ جس کا ترجمہ اس کے اپنے الفاظ میں یہ ہے :۔

"میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں بعینہٖ اللہ ہوں۔ میں نے یقین کر لیا۔ کہ میں وہی ہوں۔" (ترک ص۲۹)

ہماری طرف سے اس اعتراض کے مندرجہ ذیل پانچ جواب ہیں :۔

جواب اوّل :۔ یہ ایک "خواب" ہے۔ اور رؤیا و کشف کو ظاہر پر محمول کرنا صریح نادانی اور کم علمی ہے۔ اور پھر اس کی بنار پر اس زمانہ کے موحّد اعظم پر الزام شرک دینا اور مدعیٔ الوہیت ہونے کا اتہام باندھنا سراسر غلط ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں لکھا ہے۔ کہ سرور کائنات صلعم نے فرمایا۔

"رأیت فی یدی سوارین من ذھب" الحدیث (مسلم الجزء الثانی ص۲۴۲ کتاب الرؤیا)

میں نے سونے کے دو کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنے ہوئے دیکھے۔ اور وہ مجھے بہت برے معلوم ہوئے۔ حالانکہ آپ خود فرماتے ہیں۔ کہ سونا پہننا مردوں پر حرام ہے۔ تو کیا علمائے[۱] لاہور اور ان کا نیا چیلہ و دیگر معاندین یہ فتویٰ دیں گے۔ کہ نعوذ باللہ حضور نے "فعل حرام" کا ارتکاب کیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ حرمت کا فتویٰ ظاہر پر ہے۔ اور یہ واقعہ خواب کا

ؔ[۱] علمائے لاہور سے مراد وہ علمار ہیں جنہوں نے لال حسین کے رسالہ پر ریویو کیا ہے۔ مؤلف

ہے۔ اور کشف کو ظاہر پر محمول کرنا درست نہیں۔

جواب دوم :۔ اگر حضرت مرزا صاحب کے محولہ بالا کشف سے حضور پر "خلافِ شریعت عقائد گھڑنے کا" الزام بلکہ آپ کا دعویٰ خدائی ثابت ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس حدیث کے متعلق ان کا کیا خیال ہوگا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"رأیت ربّی فی صورۃ شاب امرد قطط له وفرۃ من شعر وفی رجلیه نعلان من ذهب" الحدیث" (الیواقیت والجواہر جلد اوّل صـ۷ بحوالہ طبرانی نیز موضوعات کبیر صـ۴۶)

"میں نے اپنے رب کو ایک نوجوان کی شکل پر دیکھا۔ اس کے لمبے بال اور اس کے پاؤں میں سونے کے جوتے تھے"

کیا غیر احمدی اصحاب احمدیت کی مخالفت میں رسولِ پاک پر بھی الزامِ شرک دے کر آپ سے رُوگرداں ہو جائیں گے ؟

ہاں یاد رہے کہ اس حدیث کے متعلق انکار ممکن نہیں۔ کیونکہ ابن صدقہ فرماتے ہیں۔ حدیث ابن عباس صحیح لا ینکرہ الّا معتزلی (موضوعات مُلّا علی قاری صـ۴۶)

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کشف بالکل مشابہ ہیں ؏

جواب سوم :۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خود اس کشف کی واضح مراد ذکر فرما دی ہے۔ لیکن معترض نے دانستہ طور پر اس کو چھوڑ دیا۔ گویا "لا تقربوا الصلوٰۃ" پر ہی عمل پیرا ہونا چاہتا ہے۔ حضور اس کشف کے ذکر کے خاتمہ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

"لا نعنی بھذہ الواقعۃ کما یعنی فی کتب اصحاب وحدۃ الوجود وما نعنی بذالک ما ھو مذھب الحلولیین بل ھذہ الواقعۃ توافق حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعنی بذالک حدیث البخاری فی بیان مرتبۃ قرب النوافل لعباد اللہ الصالحین۔" (آئینہ کمالات اسلام صـ۵۶۶)

"ہماری اس کشف سے وہ مراد نہیں۔ جو وحدت الوجود والے یا حلول کے قائل مراد لیا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کشف تو بخاری کی اس حدیث سے بالکل موافق ہے۔ جس میں نفل پڑھنے والے بندوں کے قرب کا ذکر ہے"

پھر اسی کتاب کے صـ۵۶۴ پر تحریر فرمایا ہے۔

"اعنی بعین اللہ رجوع الظلّ الی اصلہ وغیبوبتہ فیہ کما یجری

مثل هٰذہ الحالات فی بعض الاوقات علی المحبین۔"
یعنی عین اللہ سے مراد ظل کا اصل کی طرف جانا اور اس کا اس میں فنا ہو جانا ہے۔ جیسا کہ بعض اوقات ہر عاشقِ خدا پر یہ حالات گذرتے ہیں۔"
غرض صاحب الہام وکشف کے الفاظ میں یہ واقعہ حدیث بخاری کے ہم معنی ہے۔ اور اس سے حلول یا اتحاد فی الوجود کا نتیجہ نکالنا سراسر باطل ہے۔
بخاری کی حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
"مایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتّٰی اُحبہ فاذا احببتہٗ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا۔" (بخاری کتاب الرقاق باب التواضع جلد ۴ صفحہ ۹۳)
ترجمہ:۔ "نفل گذار بندہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ تب میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ سنتا ہے۔ آنکھیں بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ دیکھتا ہے۔ ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اور پاؤں بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ چلتا ہے۔"
اب جو مفہوم بھی اس حدیث کا لوگے۔ وہی حضرت اقدس کے کشف کا ہوگا۔ اگر یہ حدیث مقام فناء کی تفسیر ہے۔ تو کشف بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر یہ مجاز اور استعارہ ہے۔ تو کشف بھی مجاز کے رنگ میں رنگین ہے۔ بہر حال حدیث اور کشف باہم مطابق ہیں۔ فاندفع الشك
جواب چہارم:۔ صوفیاء کرام و بزرگان اسلام کا اس بارہ میں حسب ذیل مذہب ہے:۔
(الف) "انك ترى فيه (فی المنام) واجب الوجود الذی لایقبل الصور فی صورة ویقول لك معبر المنام صحیح ما رأیت ولکن تاویلها کذا وکذا" (الیواقیت والجواہر جلد اول صفحہ ۱۶۳)
ترجمہ:۔ تم خواب میں اللہ تعالیٰ کو کسی شکل میں متجسم دیکھ سکتے ہو۔ علم التعبیر کا واقف تمہاری خواب کو صحیح قرار دے کر اس کی تاویل بتائیگا۔"
(ب) مولٰینا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ تحریر فرماتے ہیں:۔
"چوں امواج جذب و کشش رحمانی نفس کاملہ ایں طالب را در قعر لجج بحار احدیت فرو میکشد زمزمۂ انا الحق ولیس فی جبتی سوی اللہ ازاں سر برمے زند کہ کلام

ہدایت النیام کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا و در روایتے ولسانہ الذی یتکلم بہ حکایتے است ازاں واذا قال علی لسان نبیّہ سمع اللہ لمن حمدہ یقضی اللہ علی لسان نبیّہ ما شاء کنایتے است ازاں این مقالیست بس باریک و مسئلہ ایست بس نازک۔ باید کہ درآں نیک تامل کنی تفصیلِ او را بر مقام دیگر تفویض نمائی سہ

وراء ذالک فلا اقول لانہ + سر لسان النطق عینہ اخرس

وزنہار دریں معاملہ تعجب نہ نمائی و بانکار پیش نہ آئی۔ زیرا کہ چوں از نار وادئ مقدس نداء انّی انا اللہ رب العلمین سر برزد۔ اگر از نفس کاملہ کہ اشرف موجودات است و نمونہ حضرت ذات است آواز انا الحق برآمد محل تعجب نیست۔" (کتاب صراط مستقیم ۱۳۳-۱۴۱)

(ج) حضرت سید عبد القادر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

"قال اللہ تعالیٰ فی بعض کتبہ یا ابن آدم انا اللہ لا الٰہ الّا انا اقول للشیٔ کن فیکون اطعنی اجعلک تقول للشیٔ کن فیکون وقد فعل ذالک بکثیر من انبیاءہ واولیاءہ وخوّاصہ من بنی آدم" (فتوح الغیب مقالہ ۱۶ صفحہ ۱)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں میں فرمایا ہے۔ کہ اے آدم زادو! میں خدائے واحد ہوں۔ اور کُن کہنے سے ہر چیز پیدا کر لیتا ہوں۔ تو میری اطاعت کر۔ میں تجھے بھی کُن فیکون کے اختیارات دے دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک بہت سے انبیاء اولیاء اور اپنے خاص بندوں سے کیا بھی ہے۔"

(د) حضرت فرید الدین صاحب عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"جو شخص حق میں محو ہو جاتا ہے۔ وہ حقیقت میں سرتاپا حق ہی ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ آدمی خود نہ رہے۔ اور سب حق کو ہی دیکھے۔ تو یہ عجب نہیں ہوتا۔" (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۲۹ تذکرہ بایزید بسطامی)

(ذ) مولوی عبد الحق صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"عارف کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اور اس کی زبان خدا کی زبان اور اس کی آنکھ خدا کی آنکھ ہو جاتی ہے (اور خدا تعالیٰ درحقیقت ان اعضاء سے پاک ہے) چنانچہ اس حدیث میں فکنت سمعہ الذی یسمع بہ اسی طرف اشارہ ہے۔ اور اسی مرتبہ میں وحدت وجود کا راز کھلتا ہے۔ گرچہ خدائے پاک اپنی ذات اور صفات میں جمیع کائنات سے الگ اور

ممتاز ہے۔ کوئی ممکن واجب نہیں ہو سکتا۔ لیکن عارف پر وجوب کا ایک ایسا پرتو پڑتا ہے۔ کہ اس کے آثار اس میں ظہور کرنے لگتے ہیں۔ تب اس کا تصرف عالم میں ہونے لگتا ہے۔ اور وہ شخص فنا فی اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے۔ ؎

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق + ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

پس یہ انسان کا کمال انتہائی ہے۔ سو یہ مرتبہ خاص انبیاء علیہم السلام کو اور ان سے کچھ اُتر کر ان کے متبعین اولیاء کرام کو نصیب ہوتا ہے۔" (مقدمہ تفسیر حقانی صـ۱۲۰)

یہ پانچوں اقتباسات اپنے مطلب کے لحاظ سے نہایت نمایاں ہیں۔ تشریح کی ضرورت نہیں۔ افسوس لال حسین پر اگر وہ ان پاکباز لوگوں کی نصیحت پر کان دھرتا۔ اور ان بیہودہ اعتراضات سے باز آتا۔ تو اس کے لئے بہتر ہوتا۔ مگر سچ یہی ہے۔ ع

قدر زر زرگر بداند یا بداند جوہری

حضرت مرزا صاحبؑ کا کشف گویا صوفیاء کرام کی زبان اور ان کی اصطلاح میں حضور کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے۔ نہ قابل اعتراض۔

جواب پنجم:۔ اعتراض بالا کے متذکرہ صدر جوابات کے بعد اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر پیش کرتے ہیں۔ جو حضورؑ نے توحید کے عقیدہ کی تشریح میں رقم فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"اے سُننے والو سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اُسی کے ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے۔ جو اب بھی زندہ ہے۔ جیسا کہ پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی وہ بولتا ہے۔ جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی وہ سُنتا ہے۔ جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے۔ کہ اس زمانہ میں سنتا تو ہے۔ مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطّل نہیں۔ اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ جس کا کوئی بیٹا نہیں۔ اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ اور وہ وہی بے مثل ہے۔ جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اور جس کی طرح کوئی فرد کسی خاص صفت سے مخصوص نہیں۔ اور جس کا کوئی ہمتا نہیں۔ جس کا کوئی ہم صفات نہیں الخ" (الوصیّت صـ۱۰)

کیا کوئی سعید الفطرت اس تحریر کے راقم کو مدعی الوہیت قرار دے سکتا ہے۔ ہر گز نہیں

اس عبارت کا ایک ایک لفظ اس کی فنافی اللہ اور بقا باللہ پر دلیل ہے۔ پس اے اہلِ بصیرت سوچو۔ کہ "ملنگ" نے کیوں ناحق بہتان طرازی کی ہے۔ کیا صرف اس لئے نہیں۔ کہ دنیا کے فرزندوں کو روشنی سے روکا جائے۔ اور وہ نورِ ہدایت سے منور ہونے نہ پائیں۔
سائیں جی! یاد رکھو۔ کہ یہ تمہاری سب کوششیں اکارت جائیں گی۔ اور خداوند خدا اپنے فرستادہ کی قبولیت کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دے گا۔ کون ہے۔ جو خدا کے ارادہ کو روک سکے۔

نئی زمین اور نیا آسمان

محولہ بالا کشف کے ضمن میں مخالفین کہا کرتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے زمین و آسمان کے خالق ہونے کا بھی دعوےٰ کیا ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہی ہے۔ کہ یہ سب کشفی ماجرا ہے۔ اور عالم رؤیا میں اس قسم کے رُوحانی افعال کا صدور ممتنع نہیں۔ جیسا کہ اوپر کے حوالجات سے واضح ہو چکا ہے۔ لیکن ذرا وضاحت کی خاطر اس جگہ بعض ضمنی اعتراضات کے دوسرے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ یاد رہے۔ کہ یہ مادّی زمین و آسمان پہلے سے پیدا شدہ تھے۔ حضرت اقدس کو نہ اُس کے پیدا کرنے کا دعوےٰ ہے۔ اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔ کیونکہ تحصیل حاصل محال ہے۔ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی کتاب آئینۂ کمالات اسلام میں لکھتے ہیں:۔

"وانّی اعتقد من صمیم قلبی ان للعالم صانعًا قدیمًا واحدًا قادرًا کریمًا مقتدرًا علی کل ماظہر واختفیٰ۔" (ص ۳۸۲)

ترجمہ:۔ میں یقین دل سے اعتقاد رکھتا ہوں۔ کہ اس جہان (آسمان و زمین اور کائنات) کا ایک قدیم، قادر اور کریم خدا خالق ہے۔ جو ہر ظاہر و خفی پر اقتدار رکھتا ہے۔"

ہاں ایک قسم کے زمین و آسمان پیدا کرنے کا آپ کو دعویٰ تھا۔ اور بیشک آپ نے وہ پیدا کر دیا۔ اور وہ زمین و آسمان رُوحانی تھے۔ حضرت فرماتے ہیں۔

"ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں رُوحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے۔" (حقیقۃ الوحی صـ ۹۹)

یہ نیا آسمان اور نئی زمین ہر نبی کے وقت میں بنتی رہی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اناجیل میں پطرس کے الفاظ حسب ذیل آج تک مرقوم ہیں:۔

"اس کے وعدہ کے موافق ہم نئے آسمان اور نئی زمین کا انتظار کرتے ہیں جن میں راستبازی بسی رہے گی۔" (۲- پطرس ۳/۱۳)

اور قرآن مجید نے بھی آیت ظہر الفساد فی البرّ والبحر میں اسی انقلاب عظیم کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عظیم الشان طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جائے گی۔

حضرت مسیح موعودؑ اس وقت مبعوث ہوئے۔ جب دنیا میں تاریکی کا غلبہ تھا۔ اور مسلمان جو مذہب کی دنیا میں اکیلے ہی زمین و آسمان تھے۔ بگڑ چکے تھے۔ اخبار زمیندار اقبالِ ماضی کی شان وشوکت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتا ہے :-

"آسمان نے وہ بساط الٹ دی۔ مسلمانوں کا اقبال ادبار سے بدل گیا۔ انکی وسیع و عریض سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے۔ ان سے علم چھین لیا گیا۔ ان سے وہ خصائص سلب ہو گئے۔ جن کی وجہ سے مشرق و مغرب میں ان کی دھاک تھی۔" (زمیندار ۱۳ اپریل ۱۹۳۰ء)

لہٰذا اب ضرورت ہوئی۔ کہ نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کی جاوے۔ اسی محاورہ کو استعمال کرتے ہوئے شبلی کہتے ہیں :-

ہیں چرخ کی اب نئی ادائیں | چلنے لگیں اور ہی ہوائیں
چھیڑے جو گئے نئے فسانے | نغمہ وہ رہا نہ وہ ترانے
پھونکا ہے فلک نے اور افسوں | اب رنگ زمانہ ہے دگرگوں
سیّارے اب نئی چمک کے | وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے

اب صورت ملک و دیں نئی ہے
افلاک نئے زمیں نئی ہے

(مثنوی صبح امید صہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

(الف) "ایک دفعہ کشفی رنگ میں میں نے دیکھا۔ کہ میں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا ہے۔ اور پھر میں نے کہا۔ کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں۔ اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا۔ کہ دیکھو۔ اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ اس کشف سے یہ مطلب تھا۔ کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کریگا۔ کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے۔" (چشمۂ مسیحی حاشیہ صہ ۳۵)

(ب) "خدا نے ارادہ کیا۔ کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بنادے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین وہ پاک دل ہیں۔ جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے۔ جو خدا سے ظاہر ہوئے۔ اور خدا ان سے ظاہر ہوگا۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہیں۔ جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اُسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ دُنیا نے خدا کی اس نئی تجلّی سے دشمنی کی۔" (کشتی نوح ص۷)

پس حضورؑ کا دعوےٰ رُوحانی جماعت پیدا کرنے کا تھا۔ سو جماعت احمدیہ کی نیکی، پارسائی، سرفروشانہ خدمات اسلام اور روحانی و جسمانی تنظیم صاحبِ دل انسان کے لئے خضرِ راہ ہیں۔ آپ نے پاکبازوں کا ایک گروہ پیدا کیا۔ جو دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ یہ نور مُنہ کی پھونکوں سے ہرگز نہ بجھایا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ضِمنی اعتراض

مرتد دھرم کوٹی لکھتا ہے۔

"فرعون نے بھی تو یہی کہا تھا۔ کہ "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی"۔ بتاؤ کہ مرزا صاحب کے ان الفاظ اور فرعون کے مقولہ میں کیا فرق ہے"؟ (ترک ص۳۱)

الجواب:۔ یہ ہے ملنگ جی کا مبلغِ علم۔ آپ کو اتنی خبر نہیں۔ کہ فرعون اللہ تعالیٰ کا مُنکر اور اپنی الوہیت کا مدعی تھا۔ "ربکم الاعلیٰ" میں اسمِ تفضیل دوسرے بُتوں وغیرہ کے لحاظ سے ہے۔ اس لفظ سے اس کو اللہ تعالےٰ کا قائل سمجھنے والے آیت ذیل پر غور کریں۔

وقال فرعون یاایها الملاء ماعلمت لکم من الٰہٍ غیری۔ فاوقد لی یاهامان علی الطین فاجعل لی صرحًا لّعلّی اطلع الی الٰہ موسٰے وانّی لاظنه من الکاذبین (القصص عٙ)

ترجمہ:۔ فرعون نے اپنے درباریوں اور رُوسا سے کہا۔ کہ میں تمہارے لئے اپنے سوا کسی دوسرے خدا کو نہیں جانتا۔ اے ہامان اینٹیں پکا کر محل بناؤ۔ تاکہ میں موسیٰ کے مزعوم خدا کو جھانکوں اور میرے نزدیک وہ جھوٹا ہے۔"

پس فرعون کو ہستی باریتعالیٰ کا قائل قرار دینا سراسر جہالت ہے۔ غرض اوّل:۔ تو فرعون ذات باری کا منکر تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "کیا بدبخت وہ انسان ہے۔ جس کو اب تک پتہ نہیں۔ کہ اس کا ایک خدا ہے۔ جو ہر

چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا۔ اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے۔ اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے۔ اگر تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو۔ کہ وہ تمہیں سیراب کریگا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔" (کشتی نوح ص۱۹)

دوم:۔ فرعون اپنی الوہیت کا مدعی تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آئینہ کمالات اسلام کے کشف کے متعلق بھی لکھا ہے۔

" لا نعنی بھٰذہ الواقعۃ کما یعنی فی کتب اصحاب وحدۃ الوجود وما نعنی بذالك ما ھو مذھب الحلولیتین الخ" (ص۵۶۶)

کہ اس کشف سے ہماری مراد وہ نہیں۔ جو وحدت الوجود والے لیا کرتے ہیں۔ یا اہل حلول کا مذہب ہے۔ یعنی اس کشف کا یہ مطلب نہیں۔ کہ خدا مجھ میں حلول کر آیا۔ بلکہ یہ تو فنا فی اللہ کا وہی مقام ہے۔ جو بخاری شریف میں لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میں نفل پڑھنے والے بندے کے ہاتھ۔ پاؤں۔ کان۔ آنکھ بن جاتا ہوں۔"

گویا آپ الوہیت کے مدعی نہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں۔

" تمام دنیا کا وہی خدا ہے۔ جس نے میرے پر وحی نازل کی۔ جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھلائے۔ جس نے مجھے اس زمانہ کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔" (کشتی نوح ص۱۸)

یعنی آپ کا دعوےٰ رسالت اور ماموریت کا ہے۔ وبس

سوم:۔ فرعون کا ادعاء غیر کشفی حالت کا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا واقعہ تم خود تسلیم کرتے ہو۔ کہ محض ایک کشف یا خواب ہے۔ جس کی تعبیر ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسفؑ کا کشف تھا کہ سورج، چاند اور ستارے مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ اب کیا حضرت یوسفؑ نے اس کشف میں خدائی کا دعوےٰ کیا تھا۔ اور حضرت اقدس نے اپنے کشف کی تعبیر خود بیان فرما دی ہے۔ جیسا کہ ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔

چہارم:۔ فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کے نتیجہ کے طور پر لوگوں کو دوسرے خدا

کی عبادت سے منع کیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو فرماتے ہیں :۔
" اے دے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو۔ آسمان پر تم اُس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے۔ جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو۔ کہ گویا تم خدا تعالٰے کو دیکھتے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے۔ وہ زکوٰۃ دے۔ اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے۔ اور کوئی مانع نہیں۔ وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو۔ اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو " (کشتی نوح صفحہ ۱۴)

پنجم :۔ فرعون اپنے مقاصد میں ناکام اور حضرت موسیٰؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق غرق ہوا لیکن یہ خدا کا جری حضرت مرزا غلام احمدؑ اپنے تمام مخالف و معاند دشمنوں کے سامنے بڑھا۔ اور اس کا مشن اکنافِ عالم میں پھیل گیا۔ تاریکی کے فرزند اس کے نیست و نابود کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ مگر خدا کے کام کو کون روک سکتا ہے۔ ان گندہ فطرت لوگوں نے اس مقدس انسان کو گالیاں دیں۔ اور اس کے ماننے والوں سے درندگی سے پیش آئے۔ کیا اللہ تعالٰے کی یہ عملی شہادت تمہاری نظر میں کُھلا کُھلا اور بیّن فرق نہیں ؟

اے دنیا کے منصف مزاج لوگو! اے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر مر مٹنے کے دعویدارو غور کرو۔ کہ کیا ایسا انسان جو اسلام کی بے نظیر خدمت کرنے والا ہو۔ ساری دنیا کو اسلام کا شیدا بنانے کی کوشش کرتا رہا ہو۔ اور اس کے ماننے والے اشاعت اسلام کے لئے، توحید کی حمائت کے لئے اپنی جان و مال قربان کر کے اکنافِ عالم میں پھیل گئے ہوں۔ جنھوں نے سر زمین تثلیث کو توحید کی تعلیم کے پانی سے سیراب کیا۔ اور نبی عربیؐ کی دعوت سے دنیا کے کناروں کو گونجا دیا۔ کیا وُہ فرعون ہے ؟ یا کیا وہ مدعیٔ الوہیت ہے ؟ اُف! اتنا کفر، اتنا ظلم !!

اے زمین اور اے آسمان! گواہ رہو۔ کیونکہ تم نے نوحؑ کا زمانہ دیکھا۔ لوطؑ کا دیکھا مکّہ والے تم نے دیکھے۔ تم نے ان کو تہ تیغ کیا۔ غرقاب کیا، فنا کیا۔ بھید ہے۔ اور خاص راز ہے ورنہ تم پھٹ جاؤ۔ اور ایسے تمام درندوں کو جو خدا کے بندوں پر حملہ کرتے اپنے اندر لے لو۔ مگر اس زمانہ میں ایک مجسّم رحمت موجود ہے۔ اور ہمیں ان لوگوں سے

شکوہ ہی کیا ہے۔ ہمیشہ سے یہ رسم چلی آرہی ہے۔ اس وقت یہود اور نصاریٰ کے مثیل بھی ہیں۔ جو کہ اس زمانہ کے پاکباز انسانوں کے متعلق طرح طرح کے اتہام اختراع کرتے ہیں

واُعطیت صفة الافناء والاحیاء

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہی صفتیں عطا کی گئی ہیں۔ جو حضرت مسیح ناصری کو دی گئی تھیں + اور استعارہ کو حقیقت پر محمول کرنا ناجائز ہے۔ جیساکہ گذشتہ نمبر میں بالتفصیل لکھا جاچکا ہے۔

اگر اس کو مجازنہ بھی تسلیم کیا جائے۔ تو ہماری طرف سے ایک اور جواب بھی ہے۔ او نادان! ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال اور دیکھ۔ کہ جب قرآن مجید باواز بلند تیرے مسلمہ عقیدہ کے لحاظ سے مسیح ناصری کو صفت احیائے موتیٰ عطا کرتا ہے۔ تو اگر مرزا صاحب کو مجازی طور پر اللہ تعالےٰ نے یہ اختیار دیدئے۔ تو کون سا کفر لازم آگیا چنانچہ ہم مقابلۃً دونوں عبارتیں نقل کرکے ناظرین کرام کے انصاف پر چھوڑتے ہیں۔ کہ آیا جو عقیدہ لال حسین کا ہے۔ وہ کفر ہے۔ یا ہمارا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔ "وَاُعطیت صفة الافناء والاحیاء"۔ یعنے مجھ کو فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے"+ یعنی جو لوگ روحانی طور پر مردہ ہیں اُن کو زندہ کیا جائیگا۔ اور جو لوگ جھوٹی روحانیت کی زندگی کے مدعی ہیں۔ ان کو روحانی طور پر مردہ قرار دیا جائیگا۔

قرآن مجید عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان کرتا ہے۔

"اِنّی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطّیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحي الموتیٰ باذن اللہ" (آل عمران ع۵)

حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں۔ کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے پیدا کرتا ہوں۔ اور اندھوں اور برص والوں کو بری کرتا ہوں۔ اور مردے زندہ کرتا ہوں۔ اللہ کے حکم سے"

افسوس! کہ وہ لوگ جو حضرت مسیح ناصری کو حقیقی طور پر خالق الطیور۔ مردوں کا زندہ کرنے والا اور دو ہزار برس سے آسمان پر خاکی جسم کے ساتھ زندہ اور بغیر کھانے پینے کے زندہ مانتے ہوں۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں۔ کہ مرورِ زمانہ سے اس میں کوئی تغیّر نہیں آیا۔ بلکہ وہ الآن کما کان کا مصداق ہے۔ اور کسی نامعلوم وقت میں نوجوان کا

نوجوان آجائے گا۔ وہ کس مُنہ اور کس زبان سے حضرت مسیح موعودؑ کی رُوحانی صفۃ الافناء والاحیاء پر اعتراض کرتے ہیں۔ خلاف شریعتِ اسلامیہ عقائد تو خود گھڑتے ہیں۔ اور اُلٹا الزام اس زمانہ کے موحد اعظم پر لگاتے ہیں۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین

واضح رہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احیائے موتیٰ کے متعلق ہمارا عقیدہ وہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی انسان کو خواہ وہ نبی ہو یا ولی یہ اختیار حقیقی طور پر ہرگز نہیں دیا گیا جیسا کہ لال حسین اور اس کے رفقار کا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حقیقی طور پر اس مردہ کو زندہ کیا کرتے تھے۔ جس میں سے رُوح نکل چکی ہو + اور یہ عقیدہ سراسر قرآن پاک کے خلاف ہے۔ اور ایسا شخص لعنتی اور مردُود ہے۔ جو خدا کے سوا کسی کو خالق یا محي وقیوم سمجھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے روحانی مردے زندہ فرمائے اور حضرت عیسیٰؑ بھی اسی طرح کے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔

ناظرین پر یہ واضح ہوگیا ہوگا۔ کہ جن مجازی الفاظ کو لے کر معترض حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ خدا تعالےٰ نے اس کے اعتراض کو اُسی کے مُنہ پر دے مارا۔ ع وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

ایک اور الہام

" انما امرك اذا اردت شیئًا ان تقول له کن فیکون"

(ترجمہ معترض) "اے مرزا تحقیق تیرا ہی حکم ہے۔ جب تو کسی شئے کا ارادہ کرے۔ تو اس سے کہہ دیتا ہے۔ پس وہ ہو جاتی ہے۔" (ترک ص۳)

الجواب :۔ مرتد دھرم کوٹی نے جو ترجمہ کیا ہے۔ وہ اس کا من گھڑت ترجمہ ہے۔ اور ہم دیکھتے چلے آئے ہیں۔ کہ وہ اپنی مطلب براری کے لئے طرح طرح کی بے ایمانیاں کرتا ہے۔ اور اس نے اس الہام " انما امرك اذا اردت الخ" کو حضرت مرزا صاحب کیلئے قرار دے کر دھوکا دیا ہے۔ اور آپ کے "دعویٰ الوہیت" (جو اس کا الزام ہے) پر صفۃ الافناء والاحیاء کے بعد دوسری دلیل پیش کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ اس الہام میں مخاطب اللہ تعالیٰ ہے۔ اور قُل محذوف ہے۔ اس نے یہ الہام کتاب البشریٰ سے نقل کیا ہے۔ یاد رہے۔ کہ رسالہ "ترک مرزائیت" میں (جس کا جواب ہم لکھ رہے ہیں) جس قدر حضرت اقدس کے الہامات درج کئے ہیں۔ وہ کتاب البشریٰ مصنّفہ بابو منظور الٰہی کے ہیں۔ "خدا بھلا کرے

بابو صاحب کا۔ انہوں نے بڑا کام کیا"۔ لیکن ہم اس جگہ لال حسین کو کہیں گے۔ کہ وہ کتاب البشریٰ کے الہامات کو پڑھکر حضرت اقدس کی کتابوں میں تشریح دیکھ لیا کرے۔ کیونکہ البشریٰ والے نے صرف الہامات کے چند ٹکڑے لیکر ایک جگہ جمع کر دئے ہیں۔ اور مذکورہ بالا الہام حقیقۃ الوحی میں بلحاظ سیاق وسباق یوں ہے۔

"اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔ ضاقت الارض بما رحبت ربّ انّی مغلوبٌ فانتصر فسحقھم تسحیقًا۔ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے انّما امرک اذا اردت شیئًا ان تقول لہ کن فیکون" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵)

اب ایک ادنےٰ تدبّر سے انسان سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس جگہ فقرہ "انّما امرک" میں مخاطب اللہ تعالےٰ ہی ہے نہ حضرت مرزا صاحب۔ جیساکہ سورہ فاتحہ کی آیت ایاک نعبد میں مخاطب اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ حالانکہ یہ خود اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یعنے بندوں کی زبان سے ادا کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور نے ان الہامات کے نیچے حسب ذیل ترجمہ درج فرمایا ہے :۔

"اے ازلی ابدی خدا میری مدد کے لئے آ۔ زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہوگئی۔ اے میرے خدا میں مغلوب ہوں۔ میرا انتقام دشمنوں سے لے۔ پس انکو پیس ڈال۔ کہ وہ زندگی کی وضع سے دور جا پڑے ہیں۔ تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے۔ وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵)

اگر "مرتد دھرم کوٹی" کے لئے عربی الفاظ میں التباس تھا۔ تو اس کا ترجمہ بھی موجود تھا۔ مگر یہ کام تو وہ کرے۔ جسے تحقیق حق منظور ہو۔ پھر دیکھئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ انما امرنا اذا اردنا شیئًا ان نقول لہ کن فیکون (تریاق القلوب صفحہ ۹۱) کہ ہماری ہی یہ شان ہے۔ کہ جب کوئی ارادہ کریں۔ تو فی الفور ہو جاوے۔ اس الہام سے بھی قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کہ متنازعہ فیہ الہام میں بھی ذات باری ہی مخاطب ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا اس بارہ میں کیا مذہب تھا۔ یعنی آپ اختیارات کن فیکون کس کے لئے مانتے تھے؟ سنو فرماتے ہیں :۔

"نہ ایک دفعہ بلکہ بیسیوں دفعہ میں نے خدا کی بادشاہت کو زمین پر دیکھا۔ اور مجھے خدا کی اس آیت پر ایمان لانا پڑا۔ کہ لہ ملک السمٰوٰت والارض یعنی زمین پر بھی خدا کی

گالیاں سُنکر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو ٭ کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسا

مجھے اسوقت لال حسین کی "متانت" اور "شائستگی" کے متعلق لکھنے کی ضرورت نہیں ہر غیر متعصب اور شریف انسان جس نے اسکے رسالہ کو پڑھا ہو گا۔ مصنف کی گندہ دہانی اُس پر واضح ہو گئی ہو گی۔ ایسے گندے الفاظ ایک دو نہیں۔ بلکہ ہر صفحہ کتاب میں تمسخرانہ انداز سے توہین۔ تحقیر اور تذلیل کی گئی ہے مصنف کو تو ان باتوں سے شرم نہیں آسکتی۔ کہ آئندہ اس فعل بد سے باز آئے لیکن مَیں دُنیا کے غیر متعصب با اخلاق لوگوں کے سامنے اس قسم کی ذہنیت پر اظہار افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیا اسلام اور بانیٔ اسلام کا سچ مچ یہی منشا تھا۔ کہ خدا کے برگزیدہ لوگوں۔ اور پیشوایان طریقت پر ناواجب حملے کئے جائیں۔ اور اُن کے متبعین کے دل دکھائے جائیں۔ کیا یہی طریق ہے۔ جس سے وُہ احمدیوں کو "ترک مرزائیت" کی دعوت دیتا ہے۔ دُنیا میں اِس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ کہ اس طریق سے قلوب کی اصلاح کی گئی ہو۔ حاشا و کلّا ٭

(۱) چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"میری مذہبی زندگی کا آغاز تحریک خلافت کا مرہُون منّت ہے" (ترک ص۵)

معلوم ہوُا۔ کہ تحریکِ خلافت سے پہلے آپ کی زندگی لامذہبیت، اور تحریک لاادریت کی مرہُونِ منّت تھی۔ کیسی اعلیٰ زندگی کی تفسیر فرمائی ہے سُبحان اللہ

(۲) آگے فرماتے ہیں :۔

"علمائے کرام نے نصِ قرآنی کی رُو سے حکومت کی درسگاہوں کے بائیکاٹ کا فتویٰ دیدیا تھا۔ اس لئے میں نے اس فتویٰ کی تعمیل میں کالج کو خیرباد کہا۔" (ترک ص۵)

خوب! یعنی آپ کی پہلی کالج والی زندگی اس فتویٰ کی رُو سے قرآنی تعلیم کے خلاف تھی۔ لیکن جناب نے وہ آیت نقل نہیں کی۔ تاکہ دوسرے اُن کے ہم مذہب کالجیٹ بھائیوں کو اس سے نصیحت حاصل ہوتی۔ اور وہ قرآنی تعلیم کے خلاف عمل نہ کرتے۔ سنتے ہو لاہور کے "مسلمان کالجیٹیو؟" مولوی صاحب کیا اُچرتے ہیں۔ اور اُطلبو العلم ولو کان بالصین پر کیسے لکیر کھینچتے ہیں ٭

(۳) پھر فرماتے ہیں :۔

"آخر مجھ پر کود اسپور میں حکومت کے خلاف منافرت پھیلانے کا الزام عاید کر کے میری تین تقریروں کی بنا پر مقدمہ چلا دیا گیا۔ عدالت نے چند سرسری پیشیوں کے بعد مجھے ایک سال قید کا حکم سُنایا؟ ۔ ایک سال اور بیس دن کی طویل

مدّت گورداسپور جیل میں گذاری"۔ (ترک ص۵)

چنانچہ جیل میں آپ کی ہر ممکن طریق سے خدمت تواضع کی گئی۔ اور جیل سے رہا ہوتے ہی آپ نے گرد و پیش کے حالات معلوم کر لئے۔ اور آریہ سماج اور شدھی کی تحریک کے مقابل کھڑے ہو گئے۔ لیکن اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بلکہ "لاہوری مرزائیوں" کے دام تزویر میں پھنس گئے۔ اور انہوں نے جناب کے "کورس ختم" کرنے پر سیکرٹری احمدیہ ایسوسی ایشن بنا دیا۔ (ص۷)

دیکھئے کس قدر ذلّت ہے رسوائی ہے
پھر بھی جاری ایسی خودستائی ہے

ہمیں تو علم نہیں۔ کہ لاہوری حضرات نے ان سے کیا کیا سخت کام لئے۔ اتنا معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ کو اوکاڑہ کی زمین کا کارپرداز بنایا گیا تھا۔ اور جب جھوٹے الزام قائم کرنے کا راز فاش ہو گیا۔ تو آپ نے چپکے سے استعفےٰ دے دیا۔

مرتد ہونے کی وجوہات آپ نے حسب ذیل لکھی ہیں:۔

(۱) "سنہ ۱۹۳۱ء کے وسط میں میں نے چند خواب دیکھے"۔ (ص۷)

(۲) "مرزا صاحب کے بعض الہامات اور اُن کی چند پیشگوئیاں میرے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھیں"۔ (ص۷)

معلوم ہوا۔ کہ عرصہ آٹھ سال تک تو آپ کو کوئی خواب نہ آیا۔ وُہ اس لئے کہ رقم کافی مل جایا کرتی تھی۔ لیکن سنہ ۱۹۳۱ء میں کذب آفرینی اور غبن کے جرم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لال حسین کو ڈانٹا۔ کہ خبردار اگر اس قسم کے گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو گے۔ تو جماعت سے نکال دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ لال حسین خارج کیا گیا۔ کوئی عقلمند اس سے پوچھے۔ کہ بھلے مانس! اگر مرزا صاحب کے الہامات تمہارے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے۔ تو بدقسمت تم نے بیعت کیوں کی حقیقت اور واقفیت یہ ہے۔ کہ تمام قصّہ جو اس نے دیباچہ میں لکھا ہے۔ بالکل لغو باطل اور خلاف واقعہ ہے۔ مُصنّف "ترک مرزائیّت" کو دراصل ایمان کی ضرورت نہ تھی۔ اور یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ کہ اُس نے تحقیق احمدیّت کی ہے۔ کیونکہ وہ خود اپنی مدّتِ تحقیق وسط سنہ ۱۹۳۱ء تا یکم جنوری سنہ ۱۹۳۲ء لکھتا ہے۔ گویا اس نے صرف چھ ماہ کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفۃ المسیح الثانی کی تصانیف کو اور دوسری طرف مولوی محمدؐ علی اور دیگر مصنفینِ جماعت احمدیہ

بادشاہت ہے۔ اور آسمان پر بھی۔ اور پھر اس آیت پر ایمان لانا پڑا۔ کہ انّما امرہٗ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون۔ یعنی تمام زمین و آسمان اس کی اطاعت کر رہی ہے۔ جب ایک کام کو چاہتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ کہ ہو جا۔ تو فی الفور وہ کام ہو جاتا ہے ‘‘
(کشتی نوح صفحہ ۳۵)

ہم نے اوپر حقیقۃ الوحی سے مسلسل الہامات درج کئے ہیں۔ ان سے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ’’انما امرک‘‘ میں اللہ تعالےٰ ہی مخاطب ہے۔ وہاں ’’انی مغلوب فانتصر‘‘ وغیرہ سے یہ بھی عیاں ہے۔ کہ آپ اپنی کمزوری کو پیش کر کے اللہ تعالےٰ سے نصرت چاہتے ہیں۔ یعنی تصرفات کلیۃً اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہو المراد۔

ہاں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر کوئی ایسا ہی ضدی اور ’’ہٹ دھرم‘‘ ہے۔ کہ ان تمام تشریحات کے باوجود بھی اصرار کرتا ہے۔ کہ ’’انما امرک‘‘ والے الہام میں حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالےٰ نے مجازاً اختیارات کن فیکون دئے ہیں۔ تو اُسے یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ پھر بھی وہ اسکو خلاف شریعت نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اُمت مسلمہ کے بہت بڑے بزرگ اور اسرار شریعت کے واقف حضرت غوث الاعظم پیران پیر سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے بہت سے انبیاء اور اولیاء کو مجازاً اختیارات کن فیکون دئے ہیں۔ اور ہر مطیع بندہ کو وہ اب بھی دیتا ہے۔ چنانچہ شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی فارسی ترجمہ میں لکھتے ہیں :-

’’اے فرزند آدم منم خدا نیست ہیچ خدائے مگر من میگویم مر چیزے را کہ میخواہم کہ پیدا کنم آنرا پیدا شو و۔ پس پیدا مے شود آں چیز۔ فرمانبرداری کن مرا تا بگردانم ترا بایں صفت کہ بگوئی مر چیزے را شو پس میشود آں چیز۔ زیرا کہ تو چوں اطاعت من کنی و بتمام تابع امر و نہی شوی و فانی شوی از خود و باقی گردی بہ من ظاہر گردد انوار قدرت من در تو و پیدا گردد آثار آں از تو‘‘ (فتوح الغیب مقالہ ۱۳ صفحہ ۸۷)

اب اگر حضرت مرزا صاحب کی مخالفت ہی منظور ہے۔ تو آؤ حضرت غوث الاعظم جیلانی پر بھی فتوے لگاؤ۔ ورنہ صاف ظاہر ہے۔ کہ تمہارا اعتراض باطل ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہی مسلک ہے۔ جو پہلے اولیاء و صلحاء کا تھا۔ اور تم وہ راستہ اختیار کر رہے ہو۔ جو پہلے مکذبین، مکفرین اور حق سے بیگانہ لوگ اختیار کرتے رہے چنانچہ

حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں :- ؎

میری نسبت جو کہیں کیں سے وہ سب بر آتا ہے
چھوڑ دینگے کیا وہ سب کو کفر کر کے اختیار

اعملوا ما شئتم انی غفرت لکم

اس الہام کو درج کرنے کے بعد مُرتد دھرمکوٹی بڑے کرّو فر کے ساتھ لکھتا ہے :-

"پس جب خدا نے ہی مرزا صاحب سے پابندئ شریعت کی تمام قیود اٹھالیں۔ تو اس حالت میں صاحب جو کچھ بھی کر لیتے۔ ان کے لئے جائز تھا۔ اور انہیں ضرورت نہ تھی۔ کہ وہ اپنے عقائد اور افعال کو قرآن کریم اور حدیث شریف کی کسوٹی پر پرکھنے کی تکلیف گوارا کرتے"۔ (ترک ص۱۳۱)

الجواب (الف) تمہارا یہ نتیجہ ہم نے گذشتہ نمبروں میں بالتفصیل باطل کر دیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا ہر ایک عقیدہ اور ہر ایک قول عین قرآن کریم اور حدیث شریف کی تعلیم کے مطابق ہے۔ اگر تم یہ تکلیف گوارا کرتے۔ کہ آیا مرزا صاحب کے الہامات اور عقائد قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق ہیں۔ تو تمہیں معلوم ہو جاتا۔ لیکن تم نے یہ سبق پڑھا ہی نہیں۔ سچ ہے "اُلٹا چور کو توال کو ڈانٹے"۔

(ب) یہ الہام براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۶۰ پر اس طرح ہے۔ "اعمل ما شئت فانی قد غفرت لك" حضرت مسیح موعود نے اس کی کافی تشریح فرمائی ہے۔ لیکن مرتد کو تحقیق حق مدّ نظر نہیں۔ اس لئے اس نے اعتراض کرتے وقت یہ نہ سوچا۔ کہ کم از کم جس مقام پر یہ الہام درج ہے۔ اس کو دیکھ تو لیا جائے۔ چنانچہ حضرت اقدس ص۵۶۱ پر فرماتے ہیں :-

"اس آخری فقرہ کا یہ مطلب نہیں۔ کہ منہیات شرعیہ تجھے حلال ہیں۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ تیری نظر میں منہیات مکروہ کئے گئے ہیں۔ اور اعمال صالحہ کی محبت تیری فطرت میں ڈالی گئی ہے۔ گویا جو خدا کی مرضی ہے۔ وہ بندے کی مرضی بنائی گئی۔ اور سب ایمانیات اس کی نظر میں بطور فطرتی تقاضا کے محبوب کی گئیں"۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۶۱)

اس حوالہ نے مرتد دھرم کوٹی کے فقرہ "پابندئ شریعت کی تمام قیود اٹھالیں" کے پرخچے اڑا دئے۔ اور اس کی بطالت اور کذب بیانی واضح ہو گئی۔

(ج) یہ مقام پابندئ شریعت کی قیود اٹھانے کا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس مقام کا اصل مقصد رضائے الٰہی کی ماتحتی ہے۔ اس کے متعلق اگر غور کیا جائے۔ تو دراصل یہ وہی مقام ہے۔ جہاں جاکر اللہ تعالٰے اپنے بندے سے کہدیتا ہے۔ کہ اب تو جو چاہے کر۔ کیونکہ اس حالت میں اس کا اپنا ارادہ اور مشیت باقی ہی نہیں رہتی۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں محض ایک آلہ بن جاتا ہے۔ اس کا نُطق اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ (وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الّا وحی یوحیٰ" ترک ص۔) اور اس کی حرکت اور اس کا سکون "امر ربی" کے ماتحت ہوتا ہے۔ ایسے وقت پر خدا فرماتا ہے۔ اب چونکہ تو ماسوی اللہ سے پورے طور پر کنارہ کش ہو گیا ہے۔ اس لئے اب تیرا ارادہ میرا ارادہ ہے چنانچہ اہلِ بدر کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم (مسلم باب فضائل اہل بدر جلد ۲ ص۳۵۹) کہ اب جو چاہو عمل کرو۔ یعنی اب تمہارا عمل یقیناً یقیناً اللہ تعالےٰ کے ماتحت ہی ہوگا۔ تم کسی بدی کا ارتکاب نہیں کرو گے۔ پس جس طرح خدا نے اہل بدر سے "پابندئ شریعت کی تمام قیود اٹھالیں"۔ اور اس حالت میں اہل بدر جو کچھ بھی کرلیتے ان کے لئے جائز تھا" (ترک ص۔) اسی طرح مرزا صاحب کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا۔ کہ "اعملوا ما شئتم" یعنی اب تم نیکیاں ہی کرو گے۔ اور آپ اُس اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ کہ اب جو خدا کے منشاء کے مطابق عمل ہوگا۔ اسی کے مطابق ہی جو چاہو گے کرو گے۔ فلا اعتراض

شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔

"ما اتی محرّمًا من ھٰذہٖ صفتہ فانّہ ممن قیل لہ اعمل ما شئت فما عمل الّا ما ابیح لہٗ عملہٗ"۔ کہ اس مرتبہ کا انسان کوئی بدی نہیں کرتا۔ بلکہ وہی عمل کرتا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے اس کے لئے جائز قرار دیا ہو۔ (فتوحات مکیہ جلد ۲ ص۔)

(د) قرآن مجید میں حضرت خضرؑ کا واقعہ سب کو معلوم ہے۔ کشتی کو عیب دار بنانے کے فعل کو "فاردت ان اعیبھا" کے لفظ سے بیان کیا۔ اور قتل غلام پر "فاردنا ان یبدلھما ربھما" فرمایا۔ لیکن دیوار کے بنانے پر "فاراد ربّک" ارشاد ہوا۔ یعنی کشتی کے متعلق فعل کو اپنے ارادہ سے منسوب کیا ہے۔ اور قتل غلام پر "ہمارا ارادہ ہوا" فرماتے ہیں۔ اور دیوار کے متعلق فعل کو محض ارادہ الٰہی کہتے ہیں۔ مگر آخرکار فرماتے ہیں۔ "وما فعلتہ عن امری"۔ کہ میں نے یہ سب معاملات اپنے ارادہ سے نہیں کئے۔

بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ مصر

بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہی کئے ہیں۔ اس تمام تفصیل میں بتایا گیا ہے۔ کہ اس وقت حضرت خضرؑ کا ارادہ اپنا ارادہ نہ تھا۔ بلکہ ذات باری کا ہی ارادہ تھا۔ گویا کہ وہ اس وقت مقام "اعملوا ما شئتم" پر تھے۔ حالانکہ قتل غلام وغیرہ افعال شریعت کی رُو سے ناجائز تھے۔ اور اسی لئے حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ان پر اعتراض کیا تھا۔ لیکن ہر دو بزرگ حقیقی طور پر متبع بالشریعت تھے۔ اور ایک کو دوسرے پر یہ ایک جزوی فضیلت حاصل تھی۔ کہ اعملوا ما شئتم۔ یعنی تمہیں اختیار ہے۔ کہ تم اس بدذات لڑکے کو قتل کردو۔ یہ خدا کے ارادہ کے ماتحت عمل تھا۔

بخاری شریف میں قدسی حدیث ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وان سألنی لاعطینہٗ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت عن شیٍٔ انا فاعلہٗ ترددی عن نفس المؤمن یکرہ الموت وانا اکرہٗ مساءتہ (بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)

کہ میرا مقرب بندہ جب مجھ سے مانگتا ہے۔ میں اُسے ضرور دیتا ہوں۔ اور جب وہ کسی شر سے پناہ مانگتا ہے۔ تو اسے پناہ دیتا ہوں۔ اور مجھے کبھی کسی کام کے متعلق اتنا تردّد نہیں ہُوا۔ جتنا کہ مومن کی جان کے متعلق ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے۔ اور میں بھی اسکو دُکھ پہنچانے کو بُرا سمجھتا ہوں۔"

یہ حدیث اپنے بیان میں نہایت بیّن ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ میں مومن کے ہر ارادہ سے موافقت کرتا ہوں۔ حتّٰی کہ اگر مصلحت الٰہی اور قانونِ قدرت کے ماتحت اس کو موت سے مستثنٰے کیا جانا مناسب ہوتا۔ تو میں اُسے موت بھی نہ دیتا۔ گو اللہ تعالےٰ کو مومن کی موت کے وقت "تردّد" ہوتا ہے۔ غرض یہ وہی مقام ہے۔ افسوس کہ تعصّب کے ماتحت مرتد دھرم کوٹی الہام "اعملوا ما شئتم" کو شریعت کے خلاف کہتا ہے حالانکہ یہی عین شریعت ہے۔

نتیجہ

مرتد دھرمکوٹی اپنے ارتداد کی وجہ بایں الفاظ لکھتا ہے :۔

"احمدی دوستو! مرزا صاحب کے مندرجہ بالا خلاف قرآن و حدیث اقوال نے مجھے مجبور کردیا۔ کہ میں ان عقائد باطلہ کو ترک کرکے اہل سُنّت والجماعت کی مستقیم شاہراہ پر گامزن ہو جاؤں۔" (ترک صہ ۳۱)

الجواب (الف) پہلا جواب لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

(ب) یہ کہ تم نے جس قدر اپنی کتاب "ترک مرزائیت" میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات درج کئے ہیں۔ وہ تمام دعاوی ہیں۔ اور ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ان تمام دعاوی کا ہر ایک لفظ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق، قرآن کریم کے موافق احادیث نبویہ کے ماتحت، اقوال بزرگان سے عین مطابق ہے۔ تمہاری "اہل سنتی" سب پر روشن ہو چکی ہے۔ اور ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہمارا مذہب عین اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور اہل سنت وہی شخص ہے۔ جس کے عقائد قرآن وحدیث کے مطابق ہوں۔ اور جو حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا ہو۔ بدنصیب، تم نے حضرت مرزا صاحب کا کونسا عقیدہ درج کیا۔ جو قرآن کریم کے خلاف ہے۔ واہ سائیں جی واہ۔ یُوں ہی گپ ہانک دینا کوئی کمال نہیں۔

(ج) تیری "ترک مرزائیت" بھی غلط ہے۔ کیونکہ نہ تو "مرزائی" اور نہ سنی۔ اور اگر واقعی تُو کہیں "مرزائی" ہو بھی گیا۔ تو کم از کم کسی سے پوچھ لیتا۔ کہ مرزائیت کون سے مذہب کا نام ہے۔ جب تو مرزائی ہوا ہی نہیں۔ تو "ترک مرزائیت" کس بلا کا نام ٹھہرا۔ دنیا کے کسی ملک میں مرزائی کوئی مذہب نہیں۔ پس تیری "ترک مرزائیت" بھی غلط۔ تیرا اول غلط تیرا آخر غلط۔ تو جھوٹا تیرا کام جھوٹا۔ تیری نیت بد اور تیرا انجام خراب۔ دربدر خاک بسر کا مصداق۔ اور یہ شعر تیرے مناسب حال ہے۔ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم + نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ جن الہامات پر "مرتد" نے اعتراضات کئے ہیں وہ وہی ہیں۔ جو از قبیل متشابہات ہیں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو متشابہات قرار دیا ہے۔ دافع البلاء کی عبارت آپ پڑھ چکے ہیں۔ جہاں حضور نے فرمایا ہے "یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے۔ تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ پس اس سے بچو۔ کہ متشابہات کی پیروی کرو۔ اور ہلاک ہو جاؤ۔"

(دافع البلاء ص۶ حاشیہ)

پس ثابت ہُوا۔ کہ "ملنگ" نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متشابہات الہامات کے دشمنی اور تعصب کے ساتھ وہ معنے کئے۔ کہ جو "محکمات" کے خلاف نظر آتے ہیں۔ اور ان کو اسی

لئے متشابہات کہا جاتا ہے۔ کہ اگر ان کے معنیٰ "محکمات" کے ماتحت کئے جائیں۔ تو بہتر، اگر خلاف کئے جائیں۔ تو سمجھ لو کہ اس انسان نے ہلاکت کے گڑھے میں چھلانگ لگائی۔ اسی سبب سے ایک لال حسین بھی ہلاک ہوگیا۔ کیونکہ اسکو متشابہات کی پیروی نے ہلاکت میں ڈالدیا۔ ہر ایک متدین شخص کو محکمات کی روشنی کے ہوتے ہوئے متشابہات کی پیروی کرنیکی کوئی ضرورت نہیں۔ جیساکہ ہر "راسخ الاعتقاد" مسلمان قرآن کریم کی آیات محکمات کی روشنی میں شریعت اسلامیہ پر کاربند ہے۔ اور متشابہات آیات کو بحوالۂ خدا کرتا ہے۔ کیونکہ ان کی تاویل کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ بلکہ وہ راسخون فی العلم لوگوں کا حصہّ ہے ؛

الزامی جوابات کی وجہ

اگرچہ لال حسین۔ جیسے ضدی دشمن کے سامنے الزامی جواب زیادہ مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے بعض دفعہ عوام الناس کو دھوکا دینے کے لئے کہدیا جاتا ہے۔ کہ دیکھو صاحب۔ احمدی تو اسلام پر بھی اعتراض کر رہے ہیں۔ احادیث پر بھی جرح کرتے ہیں۔ اور بعض کندہ ناتراش اس بات سے مشتعل ہو کر حقیقت کے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ مگر یاد رہے۔ کہ ہم نے ان تمام معاملات کی خوب وضاحت کر دی ہے۔ کہ ان باتوں کو ہم غلط قرار نہیں دیتے۔ بلکہ ان پر ایمان رکھتے ہوئے حضرت مرزا صاحبؑ کے الہامات اور آپ کی باتوں کو اُن پر پرکھتے ہیں۔ اور ان کی مطابقت کی وجہ سے اُنپر یمان لاتے ہیں۔ کیونکہ یہاں پر دو ہی صورتیں ہیں۔ اگر غلط ہیں۔ تو دونوں غلط ہیں۔ اگر درست ہیں۔ تو دونوں قابل تسلیم ہیں۔ اور جو منہاج نبوت اور اولیاء امت کے عقائد، خیالات اور تحریروں سے ثابت ہو۔ اس کو کوئی متدین انسان خلاف شریعت نہیں کہہ سکتا۔ پس ہمارے الزامی جوابات اس نوعیت کے ہیں۔ اور کسی کو یہ حق نہیں۔ کہ ان کو ناجائز رنگ میں پیش کرے۔

اس فصل میں جن اُمور کو مرتد نے بطور اعتراض پیش کیا تھا۔ ان کا واضح جواب دیتے ہوئے ہم نے "مرتد ملنگ" کی غلط بیانیوں کو بھی واشگاف کر دیا۔ آہ! آج یہ لوگ اس مقدس انسان پر افترا پردازی کر رہے ہیں۔ مگر "کل" ان کو بتا دیگا۔ کہ تم نے کفر کیا۔

پاک دل پر بدگمانی ہے یہ شقوت کا نشاں
اب تو آنکھیں بند ہیں دیکھیں گے پھر انجام کار

فصل دوم

"مرزا صاحب کا دعویٰ نبوّت"

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر (مسیح موعود)
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

عنوانِ بالا سے یہ سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ اس فصل میں معترض نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کی تردید کی ہوگی۔ یا مسئلہ ختم نبوت کو بذریعہ قرآن کریم و احادیث نبویہ بیان کیا ہوگا۔ کہ ان ہر دو اصول اسلام کی رُو سے حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے یا نہیں۔ مگر مضمونِ فصل کے پڑھنے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ معترض نے اس مسئلہ کو مطلق اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔ بجائے اس کے کہ وہ تردید دعوٰے نبوت کرتا۔ اس نے تائید دعویٰ نبوت کو پیش کر کے حضرات غیر مبائعین کو شرمندہ کیا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کی مختلف کتب سے اکیس ۲۱ حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ جن سے "مزعومہ مسئلہ ختم نبوت" پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اور یہ حوالجات اپنے اندر اس قدر قوت اور جلال رکھتے ہیں۔ اور ان کے اندر اس قدر "الٰہی کلام" کی "برق" موجود ہے۔ کہ حضراتِ غیر مبائعین کے "عقیدہ تقیہ بازی" اور امارتِ کاذبہ کے ایوانِ غرور کو یکدم بھسم کر دیتی ہے۔ نیز خود معترض مُرتد کے ارتداد اور "ترک مرزائیت" کی وجوہاتِ باطلہ کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیتی ہے۔ بہر حال ان تمام حوالہ جات سے ہمارا کُلّی اتفاق ہے۔ کہ واقعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان تشریحات کے ماتحت جو آپ نے فرمائی ہیں خدا کی طرف سے تابع شریعت محمدیہ اس زمانہ کے لئے نبی تھے۔ اور اس کے متعلق آپ نے خود فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ آپ کس قسم کی نبوّت کے مدعی تھے۔ غیر مبائعین آپ کی ابتدائی

تحریروں سے جو "انکار نبوت" کے حوالجات پیش کرتے ہیں۔ ان کا بھی آپ کے اس قطعی فیصلہ سے ابطال ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔"

(ترک ص۳۲ بحوالہ ایک غلطی کا ازالہ)

پس معترض کا یہ حوالہ پیش کرنا ذوالفقار کی مانند ہے۔ یعنی ایک طرف اس حوالہ سے "لاہوریوں" کے موجودہ عقائد کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ اور دوسری طرف خود معترض کی "سرکش گردن" قلم ہو جاتی ہے۔ گویا کہ وہ اس تلوار سے جو اپنے لئے دو دھاریں رکھتی ہے۔ یہ فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ کہ ایک فریق پر حملہ کروں۔ لیکن وہ ناوان تھا۔ اُسے معلوم نہ تھا۔ کہ اسی تلوار کی دوسری دھار سے اس کا کام تمام ہو جائیگا۔

یاد رہے۔ کہ معترض کا "لاہوریوں" کے سامنے یہ حوالے پیش کرنا "ترک مرزائیت" کے ساتھ بظاہر کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن چونکہ وہ لاہوری جماعت کا ممبر تھا۔ اور اسے اس جماعت نے اسی مسئلہ کے اخفاء کے ذریعہ اپنے "دام تزویر" میں پھنسایا تھا۔ اس نظریہ کو لے کر مرتد مذکور نے ان پر یہ ظاہر کرنا چاہا۔ کہ آٹھ سال کی شدید محنت کے بعد مجھے معلوم ہوا۔ کہ حضرت مرزا صاحب واقعی ان حوالہ جات کی رُو سے نبوت غیر تشریعی کے مدعی تھے۔ اور لاہوریوں کی "دغابازی" اس "بھولے بھالے" انسان پر ظاہر ہو گئی۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ اگر غیر مبایعین کے عقائد کا ان حوالہ جات سے ابطال ہو گیا۔ تو بھلے آدمی تمہیں چاہیئے۔ کہ جماعت حقہ کے ساتھ مل جاؤ۔ کیونکہ تم آٹھ سال سے حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود مانتے ہو۔ پس جو مسیح موعود ہے۔ اس کا نبی ہونا ضروری ہے۔ لیکن اس جگہ معترض کوئی مفر نہیں پاتا۔ آخر بڑی سوچ وبچار

کے بعد ایک جواب اس کی طرف سے ملتا ہے۔ کہ لاہوری جماعت حضرت مرزا صاحب کو اس لئے نبی نہیں مانتی۔ کہ حدیث میں تیس ۳۰ کذابوں کی پیشگوئی موجود ہے۔ کہ وہ مدعیٔ نبوت ہوں گے۔ اور اس بناء پر میں بھی مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا۔ مگر اس جواب سے بھی اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اس جھوٹ کی نجاست پر مُنہ مارنے کے بعد لکھتا ہے۔ کہ میں نے خود ان احادیث کی رُو سے "مرزائیت" ترک کی۔ اب ہمارا اور اس کا تنازعہ صرف ایک بات پر رہ گیا ہے۔ اور بعض ضمنی اعتراضات بھی ہیں۔ جن کے جوابات قولہٗ و اقول کی طرز پر لکھے جائیں گے۔

قولہٗ۔ مرزا صاحب کے مریدوں کے دو فریق ہیں۔ ایک کا مرکز لاہور ہے۔ دوسرے کا قادیان۔ قادیانی جماعت مرزا صاحب کو نبی مانتی ہے۔ لیکن لاہوری جماعت میرزا صاحب کی تعلیم کے خلاف انہیں نبی نہیں کہتی"۔ (ترک صہ ۳۲)

اقول۔ لاہوری جماعت حضرت مرزا صاحب کو بقول شما ابتدائی تحریروں کی رُو سے نبی نہیں مانتی۔ اور باقی حصہ اقوال کو ترک کرتی ہے۔ یہی ترک کر دینا ہی ان کے غلط کار ہونے کی دلیل ہے۔ قرآن مجید نے اس قسم کے لوگوں کے متعلق فیصلہ کیا ہے۔ افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالك منکم الاخزی فی الحیٰوۃ الدنیا الآیہ (بقرہ ع) کیا تم ایک حصۂ کتاب کو مانتے ہو۔ اور دوسرے حصہ کا انکار کرتے ہو۔ تم میں سے جو ایسا کرے گا۔ وہ دنیا میں بھی ذلیل ہوگا الخ

اور یوں اختلاف بالذات موجب اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمان کہلانیوالے تہتّر فرقوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔ کیا حضرت رسول کریم صلعم کی صداقت پر اس سے کوئی اعتراض ہو سکتا ہے؟ پس کسی قوم کے اندر اختلاف ہو جانا دشمن کے لئے کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اختلاف فی ذاتہٖ موجب قدح نہیں۔ اگر ہے۔ تو اس اعتراض کا جواب کیا ہوگا۔ کہ آنحضرتؐ کی اُمت میں تہتّر فرقے ہو گئے۔ اور شیعہ، سُنّی کا تنازع تیرہ سو برس سے چلا آرہا ہے؛

قولہٗ:۔ "لیکن مرزا صاحب کے لاہوری مُریدان کی نبوّت کو نہیں مانتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوئی نبوّت

کرنے والا کذاب اور دجال ہے۔" (ترک ص۴۵-۴۶)

اقول۔ تم خود ثابت کر چکے ہو۔ کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے۔ اور لاہوری انکو نبی نہیں مانتے۔ جب مدعی کی نبوت ثابت ہو گئی۔ تو انکار کرنے والا خود جھوٹا ہو گیا۔ اور اگر لاہوری اس حدیث کی رو سے نبی نہیں مانتے۔ توان کا مہدی اور مسیح موعود ماننا بھی غلط ثابت ہو گا۔ کیونکہ جس نبوت کے آپ مدعی ہیں۔ اس نبوت کیلئے یہ حدیث مانع نہیں ہو سکتی۔ پس لاہوریوں کا عقیدہ جو تم نے اپنے الفاظ میں تحریر کیا ہے۔ باطل ہے۔ اور ان کے تتبع سے تمہارا آٹھ سال "مرزائی" ہونا اور "ترک مرزائیت" کرنا بھی غلط ٹھہرا۔

قولہٗ۔ "جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سیکون فی امتی کذابون ثلٰثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔" ترجمہ۔ میری امت میں تیس۳۰ جھوٹے ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک نبوت کا دعوے کریگا۔ باوجودیکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" (ترک ص۴۶)

اقول۔ (الف) تم نے کسی کتاب کے صفحہ کا حوالہ نہیں دیا۔ تمہارے "ب" اور "د" کے دونوں حوالے بھی نامکمل ہیں۔ اور نہ تم نے کسی صحیح کا نام لکھا ہے۔ بہرحال تم دہوکا باز ہو۔

(ب) حوالہ "د" میں جو خاتم کے لفظ پر اعراب دئے گئے ہیں۔ یہ تمہاری کم علمی اور بددیانتی کا ثبوت ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں خاتم کی "تا" بالفتح ہے۔ "تا" بالکسر لکھنا تمہارے دجل کا زبردست ثبوت ہے۔ کیونکہ تم نے خدا کے کلام اور رسول کریم کی حدیث کی تحریف کی ہے۔ پس یہ حدیث تمہارے ایسے دجل کنندوں کے متعلق ہے۔

(ج) کیا رسول کریم نے صرف جھوٹوں ہی کی بشارت دی ہے۔ کیا امت مرحومہ کے خیر امت ہونے کا یہی ثبوت ہے۔ کہ اس میں تفرق وتشتت کے انتہائی عالم میں بھی دجال اور جھوٹے نبی ہی آئیں گے؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تو آنیوالے مسیح موعود کو چار مرتبہ نبی اللہ کہہ کر سچوں کی بھی خبر دی تھی۔ مگر تم ایسے کذاب اس سے غافل ہیں۔

(ی) شارحین حدیث لکھ چکے ہیں۔ کہ وہ تعداد تیس ۳۰ پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے۔

"ھٰذا الحدیث ظھر صدقہٗ فانہ لو عدمن تنبأ من زمنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی الاٰن لبلغ ھٰذا العدد و یعرف ذالک من یطالع التواریخ ولولا الاطالۃ لفصلنا ذالک" (اکمال الاکمال جلد ۷ صفحہ ۲۵۸ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ اس حدیث کی صداقت ظاہر ہو چکی ہے۔ کیونکہ اگر ان لوگوں کا شمار کیا جاوے جنہوں نے حضورؐ کے زمانہ سے لے کر آج تک جھوٹے دعاوئ نبوت کئے ہیں۔ تو وہ اس عدد تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس بات کو ہر وہ شخص جانتا ہے۔ جو تاریخ کا مطالعہ رکھتا ہے۔ اگر خوف طوالت نہ ہوتا۔ تو ہم ان کو بالتفصیل ذکر کرتے"

اس تحریر کا راقم ۸۲۸ھ ہجری میں فوت ہوا ہے۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب نے لکھا ہے:۔

"بالجملہ آنچہ آنحضرت صلعم اخبار بوجود دجالین کذابین دریں امت فرمودہ بود واقعہ شد" (حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۹)

پس اس حدیث کو اس زمانہ میں پیش کرنا شارحین حدیث اور اُمت مسلمہ کے بزرگان کو جھوٹا قرار دینا ہے۔ کیا تمہارے دجالوں کا سلسلہ ابھی تک منقطع نہیں ہوا۔ کوئی سچا نبی بھی آئے گا یا نہیں؟

(ک) قرآن مجید سچے اور جھوٹے نبی کے لئے ما بہ الامتیاز پیش کرتا ہے۔ پس اُسکو معیار بنا کر فیصلہ کر سکتے ہو۔ منہاج نبوت اور علامات صادقین جس مدعی پر چسپاں ہوں۔ اُسکو جھوٹا کہنا تقویٰ کا طریق نہیں۔

ہمیں ان لوگوں پر تعجب ہے۔ جو وقت کی نزاکت، اُمتِ محمدیہ کے حالات کے اقتضاء کو پسِ پُشت ڈال کر خدا کے سچے نبی حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب پر کمربستہ ہیں۔ کیا صدی کا شروع مجددِ دین کا مقتضی نہ تھا؟ اور کیا اب نصف صدی سے زیادہ عرصہ نہیں گذر گیا؟ کیا اسوقت اسلام کی موت وحیات کا سوال پیش نہیں؟ اے کاش قوم ان باتوں سے باز آتی اور خدا کے نُور کو دجال نہ سمجھتی۔

انہی حالات کو دیکھ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"یہ لوگ اب تک آسمانی گورنمنٹ کے باغی ہیں۔ خدا کے نشانوں کو نہیں دیکھتے۔ اُمتِ ضعیفہ پر نظر نہیں ڈالتے۔ صلیبی غلبہ کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ اور ہر روز ارتداد کا گرم بازار دیکھکر انکے دل نہیں کانپتے۔ اور جب ان کو کہا جائے۔ کہ عین ضرورت کے وقت میں عین صدی کے سر پر عین غلبۂ صلیب کے ایام میں یہ مجدّد آیا۔ جس کا نام ان معنوں سے مسیح موعود ہے۔ کہ جو اسی صلیبی فتنہ کے وقت ظاہر ہوا۔ تو کہتے ہیں۔ کہ حدیثوں میں ہے۔ کہ اس اُمت میں تیس ۳۰ دجّال آویں گے۔ کہ تا اُمت کا اچھی طرح خاتمہ کر دیں۔ کیا خوب عقیدہ ہے۔ اے نادانو! کیا اس اُمت کی ایسی ہی پھوٹی ہوئی قسمت اور ایسی ہی بد طالع ہیں۔ کہ ان کے حصہ میں تیس ۳۰ دجال ہی رہ گئے۔ دجال تو تیس۔ مگر طوفانِ صلیب کے فرو کرنے کے لئے ایک بھی مجدّد نہ آسکا۔ زہے قسمت خدا نے پہلی اُمتوں کے لئے تو پے در پے نبی اور رسول بھیجے۔ لیکن جب اس امت کی نوبت آئی۔ تو اسکو تیس ۳۰ دجال کی خوشخبری سنائی گئی۔ اور پھر یہ بھی ثابت شدہ پیشگوئی ہے۔ کہ آخر کار اس امت کے علماء بھی یہودی بن جائیں گے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ اب تک لاکھوں آدمی مرتد ہو چکے ہیں۔ جنھوں نے دینِ اسلام کو ترک کر دیا۔ پس کیا اس درجہ کی ضلالت تک ابھی خدا خوش نہ ہوا۔ اور اس کے دل کو سیری نہ ہوئی۔ جب تک اس نے خود اسی امت میں سے صدی کے سر پر ایک دجّال بھیج نہ دیا۔ خوب امت مرحومہ ہے۔ جس کے حق میں یہ عنایات ہیں۔ اور پھر یہ کہ باوجودیکہ اس دجّال کے مارنے کیلئے مومنوں کے سجدات میں ناک گھس گئے۔ لاکھوں دعائیں اور تدبیریں اسکی ہلاکت اور تباہی کیلئے کی گئیں۔ مگر خدا نہیں سنتا۔ منہ پھیر لیتا ہے۔ بلکہ برعکس اس کے یہ دجال برابر تیس ۳۰ برس سے ترقی کر رہا ہے۔ اور دنیا میں آسمان کے نور کی طرح پھیلتا جاتا ہے۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ امت نہایت ہی بد قسمت ہے۔ اور خدا کا پختہ ارادہ ہے۔ کہ اُسکو ہلاک کر دے۔ یہ کیسی مورد غضب الٰہی ہے۔ کہ ایک تو دجال کے قبضہ میں دی گئی۔ اور اب تک سچے مسیح اور مہدی کا نہ آسمان پر کچھ پتہ چلتا ہے۔ نہ زمین پر۔ ہزار چیخیں بھی مارو وہ دونوں گم شدہ جواب بھی نہیں دیتے۔ کہ زندہ ہیں یا مردہ۔ اور کدھر ہیں۔ اور کہاں ہیں۔ نبیوں کے مقرر کردہ وقت بھی گذر گئے۔ اور امت کو عیسائی مذہب نے کھا لیا۔ مگر نہ خدا کو

رحم آیا۔ اور نہ مہدی اور مسیح کے دل نرم ہوئے۔" (نزول المسیح صفحہ ۳۳-۳۴)

معترض نے مسیلمہ کذاب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ ہمارے لئے کوئی حجت نہیں کیونکہ وہ تیس ۳۰ دجالوں کی حدیث کا سب سے پہلا مصداق ہے۔ اور شارحین کے فیصلہ کے مطابق تیس دجال گذر چکے ہیں۔ نیز اُسکے اُمتی کہلانے اور حضرت مرزا صاحب کے اُمتی ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ اگر اُمتی کہلاتا بھی تھا۔ تو اپنی منافقت کی وجہ سے۔ جیساکہ عبداللہ بن اُبی مسلمان کہلاتا تھا۔ مگر قرآن نے اسکو منافق قرار دیا ہے۔ یاد رہے۔ کہ مسیلمہ کذاب آنحضرت صلعم کے مقابلہ پر آپ کی عین حیات میں مدعیٔ نبوت تھا۔ اگر وہ امتی کہلا کر بھی دعویٰ نبوت کرتا تھا۔ تو معترض کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اسوقت اس کا امتی کہلانا منافقت تھی۔ کیونکہ حضورؐ کی زندگی میں کسی نبی کی ضرورت کیسی؟ اور پھر آپ کی موجودگی میں امتی نبی کیسا۔ غور کا مقام ہے۔ اعتراض کرتے وقت کم از کم سوچ لینا چاہیئے تھا۔ بہرحال مسیلمہ کذاب کا آنحضورؐ کی موجودگی میں دعویٰ نبوت کرنا ہی اس کے کاذب ہونے کی دلیل تھی۔ اور اس کا امتی کہلانا یا اپنی آذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ کہلوانا حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔ اور اس کے ایمان لانے اور امتی کہلانے کے لئے بھی ثبوت درکار ہیں۔

قرآن کریم نے جو معیار مدعیٔ الہام یا نبوت کے لئے مقرر کیا ہے۔ اس کی رُو سے مسیلمہ کذاب جھوٹا ثابت ہوا۔ اور حضرت مرزا صاحب اس معیار کی رُو سے صادق نبی ثابت ہوئے۔[۵]

مرزند دھر مکوٹی نے جو اس فصل کے خاتمہ پر نتیجہ نکالا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضور نبی کریم صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اور خاتم النبیین کے معنی "ختم کرنے والا" کئے ہیں۔ پس اب ہم یہ بیان کریں گے۔ کہ علمائے اہل سنت والجماعت اور اولیائے کرام کا اس بارہ میں کیا مذہب ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:۔

(الف) "فالنبوۃ ساریۃٌ الی یوم القیامۃ فی الخلق وان کان التشریع قد انقطع فالتشریع جزءٌ من اجزاء النبوۃ" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

۵؎ تفصیل کے لئے پڑھو۔ تحفہ گولڑویہ۔ اربعین وغیرہ کتب۔ مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ترجمہ:۔ یعنی نبوت قیامت تک جاری ہے۔ اگرچہ تشریعی نبوت بند ہوچکی ہے اور تشریع اجزاءِ نبوت کی ایک جزء ہے۔" پھر فرماتے ہیں:۔

(ب) "النبوۃ التی انقطعت بوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ھی نبوۃ التشریع لا مقامھا فلا شرع یکون ناسخا لشرعہٖ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یزید فی شرعہٖ حکماً اخر وھذا معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لا نبی بعدی یکون علیٰ شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی۔"

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صــــ۳)

ترجمہ:۔ "یعنی نبوت جو آنحضرت صلعم کے وجود باجود کے ساتھ منقطع ہوگئی ہے۔ وہ صرف نبوت تشریعی ہے۔ نہ مقام نبوت۔ پس کوئی شرع آنحضرتؐ کی شرع کو منسوخ کرنیوالی نہیں ہوگی۔ اور نہ آپ کی شرع میں کوئی حکم بڑھائے گی۔ اور آنحضرتؐ کی اس حدیث کے معنی "تحقیق رسالت اور نبوت منقطع ہیں۔ پس میرے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول" یہ ہیں۔ کہ اب ایسا کوئی نبی نہیں ہوگا۔ جو آپؐ کی شرع کے مخالف ہو۔ بلکہ جب ہوگا۔ آپؐ کی شریعت کے احکام کے ماتحت ہوگا۔"

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ محدث دہلوی جو مقتدارِ علماء اہل سنت ہیں۔ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:۔

"ختم بہ النبیون ای لا یوجد من یأمرہ اللہ سبحانہ بالتشریع علی الناس" (تفہیمات الٰہیہ تفہیم صــــ۵۳)

کہ آنحضرت صلعم پر نبی ختم ہوگئے ہیں۔ یعنی اب کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے شارع نبی بنا کر بھیجے۔"

(۳) حضرت ملا علی قاری جن کا اصلی نام علی بن محمد سلطان القاری حنفی ہے۔ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:۔

"المعنی انہٗ لا یأتی نبی بعدہٗ ینسخ ملتہٗ ولم یکن من امتہٖ" (زیر آیت خاتم النبیین)

"کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا۔ جو آپؐ کے دین کو منسوخ کرے۔ اور آپ کی اُمت سے نہ ہو۔" (موضوعات کبیر صــــ۶۹)

ان ہرسہ حوالہ جات سے حدیث "لا نبی بعدی" اور آیت "خاتم النبیین" کے معنی جو معترض نے سمجھے یا لکھے ہیں۔ غلط ثابت ہوتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوئ نبوت کی زبردست تائید ان میں موجود ہے۔ اور ایک متدین اور راسخ الاعتقاد مسلمان کے لئے یہ تین حوالے ہی کافی ہیں۔ اس فصل میں ہم زیادہ بحث کرنا غیر متعلق سمجھتے ہیں کیونکہ مرتد دھرم کوٹی کے اعتراضات کا جواب دینا ہمارا اصل مقصد ہے۔ اگر وہ باب نبوت کے مسدود ہونے پر کوئی دلائل قرآنیہ وحدیثیہ دیتا۔ تو ہم پر بھی فرض تھا۔ کہ اس پر مفصل بحث کرتے۔ اس نے صرف ایک اعتراض پیش کیا تھا۔ سو اس کا ہم نے بفضلہ تعالیٰ ایسا مسکت جواب دیا ہے۔ کہ مرتے دم تک اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ کہ وہ حضرت شاہ ولی اللہ رضی اللہ عنہ اور شیخ اکبر ابن عربی علیہ الرحمۃ اور حضرت ملا علی قاری حنفی کے اقوال کی تردید کرسکے۔

فصل سوم

فقرہ اول "مرزا صاحب کا اپنے مخالفین پر جہنمی ہونیکا فتویٰ"

سائیں لال حسین کا اصل مقصد تو ہمیں یہی نظر آتا ہے۔ کہ لاہوریوں نے اس کی پردہ دری کی۔ اور اس پر سائیں جی غضبناک ہو گئے۔ اور انہوں نے پورے آٹھ سال کے بعد حضرت مرزا صاحب کی کتب کا حال معلوم کیا۔ اور لاہوریوں کی گردن کاٹنے کے لئے انہیں کافی ہتھیار ہاتھ لگ گئے۔ چنانچہ پہلا حربہ انہوں نے یہ پیش کیا تھا کہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ "بڑے زور سے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔" (ترک ص۲۵) لیکن لاہوری جماعت ان کو نبی نہیں مانتی۔ اب اس نے ان کی یہ "پردہ دری" کی۔ کہ مرزا صاحب اپنے مخالفین کو

صلى مسئلہ ختم نبوت کے لئے احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ کرنا چاہیئے (فاروقی)

جہنمی سمجھتے ہیں۔ اور قادیانی جماعت جو آپ کے احکام پر پورے طور سے کاربند ہے۔ وہ بھی یہی سمجھتی ہے۔ لیکن لاہوری جماعت چندہ بٹورنے کی خاطر غیر احمدیوں کو "بہشتی" "ناجی" "مسلمان"، "قابل امامت" خیال کرتی ہے۔ ان ہر چہار مضامین سے جو اس نے ص۴۷ سے ص۵۸ تک لکھے ہیں۔ ہمارا اتفاق ہے۔ اس رنگ میں کہ جو عبارتیں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے غیر احمدی اصحاب کے متعلق ہیں۔ ان پر ہمارا ایمان ہے۔ اور ہم اُن ہی فتاویٰ کے ماتحت عمل کرتے ہیں۔

یاد رہے۔ کہ ہمیں "دخل در معقولات" پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی ہمارا حق ہے۔ کہ ملنگ دہرم کوٹی اور حضرات غیر مبایعین کی بحث میں دخل دیں۔ ہمارا تعلق صرف ان اعتراضات سے ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتیات اور دعاوی پر کئے گئے ہیں۔ ہم اُن ہر چہار مضامین کے بعض ضمنی اعتراضات کا قولہٗ و اقول کی طرز پر جواب لکھتے ہیں۔

قولہٗ:۔ "ابتدا میں مرزا صاحب اپنے منکرین اور مخالفین کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج اور جہنمی نہ کہتے تھے۔ ان کی تحریرات سے بخوبی پتہ چل سکتا ہے۔ کہ ابتدائے دعویٰ میں انہوں نے تمام عالم اسلام کو کافر اور جہنمی کہنے میں مصلحت وقت نہیں سمجھی۔ اندازہ کر لیا ہوگا۔ کہ اگر شروع میں اپنے تمام منکرین پر کافر اور جہنمی ہونے کا فتویٰ لگا دیا۔ تو ہمارے نزدیک کوئی پھٹکنے نہیں پائیگا۔ دکانداری چلانے کے لئے ابتدا میں نرمی اور رواداری کا برتاؤ مناسب سمجھا۔ بعدہٗ جوں جوں چیلے چانٹے گرد جمع ہو گئے۔ مرزا جی کا پارہ حرارت بھی تیز ہوتا گیا۔ پہلے تمام دنیا کے مسلمانوں کو فاسق کا خطاب دیا۔ اور اپنے انکار کرنیوالوں کو رب العزت کی بارگاہ میں قابل مواخذہ ٹھہرایا۔ جب اس پر بھی دل کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا۔ تو دنیا کے ان تمام مسلمانوں کو جو ان کی نہ سلجھنے والی بھول بھلیوں، انٹ سنٹ الہامات، خلاف اسلام عقائد اور گمراہ کن دعاوی پر ایمان نہ لائیں، جہنمی قرار دیدیا۔" (ترک ص۴۷)

الجواب ۱:۔ ابتدا میں نرمی اور آخر میں پارہ حرارت کا تیز ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ تمام نبیوں کی رسم ہے۔ اور یہ الزام تمام انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضرت رسول کریمؐ کی ذات بابرکات پر پڑتا ہے۔ چنانچہ ابتدائی ایام میں ہی آپؐ نے اعلان فرمایا۔

"من قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب"۔ (ترمذی جلد ۲ ص۵۶)

کہ جو کہے کہ میں حضرت یونس ؑ سے بہتر ہوں۔ وہ کاذب ہے۔ لیکن بعد تو اتروحی دربارہ افضلیت منجانب اللہ فرمایا۔ انا سید ولد آدم ولا فخر (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ مطبوعہ مصر) کہ میں سب آدمزادوں کا سردار ہوں۔ کیا کوئی دانشمند آنحضرت صلعم کے اس طرز عمل سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ نعوذ باللہ حضورؐ نے بقول ملنگ" دکانداری چلانے کے لئے ابتداء میں نرمی اور رواداری کا برتاؤ مناسب سمجھا"

سائیں لال حسین کا یہ خیال درحقیقت اپنی باطنی حالت کا اظہار ہے۔ کیونکہ ع

فکرِ ہر کس بقدر ہمت اوست

الجواب ۲: حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ کہ "میری اُمت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔ ان تمام فرقوں میں سے ایک ناجی ہوگا۔ اور باقی تمام جہنمی ہوں گے"۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ تمام مسلمانوں کے فرقے جو اسوقت موجود ہیں۔ ناجی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہی فرقہ جس کی تعداد تہتر فرقوں کے لحاظ سے تہترواں حصہ ہوگی۔ ناجی ہو سکتا ہے۔ اور اس وقت معترض کا بھی یہی خیال ہے۔ کہ صرف ایک ہی فرقہ ناجیہ ہے۔ جسے اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے۔ اور وہ حنفی فرقہ ہے۔ مسلمانوں کی مردم شماری چالیس ۴۰ کروڑ کے قریب بتائی جاتی ہے۔ اگر بالفرض حنفی تمام دنیا میں دس کروڑ ہیں۔ تو باقی تیس کروڑ" مسلمان" غیر مقلدین وغیرہ حنفی عقیدہ کی رُو سے کافر اور جہنمی ہیں۔ کوئی حنفی ملاں کسی دوسرے فرقہ کو مسلمان نہیں سمجھتا۔

لیکن یہ صرف دعویٰ ہے۔ حنفی فرقہ یا دوسرے فرقوں کے پاس اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ قرآن کریم نے ناجی فرقہ کا یہ معیار قائم کر دیا ہے۔ اور اس کی تصدیق آنحضرت ؐ کی حدیث سے بھی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون۔ (آل عمران) کہ تم سے ایک جماعت ہونی چاہیئے۔ جو دعوت الی الخیر یعنی تبلیغ اسلام کرنے والی ہو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کرے۔ پس جب تم میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ اُنہی کو ناجی، مفلح اور کامیاب بہشتی خیال کرنا۔

ارے مکذب! جاؤ۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کو اکٹھا کرو۔ تنظیم کرو۔ حزب اللہ بناؤ۔ انجمنیں قائم کرو۔ لیکن حضرت مسیح قادیانی کی جماعت اس آیت قرآنیہ کی رُو سے تبلیغ اسلام

ہیں مسلّم جماعت ہے۔ جس نے اشاعت اسلام کی خاطر مغرب اور مشرق، جنوب اور شمال میں اپنے مشن قائم کر رکھے ہیں۔ انگریزی اخبارات کو اٹھا کر دیکھو۔ امریکہ اور انگلینڈ میں احمدی مسلمانوں کی کتنی تعداد موجود ہے۔ جو اس مقدس اور مفلح جماعت کے ذریعہ مشرف باسلام ہوئے۔ غرضیکہ حضرت مرزا صاحب کا اپنے نہ ماننے والوں کو "جہنمی" کہنا "مصلحت وقت" نہیں بلکہ عین منشائے الٰہی ہے۔ اور فتویٰ جو حضرت نے دیا۔ یہ فتویٰ آج سے تیرہ سو برس پہلے قدرت نے اپنے ہاتھ سے رقم فرمایا تھا۔

الجواب ۳: - اب ہم تم سے سوال کریں گے اور جو جواب تمہارا ہوگا۔ اسی کو ہماری طرف سے سمجھ لینا۔

(الف) بتلاؤ۔ کہ جو تمہارا مزعومہ مہدی آنے والا ہے۔ اس کا جو انکار کریگا وہ کون ہوگا؟

(ب) تمہارا خیالی مسیح جس کی عمر اس وقت ۱۹۳۳ سال ہے۔ جب آسمان سے سیڑھی لگا کر آئے گا۔ تو اس وقت اس کی تکذیب کرنے والا دجال ہوگا یا نہیں۔ اور دجال بہشتی ہوگا یا جہنمی ہوگا؟ جواب دو ورنہ اعتراض کرتے ہوئے شرماؤ۔

(ج) جب آپ کے مہدی اور عیسیٰ تشریف لاویں گے۔ تو آپ کے عقائد اور مسلّمات کے لحاظ سے ان کا پارہ حرارت تیز ہوگا یا نہیں؟ جب وہ کافروں کو یکدم نیست و نابود کریں گے۔ تو ان کافروں میں شیعہ۔ وہابی۔ معتزلہ۔ قدریہ۔ نیچری علیگڑھی چکڑالوی دیوبندی۔ بریلوی۔ بابی۔ اگراھی۔ نجدی۔ خارجی۔ رافضی۔ غالی وغیرہ وغیرہ شمار ہونگے یا نہیں؟

(د) اوّل اس خواب کی تعبیر ہی نہیں جو تم دیکھ رہے ہو۔ اگر بالفرض ان ہر دو بزرگوں سے "غیر حنفی کافر" اور ہندو۔ عیسائی۔ یہودی نہ مارے گئے۔ اور وہ ان کے "انٹ سنٹ الہامات" اور "گمراہ کن دعاوی"۔ خلاف اسلام عقاید" پر ایمان نہ لائے۔ تو وہ اپنے مخالفین پر جہنمی ہونے کا فتویٰ دیں گے یا نہیں؟ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

جناب ملنگ صاحب ناصحانہ انداز میں لاہوریوں کو ترکِ "لاہوریت" کی دعوت دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

قولہٗ: - "اور اگر تم مرزا صاحب کے اس خطرناک عقیدہ سے بیزاری کا اعلان کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ تم محض مسلمانوں

سے چندہ وصول کرنے کی خاطر انہیں مسلمان کہتے ہو۔ ورنہ دل سے مرزا صاحب کے عقیدہ پر تمہیں پختہ ایمان ہے" (ترک ص۲۵)

اقول :۔ تمہارا نتیجہ صحیح ہے۔ واقعی "لاہوری" حضرات ایسا ہی کرتے ہیں لیکن آپ بھی تو آٹھ سال تک ایسے ہی تھے۔ اور معلوم ہے آپ کو کہ اس شخص کو اسلامی اصطلاح کے لحاظ سے کیا کہتے ہیں۔ جو دل میں کچھ اور رکھتا ہو۔ اور زبان سے کچھ اور بکواس کرتا ہو۔ آؤ میں تمہیں بتلاؤں۔

ومن الناس من یقول اٰمنّا باللّٰہ وبالیوم الاٰخر وماھم بمومنین

کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو ایمان باللہ اور یوم آخر پر ایمان لانے کا دعوٰی کرتے ہیں۔ لیکن وہ دراصل منافق ہیں؛

وہ دل سے تو مرزا صاحب پر ایمان رکھتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے"۔ اور ایسے لوگوں کو جن کا آیت بالا میں ذکر ہے۔ منافق اعتقادی کہتے ہیں۔ اور آپ کے مخاطبین کو "منافق عملی" لہذا تم بھی آٹھ سال تک یہی کام کرتے رہے۔ کیونکہ آپ خود تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ :۔

"میں نہ صرف مبلغ و مناظر ہی کے فرائض سرانجام دیتا رہا۔ بلکہ سکرٹری احمدیہ ایسوسی ایشن، ایڈیٹر اخبار پیغام صلح اور محصّل وغیرہ کے ذمہ وارانہ عہدوں پر بھی فائز رہا"۔ (ترک ص۷)

پس جیسے وہ اندر سے اور ہیں۔ اور چندہ حاصل کرنے کی خاطر غیر احمدیوں کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور بقول شما وہ "منافق" ہیں۔ اسی رنگ میں آٹھ سال تک ذمہ وار عہدہ منافقت کے مالک تھے۔ لہذا تم دونوں اس شعر کے مصداق ہو۔ ؎

کالے کالے بینگنو کالے تمہارے نین
جیسا دیکھا سالہ ویسے سالے کی بہن

فقرہ دوم۔ مرزا صاحب کی بیعت ہی مدارِ نجات ہے

قولہٗ :۔ "ساڑھے تیرہ سو سال سے تمام مسلمان اللہ تعالےٰ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ہی مدارِ نجات مانتے چلے آئے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب قادیانی، قرآن اور حدیث کے خلاف یوں رقمطراز ہیں :۔

"اب دیکھو کہ خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا - اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدارِ نجات ٹھہرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔" (ترک ص۱۲۹ بحوالہ حاشیہ اربعین ۴ ص۶)۔

الجواب (الف) ہم لکھ چکے ہیں - کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اس بات کا فیصلہ کر دیا - کہ آخری زمانہ میں میری اُمّت جب تہتر فرقے ہو جائیگی - اس وقت ایک ہی فرقہ ناجی ہوگا - اور وہ فرقہ ناجیہ مہدی آخر الزمان کی جماعت ہوگی - پس جس طرح اللہ تعالےٰ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور قرآن و حدیث پر عمل کرنا نجات کیلئے ضروری ہے - اسی طرح حسب الارشاد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مہدی آخر الزمان کی جماعت میں شامل ہونا بھی نجات کے لئے ضروری ہے۔

(ب) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی، تعلیم اور بیعت قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے مطابق ذریعہ نجات ہیں - اور یہ سلسلۂ بیعت حضرت رسول کریم صلعم سے لیکر آج تک اسی نجات کے لئے قائم کیا گیا تھا - جو خلافت راشدہ اور مجددین امت محمدیہ میں جاری رہا اور اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے - کہ "من لم یعرف امام زمانہٖ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ" یعنی جو شخص امامِ زمانہ کو تسلیم نہیں کرتا - وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔" پس اس سے ثابت ہوتا ہے - ہر ایک امامِ زمانہ کا ماننا نجات کی ایک جُزو ہے - اور جو شخص کسی امام کے متعلق کوئی شک و شبہ اپنے دل میں رکھتا ہے - وہ نجات کا مستحق نہیں - مثلاً اگر کوئی یہ کہدے کہ میں حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء پر ایمان رکھتا ہوں - لیکن حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا - تو کیا اس شخص کی نجات ہو سکتی ہے - ہرگز نہیں - کیونکہ جو شخص آنحضرت صلعم پر ایمان نہیں لاتا - وہ نہ خدا پر ایمان لاتا ہے - اور نہ تمام نبیوں پر - اور اس کا ایمان بغیر اطاعت محمد مصطفےٰ صلعم کے ایمان ناقص ہے - اسی طرح جو شخص اس زمانہ میں موعود آخر الزمان پر ایمان نہیں رکھتا - گویا وہ اللہ تعالےٰ اور رسول کریم پر بھی ایمان نہیں رکھتا - اور اس کا یہ کہنا کہ میں اللہ اور رسول - قرآن و حدیث کو مانتا ہوں - باطل ہے - کیونکہ اس وقت کا موعود امام اللہ تعالےٰ کے حکم اور رسول کریم صلعم پیشگوئیوں کے مطابق آیا - اور قرآن

اور حدیث نے اس پر ایمان لانے کو مدارِ نجات ٹھہرایا ہے؛

(ج) اس سوال کا حل تمہاری زبان سے بھی ہوسکتا ہے۔ کہ تمہارا امام مہدی جو "عنقریب" آنے والا ہے۔ اس کا ماننا نجات کے لئے ضروری ہے یا نہیں۔ اگر ضروری ہے۔ تو حضرت مرزا صاحب کے مہدی آخرالزمان ثابت ہوجانے کے بعد آپ کا ماننا بھی مدارِ نجات ہے۔

قولہٗ :- "ناظرین۔ مرزا صاحب نے جو کشتی بنائی ہے۔ اسکا نام کشتی نوح رکھا ہے۔ اور کاغذ کی کشتی ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے۔ کہ جو شخص کاغذ کی کشتی میں بیٹھے۔ وہ معہ اس کشتی کے غرق ہوجائے گا" (ترک ص۵)

الجواب ۱ :- ہم بھی ناظرین کو مخاطب کریں گے۔ کہ "مرتد" اپنے اپنے قول میں جھوٹا ہے۔ مرزا صاحب کی کشتی کاغذ کی نہیں۔ کیونکہ مرتد نے خود حضرت صاحب کے حوالہ کو درج کیا اور اس میں آپ نے اپنی پاک وحی، اور مقدس تعلیم اور بیعت کو کشتی قرار دیا ہے۔ کتاب کشتی نوح کو کشتی قرار دینا معترض کی سوء فہمی اور "دغا بازی" ہے۔ اگر وحی، تعلیم اور بیعت کاغذ کی کشتی ہے۔ تو تمام وحیاں، تعلیمیں اور بیعتیں کاغذ کی کشتیاں ماننی پڑیں گی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بیعت کو کشتی قرار دیا ہے۔

"یعنی ہمارے حکم اور ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی تیار کر۔ کشتی سے مراد سلسلہ بیعت ہے" (نزول المسیح ص۲۲)

الجواب ۲ :- قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ وننزل من القرآن ما ھو شفآءٌ الخ (بنی اسرائیل) یعنے قرآن مجید شفاء ہے۔ کیا اس پر کوئی مرتد ایسا بے ایمان دہریہ یہ کہدے۔ کہ قرآن معاذ اللہ کاغذ کی بنی ہوئی دوائی ہے۔ جس سے شفا ہونی ناممکن ہے۔ تو یہ اعتراض صحیح ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر قرآن کریم میں آیا ہے۔ کہ لو انزلنا ھٰذا القرآن علیٰ جبلٍ لرایتہٗ خاشعًا متصدعًا من خشیۃ اللہ (حشر ع۳) اگر ہم اس قرآن کو پہاڑوں پر نازل کرتے۔ تو وہ بھی خشیت الٰہی سے

دب جاتے اور پھٹ جاتے۔ اس سے اگر کوئی یہ استدلال کرے۔ کہ یہ
کاغذ کا بنا ہوا قرآن اگر پہاڑوں پر گرایا جائے۔ تو وہ پھٹ جائیں — یہ
بات عقل میں نہیں آسکتی"
ہمارا ایمان ہے۔ کہ قرآن مجید شفاء ہے۔ اور اس شفا کو حاصل کرنا
عمل پر منحصر ہے۔ یعنے جو شخص پورے طور سے قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کریگا۔
اسکو حقیقی طور پر روحانی اور جسمانی شفا ہوگی۔ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے۔
کہ واقعی قرآن کریم بوقت نزول اپنا جلال اور جمال اپنی وحی متلو کا
ان "مادّی پہاڑوں" پر بھی ظاہر کرتا۔ تو وہ ضرور ریزہ ریزہ ہو جاتے۔
انہی "استعارات" کے لحاظ سے حضرت اقدس نے اپنی تعلیم کو کشتی نوح
قرار دیا ہے۔ اور اسکو کاغذی کشتی کہنا پرلے درجہ کی نالائقی ہے "

الجواب ۳۲: ۔ کلمۂ طیّبہ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے "باڑ" قرار
دیا ہے۔ اور وضو کو "قلعہ" فرمایا ہے۔ کیا آریوں اور عیسائیوں کا اعتراض
بجا ہے۔ کہ "مسلمانوں کا عجیب قلعہ ہے۔ جو پیٹ کی ہوا خارج ہونے کے "بم"
سے اُڑ جاتا ہے۔ اور کلمہ طیبّہ کو کانٹوں کی باڑ سمجھنا بھی ایسا ہی ہے۔ یہ تمام
نمونے جو مرتد ظاہر کر رہا ہے۔ یہ سب غیر مذاہب کے ہاں پائے جاتے ہیں۔
اس کا کشتیٔ نوح پر تمسخر اور استہزاء کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم
پر آریہ اور عیسائی کرتے ہیں۔

"فقرہ مشاہدہ" ہمارا جواب بھی یہی ہے کہ تم بھی مشاہدہ کر لو۔

"ٹیچی جی مہاراج" - "ابو ہریرہ" "ابن جریر" کے کیا معنی ہیں؟
یاد رہے۔ کہ ہم الزامی جوابات کو پسند نہیں کرتے۔ لیکن ہمارا مشاہدہ
ہے۔ کہ "ملنگیّت کے پجاری" لوگ بجز الزامی جواب کے تسلّی نہیں
پاتے۔ اس لئے بعض جگہ مجبوراً ایسے جوابات لکھنے پڑے ہیں۔ اور
ہر موقعہ پر اُن جوابات کے متعلق کافی وضاحت موجود ہے۔ تاکہ کسی کو
مغالطہ نہ لگے۔ اس کتاب کے تمام ایسے مقامات جہاں دشمن کے عقائد یا اس کے مسلّمہ معانی
کو ذکر کیا گیا ہے۔ اسکی تمام ذمہ داری غیر احمدیوں کے خیالات پر ہے جماعت احمدیہ پر نہیں۔ ہم خدا تعالیٰ

کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں۔ اور سب انبیاء کو گناہ سے کلیۃً معصوم یقین کرتے ہیں۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو شفیع اور قرآن مجید کو مکمل، عالمگیر اور آخری شریعت مانتے ہیں۔ ملائکہ قیامت۔ اور جنت و دوزخ کو ان کی تمام کیفیات سمیت برحق جانتے ہیں۔

فقرہ سوم "مرزا صاحب کا اپنے منکرین پر فتوی کفر"

قولہٗ:۔ "مرزا صاحب کا عقیدہ جس کی رُو سے تمام اہل قبلہ سوائے مرزائیوں کے کافر قرار دئے گئے ہیں۔ ایک مشہور اور مسلّم امر ہے۔" (ترک صہ۵۲)

اقول:۔ ۱:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "اہل قبلہ" کی تکفیر میں پہل نہیں کی۔ بلکہ پہلے تمہارے "اہل قبلہ نے حضرت اقدس کو کافر کہا ہے۔ پس جو شخص کسی اہل قبلہ کو کافر قرار دیتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔

۲:۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ "اہل قبلہ" کے مسلمات کی رُو سے مہدی آخر الزمان کا منکر کافر ہے۔ چونکہ اس زمانہ کے لئے بہ تصدیق قرآن کریم و احادیث نبویہ حضرت مرزا صاحب وہی مہدی آخر الزمان اور "موعود مسیح" ہیں۔ تو ان کا منکر تمہارے عقیدہ کی رُو سے کیا ہوا؟ ہم ہرگز ہرگز کسی "اہل قبلہ" کو کافر نہیں کہتے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جو شخص حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانتا۔ وہ کیا سمجھکر آپ کو مہدی نہیں مانتا؟ اسی لئے کہ اس کے نزدیک حضرت مرزا صاحب سچے نہیں۔ پس جو شخص کسی مامور من اللہ کو سچّا نہیں سمجھتا۔ وہ کس طرح مسلمان اور "اہل قبلہ" ہو سکتا ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "بلاشبہ وُہ شخص جو خدا تعالیٰ کے کلام کی تکذیب کرتا ہے۔ کافر ہے۔ سو جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وُہ مجھے مفتری قرار دیکر مجھے کافر ٹھہراتا ہے۔ اسلئے میری تکفیر کیوجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔"
(حقیقۃ الوحی صہ ۱۶۳ حاشیہ)

(ب) "میں دیکھتا ہوں۔ کہ جسقدر لوگ میرے پر ایمان نہیں لاتے۔ وُہ سب کے سب ایسے ہیں کہ ان تمام لوگوں کو وہ مومن جانتے ہیں۔ جنہوں نے مجھ کو کافر ٹھہرایا ہے۔ پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ لیکن جن میں خود اُنہیں کے ہاتھ سے اُن کی وجہ کفر کی پیدا ہو گئی ہے۔ اُن کو کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں۔" (حاشیہ حقیقۃ الوحی صہ ۱۶۵)

گویا جبتک ان لوگوں نے خود وجہ کفر پیدا نہ کی تھی۔ وہ کافر نہ تھے۔ اور جب وجہ کفر پیدا کرلی، تو کافر بنگئے۔ خدا کا کوئی نبی کافر بنانے کیلئے نہیں آتا۔ ہاں لوگ پہلے ہی ایمان سے خالی ہو چکے ہوتے ہیں۔ نبی کا انکار کرکے خود کفر اختیار کر لیتے ہیں۔ تب نبی انکی حیثیت انپر ظاہر کر دیتا ہے۔
نمبر ۳ - ایک اور جواب سن لو۔ "اہلِ قبلہ" تمہارے پہلے کب مسلمان تھے۔ سنّی اہل شیعہ کو کافر کہتے تھے۔ اور شیعہ تمام غیر شیعہ کو۔ مقلد اب بھی غیر مقلدین کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ خود بخود ایکدوسرے پر فتوے لگاکر کافر تو تھے ہی ہمیں تو ایک "اہل قبلہ" ان تمام فتوئی کے لحاظ سے مسلمان نہیں دکھائی دیتا۔ تو اس میں حضرت مسیح موعودؑ کا کیا قصور ہے۔ آپؑ تو حکم اور عدل ہو کر آئے اور آکر فیصلہ کیا۔ کہ جو شخص ان بہتر فرقوں میں سے محمد رسُول اللہ صلعم کے جھنڈے تلے جمع ہوگا۔ اور میری بیعت کریگا۔ وہ خواہ شیعہ ہو یا سنّی ہو مسلمان کہلانیکا حقدار ہے۔

ارے حق کے دشمن! آپ نے تو کافروں کو ایک جگہ جمع کرکے اُن کو مسلمان بنایا۔ اور اہل قبلہ کو مسلمان اور سچا مسلمان قرار دیا۔ اور تم اپنی ہی ہانکے جاتے ہو۔ کہ مرزا صاحبؑ نے ہمارے اہل قبلہ کو کافر قرار دیا۔ تمہارا یہ کہنا باطل اور لغو ہے۔ اسوقت پندرہ لاکھ انسان جو آپس میں ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے تھے۔ ایک ہاتھ پر بیعت کرکے متفق ہو گئے کہ ہم اہل قبلہ ہیں اور مسلمان ہیں۔ پس تمہیں چاہیئے۔ کہ پہلے تمام اہل قبلہ کے وہ فتوے جو اسٹ البحر ہیں یا پوتھیاں ہیں۔ دریا برد کردو۔ جہاں مولینا حالی کے خیال کے مطابق تمہاری مسلمانی کا بیڑا غرق ہو گیا ہے۔ اور پھر ہم سے مطالبہ کرو۔ کہ تم ہمیں مسلمان کیوں نہیں سمجھتے۔

فقرہ چہارم "مرزا صاحب کا مسلمانوں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ"

لال حسین بھی عجیب قسم کا انسان ہے۔ جب تم مانتے ہو۔ کہ مرزا صاحبؑ اپنے منکرین

اور مکفرین کو "جہنمی" اور کافر سمجھتے ہیں۔ تو وہ ان کے "پیچھے" نماز کیونکر پڑھ سکتے ہیں۔ واہ رے نثاری "پیچھے" پھر کہتا ہے۔ کہ میں "اردو کا ادیب" ہوں۔ حالانکہ جناب "پیچھے" کا استعمال بھی نہیں آتا۔ مکذب دھرمکوٹی! امام کیلئے کوئی معیار بھی مقرر ہے یا نہیں۔ اگر کوئی معیار ہے۔ تو بتلانا چاہیئے تھا۔ اگر کوئی مقررہ معیار نہیں۔ تو پہلے تم ہی جواب دو۔ کہ سُنّی اہل شیعہ کے "پیچھے" نماز کیوں نہیں پڑھتے اور اہل حدیث حنفیوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ پس جو جواب تمہارا ہوگا۔ وہی ہمارا سمجھ لینا۔ ہمارے لئے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم واما مکم منکم (بخاری) "یعنے جب ابن مریم تم میں آئیگا۔ تو وہ تمہارا امام ہوگا۔" تم کسی دوسرے امام کی اقتدا ہرگز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اسوقت "اہل قبلہ" کی حالت زبوں ہوگی۔ ایک دوسرے کو کافر کہینگے۔ اچانک تم میں سے ایک امام پیدا ہوگا۔ جسکی اقتدا میں تم نماز ادا کر سکتے ہو۔ پس جب ہم امام آخر الزمان کے ماننے والے ہیں۔ تو تمہارا کیا حق ہے کہ تم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف کہتے ہو۔ قرآن میں بھی اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔ کہ کونوا مع الصادقین۔ صادق گروہ کے ساتھ ہو جانا لازمی ہے! اور اسوقت صادق گروہ وہی ہو سکتا ہے۔ جو مامور کے ماننے والا ہو۔ اس زمانہ کے موعود پر ایمان رکھتا ہو۔ اور اس صادق گروہ کے لئے لازمی ہے۔ کہ صادق ہی اُن کا امام ہو۔ مکذب اور کاذب امام کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کے ملّاؤں اور علمائے سوء کی نسبت یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ لا یبقیٰ من الاسلام الّا اسمہٗ ولا یبقیٰ من القرآن الّا رسمہٗ مساجد ھم عامرۃٌ وھی خرابٌ من الھُدیٰ علماءھم شر من تحت ادیم السّماء (مشکوٰۃ کتاب العلم) اُسوقت جبکہ مسیح موعود آئیگا۔ اسلام ناکارہ رہ جائے گا۔ قرآن رسمی طور پر پڑھا جائے گا۔ اور اس پر عمل کوئی نہیں کرے گا۔ مسجدیں بڑی ہوں گی۔ مگر ہدایت سے خالی۔ اُس وقت کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔

ناظرین گرام۔ جبکہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ناطق ہے۔ کہ جب مسلمانوں کی خراب حالت ہوگی۔ اسوقت مسیح موعود آئیگا۔ اور صحیح رستہ اسلام کا لوگوں کو بتائے گا۔ کیا جسوقت حضرت مسیح علیہ السلام نے دعویٰ کیا۔ یہ حالت نہ تھی۔ اور

کیا علماء کی حالت کسی سے پوشیدہ ہے۔ پس حدیث کا فیصلہ ہمارے حق میں ہے۔ اور اسوقت وہی شخص مسلمان، اہل قبلہ اور ناجی کہلانے کا مستحق ہے۔ جو مسیح موعودؑ پر ایمان لاتا ہے۔ اور وُہ کسی دوسرے "بے قبلہ" کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا؛

واضح رہے۔ کہ آج کل "مسلمانوں" میں "امامت" ایک پیشہ بنالیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے آج کل جو نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ وُہ اکثر "علماء" ہی کے پیچھے پڑھی جاتی ہیں۔ اور اس صورت میں غیر احمدیوں کا مطالبہ کہ "احمدی ہمارے علماء کے پیچھے نماز پڑھیں"۔ باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حدیث نبوی عصرِ حاضر کے علماء کو علمائے "شر" بتلا رہی ہے۔ پس "شریر علماء" کے پیچھے نماز پڑھنی بموجب اس حدیث کے قطعی حرام ہوگئی۔

فصل چہارم

"مرزا صاحبؑ کی پیشگوئیاں"

اَے فقیہو عالمو مجھکو سمجھ آتا نہیں!
یہ نشانِ صدق پا کر پھر یہ کیں اور یہ نقار
(حضرت مسیح موعودؑ)

اللہ تعالیٰ کے جلال اور قدرت کاملہ اور علم تام کا ثبوت بلاشبہ انبیاء ہی کے وجود سے ملتا ہے۔ اُن کی پیشگوئیاں ایک طرف اللہ تعالیٰ کے علیم کل اور قادر مطلق ہونے کا زبردست ثبوت ہوتی ہیں۔ اور دُوسری طرف پیشگوئی کرنے والے نبیوں کی صداقت کی بیّن گواہ۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ عالم الغیب فلا یظھر علٰے غیبہٖ احدًا الا من

الا من ارتضیٰ من رسول (الجن ع۲) علم غیب میری ذات سے مخصوص ہے۔ میں اپنے غیب پر بجز برگزیدہ رسولوں کے کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پیشگوئیاں نبیوں کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صداقت کے لئے معقولی اور منقولی دلائل اور زمانہ کی حالت کو پیش کیا۔ مگر لوگوں نے انکار کیا۔ آپؑ نے نشانات اور معجزات کے ذریعہ اتمامِ حجت کیا۔ مگر وہ اپنی تکذیب پر مصر رہے حضرت کی پیشگوئیاں ہر رنگ میں پوری ہوئیں۔ آپؑ کی ذات اور اولاد کے متعلق۔ جماعت کی ترقی اور دشمنوں کے ادبار کی نسبت۔ دُنیا اور اپنے ملک والوں کی نسبت۔ الغرض ہر حصہ کے متعلق آپؑ نے پیشگوئیاں فرمائیں اور وہ پوری ہوکر مومنین کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئیں۔ لیکن فرزندانِ تاریکی کی پرانی رسم کے مطابق آپؑ کے مخالفوں نے بھی اس بارہ میں بہت شور مچایا۔ اور اُن مخالفین میں سے ایک آج بھی ہے۔ جو لکھتا ہے :۔

"ہماری تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کی کوئی متحدیانہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی"۔ (نترک صہ ۵۹)

ظاہر ہے۔ کہ مکذب اور مرتد ہوکر "پیشگوئیوں کی تحقیقات کا نتیجہ" سے آگاہی کا دعویٰ بہت بے جوڑ اور جھوٹا ہے۔ مختصراً یہ کہ اس نے اس فصل میں چند پیشگوئیوں پر اعتراضات کئے ہیں۔ ہم ان کا مفصل جواب دینے سے پہلے پیشگوئیوں کے متعلق قرآن مجید۔ حدیث اور واقعات کی رُو سے چند معیار پیش کرتے ہیں۔ تاکہ طالبانِ حق کے لئے مشعل ہدایت اور مشککین اور نکتہ چین لوگوں کے لئے شہاب ثاقب کا کام دیں۔

پیشگوئیوں کے متعلق معیار

معیار اوّل | ظاہر ہے۔ کہ پیشگوئی کی غرض ایمان پیدا کرنا ہے۔ نبی کا کام کشتِ دل میں تخم ایمان کا بونا ہے۔ اور تخم ریزی کے متعدد

طریق میں سے ایک طریق پیشگوئی بھی ہے۔

یاد رہے۔ کہ ایمان وُہی مقبول ہے۔ جو "یؤمنون بالغیب" کا مصداق ہو۔ یہ دنیا دار العمل ہے۔ اس جگہ ایمانیات کفار اور منکرین کے سامنے سورج کیطرح متجلّی نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہو۔ تو پھر ان کے ایمان کا کوئی ثواب یا اجر نہیں مل سکتا۔ چنانچہ سورج پر ایمان لانا شرعی طور پر ثواب کا مستحق نہیں بناتا۔ پس پہلا معیار تو یہ ہے۔ کہ کوئی پیشگوئی ایسے طور پر پوری نہیں ہوسکتی۔ جو منکرین کو یؤمنون بالغیب کے دائرہ سے باہر لے جائے۔ اور نہ ہی کسی مکذب کا حق ہے۔ کہ اپنی کمزور آنکھوں کے باعث حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے متعلق ایسا مطالبہ کرے۔ کیونکہ یہ امر سنت اللہ کے خلاف ہے۔ انبیاء کے عام دستور کے مخالف ہے ؛

معیار دوم نبی کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ بشیر۔ نذیر۔ اسی کے مطابق اس کی پیشگوئیوں کے بھی دو حصّے ہوتے ہیں۔ جو حصہ بشارتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ وُہ اصطلاحاً وعدہ کہلاتا ہے۔ اور جو حصّہ انذار پر مبنی ہوتا ہے، اسے اصطلاحی طور پر وعید کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وعدہ ہو یا وعید ہر دو قسم کی پیشگوئیاں اپنے مرکزی نقطہ (ایمان پیدا کرنا) کے گرد ہی چکر لگاتی ہیں۔ وعدہ میں خوشخبری کے ذریعہ ایمان پروری کی جاتی ہے۔ اور وعید میں منکرین کو خوف دلا کر رجوع اور انابت الی اللہ کے لئے متوجہ کیا جاتا ہے۔ اب اگر اس وعید کے ظہور پذیر ہونے سے قبل ہی یہ غرض پوری ہو جائے۔ تو اس وعید کا ٹل جانا ہی سنت الٰہی ہے۔ اور اس سے نفسِ پیشگوئی پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔

صاحب رُوح المعانی تحریر فرماتے ہیں:۔

"والاصل فی ھذا علی ما قال الواحدی ان اللّٰہ عزّوجل یجوز ان یخلف الوعید و ان امتنع ان یخلف الوعد و بھٰذا وردت السنّۃ ففی حدیث انس رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من وعدہ اللّٰہ تعالیٰ علیٰ عملہ ثواباً فھو منجزلہٗ ومن اوعدہٗ علیٰ عملہ عقاباً فھو بالخیار

ومن ادعیۃ الائمۃ الصادقین یا من اذا وعد وفیٰ واذا تواعد عفیٰ وقد افتخرت العرب بخلف الوعید ولم تعدہ نقصاً کما یدل علیہ قولہ

سے

وانی اذا اوعدتہ او وعدتہ
لمخلف ایعادی ومنجز موعدی

(تفسیر روح المعانی جلد۲ ص۱۵۵)

(ترجمہ) اس بحث میں مسلّم اصل وہی ہے۔ جو علامہ واحدی نے ذکر کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ وعید کے خلاف کر لیتا ہے۔ اگرچہ وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ سنت سے بھی یہی ثابت ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جس کو ثواب کا وعدہ دے۔ تو وہ اسکو ضرور پورا کرتا ہے۔ ہاں اگر کسی کو اسکے عمل پر سزا کا وعید کرے۔ تو اُسے اختیار ہے۔ آئمہ صادقین ان لفظوں میں دُعا کیا کرتے تھے۔ کہ اے وہ ذات جب وعدہ کرے۔ تو ایفا کرے۔ اور جب وعید کرے۔ تو درگذر فرمائے۔ پھر عرب بھی خلاف وعید پر فخر کیا کرتے ہیں۔ وہ اسکو نقص نہیں سمجھتے۔ شاعر کہتا ہے "میں جب اس سے وعید اور وعدہ کرتا ہوں۔ تو وعدہ تو پورا کر دیتا ہوں۔ لیکن وعید پورا نہیں کرتا۔ بلکہ اسکے خلاف کرتا ہوں۔" پس دوسرا معیار یہ ہے۔ کہ حالات کے ماتحت نفسِ وعید کے ٹل جانے کا امکان ہے۔

معیار سوم | چونکہ اللہ تعالیٰ کا اصل مقصود انذاری پیشگوئیوں اور عذابوں سے توجہ الی اللہ پیدا کرنا ہے۔ اسلئے یہ ماننا پڑے گا۔ کہ وہ سب کی سب شرط توبہ کے ساتھ مشروط ہوتی ہیں۔ خواہ وہ شرائط الفاظ پیشگوئی میں صراحتاً مذکور ہوں۔ یا نہ ہوں۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:۔

"ان الوعد علیہ والوعید حق لہ ومن اسقط حق نفسہ فقد اتی بالجود والکرام ومن اسقط حق غیرہ فذالک ھو اللؤم فظھر الفرق بین الوعد والوعید وبطل قیاسکم وانما ذکرت ھذا الشعر لایضاح ھذا الفرق فاما

قولك لو لم يفعل لصار كاذ باً و مكذ باً نفسه فجوابه ان هذا انما يلزم لو كان الوعيد ثابتاً جزماً من غير شرط و عندی جميع الوعيدات مشروطة بعدم العفو فلا يلزم من تركه دخول الكذب فی كلام الله تعالیٰ" (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۰۹ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:- "وعدا اللہ پر حق ہے۔ اور وعید اسکا حق ہے۔ جو شخص اپنے نفس کے حق کو ساقط کردیتا ہے۔ وہ تو اپنی سخاوت اور کرم کا ثبوت دیتا ہے۔ ہاں جو غیر کے حق کو گراتا ہے۔ تو یہ کمینگی ہے۔ پس وعدہ اور وعید میں فرق ظاہر ہوگیا۔ اور تمہارا قیاس باطل ٹھہرا۔ میں نے یہ شعر اس فرق کی وضاحت کے لئے ذکر کیا ہے۔ باقی تیرا یہ کہنا۔ کہ اگر خدا تعالیٰ وعید کو پورا نہ کرے۔ تو وہ کاذب اور اپنے آپ کا خود مکذب ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ بات اسوقت لازم آتی۔ جب ہر وعید بغیر شرط کے قطعی طور پر ثابت ہوتا۔ حالانکہ میرے نزدیک سب وعید عدم عفو کے ساتھ مشروط ہیں۔ پس اگر اللہ تعالےٰ وعید کو ترک کردے۔ تو اس سے اس کے کلام میں کذب لازم نہیں آتا۔"

علامہ ابو الفضل تحریر فرماتے ہیں:-

"ان اٰیات الوعد مطلقة واٰیات الوعید وان وردت مطلقة لکنها مقیدة حذف قیدها لمزید التخویف" (تفسیر روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۱۹۰)

ترجمہ:- "تحقیق وعدہ کی آیات بغیر شرط کے مطلق ہوتی ہیں۔ اور وعید والے الہامات اگرچہ بغیر شرط ہی مذکور ہوں۔ تاہم مقید ہوتے ہیں۔ ان کی قید اور شرط زیادہ خوف دلانیکی خاطر حذف کردی جاتی ہیں۔ پس تیسرا معیار یہ ہے۔ کہ ہر وعیدی پیشگوئی مشروط ہوتی ہے"

معیار چہارم پیشگوئی یا امر غیب کے ظہور سے قبل اُس کا پورے طور پر سمجھ آنا ضروری نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

(الف) "رأیت فی المنام انی اهاجر من مکة الی ارض بها نخل فذهب وهلی الی انها الیمامة او هجر فاذا هی المدینة یثرب" (بخاری کتاب الرؤیا جلد ۴ صفحہ ۱۴۴ المصری)

ترجمہ:- میں نے رؤیا میں دیکھا۔ کہ میں مکہ سے ایسی زمین کیطرف ہجرت کر رہا ہوں۔ جہاں کھجوریں ہیں۔ میرا خیال اسطرف گیا۔ کہ وُہ یمامہ یا ہجر مقام ہوگا مگر وہ مدینہ یثرب ثابت ہوا۔ اس حدیث سے عیاں ہے۔ کہ ہجرت کی جگہ آپؐ نے یمامہ یا ہجر خیال کی مگر جب

ہجرت فرمائی۔ تو رویار کے معنے یہ کھلے۔ کہ مدینہ کھجوروں والی زمین دکھائی گئی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اکثر مرتبہ پیشگوئیوں کے ظہور سے پہلے اُن کا پورا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ اور اس میں کوئی ہرج کی بات نہیں ؛

(ب) اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔ سَیُرِیکُمْ اٰیَاتِہٖ فَتَعْرِفُونَھَا (النمل ع ۷) وہ تم کو اپنے نشان دکھائے گا۔ تب تم اُن کو پہچان سکو گے۔ اس آیت سے بھی ظاہر ہے۔ کہ قبل ظہور پیشگوئی کی پوری معرفت نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ دیکھ لیجئے۔ ایلیاہ کی آمد کی پیشگوئی تھی۔ یہود اسکی حقیقت نہ سمجھ سکے۔ تاوقتیکہ حضرت مسیحؑ نے اس کی تعبیر بعثتِ یحییٰؑ سے نہ فرمائی۔ مگر پھر بھی یہود اُسکے قائل نہ ہوئے۔ آنحضرت صلعم کے متعلق تورات وانجیل میں پیشگوئیاں ہیں۔ مگر یہود و نصاریٰ انکی حقیقت کو سمجھنے سے ہنوز قاصر ہیں۔

(ج) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے:۔

(۱) "صاف ظاہر ہے۔ کہ جب پیشگوئی ظہور میں آجائے۔ اور اپنے ظہور سے اپنے معنے آپ کھول دے۔ اور ان معنوں کو پیشگوئی کے الفاظ کے آگے رکھ کر بدیہی طور پر معلوم ہو۔ کہ وہی سچے ہیں۔ تو پھر ان میں نکتہ چینی کرنا ایمانداری نہیں ہے۔" (ضمیمہ براہین پنجم صـ۸۷)

(۲) "اگر کسی خاص پہلو پر پیشگوئی کا ظہور نہ ہو۔ اور کسی دوسرے پہلو پر ظاہر ہو جائے۔ اور اصل امر جو اس پیشگوئی کا خارق عادت ہوتا ہے۔ وہ دوسرے پہلو میں بھی پایا جائے۔ اور واقعہ کے ظہور کے بعد ہر ایک عقلمند کو سمجھ آجائے کہ یہی صحیح معنے پیشگوئی کے ہیں۔ جو واقعہ نے اپنے ظہور سے آپ کھولے ہیں۔ تو اس پیشگوئی کی عظمت اور وقعت میں کچھ بھی فرق نہیں آتا۔ اور اس پر ناحق نکتہ چینی کرنا شرارت اور بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہے۔" (ضمیمہ براہین پنجم صـ۹۰)

پس چوتھا معیار یہ ہے۔ کہ پیشگوئی کے ظہور سے پیشتر بعض دفعہ اُسکی پوری حقیقت نبی، اُسکے صحابہ، عام مومنین اور کفار پر منکشف نہیں ہوتی۔ اسلئے اسکی صحیح تفسیر وہی ہوتی ہے۔ جو واقعات سے ثابت ہو ؛

معیار پنجم عذاب کی پیشگوئیاں طغیان و سرکشی کی بناء پر ہوتی ہیں، لہذا اگر وہ قوم یا فرد جس کے حق میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ اُس بدزبانی اور ظلم سے باز آجاوے۔ جو بنار پیشگوئی ہے۔ تو لازماً اس

پیشگوئی کا ظہور معرضِ تعویق میں پڑ جائے گا۔ اور جتنا جتنا رجوع ثابت ہوگا۔ اتنا ہی وہ اس عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ اس ضمن میں ایمان دو قسم کا ہو سکتا ہے۔ (۱) حقیقی اور مستقل ایمان (۲) عارضی اور ناقص ایمان۔ ہر دو صورتوں میں موعود عذاب ٹل جاتا ہے۔ ہاں جب دوبارہ شرارت ثابت ہو جائے۔ تو وہ پھر ماخوذ ہو جاتے ہیں۔ پہلی صورت کی مثال میں قرآن پاک نے حضرت یونس علیہ السلام کو پیش فرمایا ہے۔ کہ

فلولا كانت قرية آمنت فنفعها ايمانها الا قوم يونس لمّا آمنوا كشفنا عنهم عذاب الخزى فى الحيٰوة الدنيا و متعنٰهم الى حين (یونس ع۱) کیوں نہ ہر بستی کے لوگ ایمان لے آئے۔ تا ان کا ایمان ان کو نفع دیتا۔ بجز قوم یونسؑ کے۔ وہ جب ایمان لائے۔ تو ہم نے ان سے ورلی زندگی میں رسوا کُن عذاب دُور کر کے ان کو ایک عرصہ تک فائدہ پہنچایا"

اس سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت یونسؑ نے قوم پر عذاب کی پیشگوئی فرمائی۔ اور وہ عذاب ان پر نہ آیا۔ بلکہ وہ ایمان کے باعث بچائے گئے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی لکھا ہے۔

"رُوِیَ ان یونس وعدھم العذاب وغاب عنھم" (تفسیر القرآن ص۲۰۶) کہ حضرت یونس نے اپنی قوم کو عذاب کی پیشگوئی بتلائی اور ان کے پاس سے چلے گئے۔ پھر بطور عقیدہ و واقعہ ثناء اللہ لکھتا ہے:۔

"ہم مانتے ہیں۔ کہ انذاری عذاب نہ صرف ملتوی ہو جاتا ہے۔ بلکہ مرفوع بھی ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے عذاب ٹل گیا۔ لیکن کب ٹلا؟ جب وہ ایمان لے آئے۔" (رسالہ الہامات ص۱۴-۱۵ حاشیہ)

عارضی ایمان کی مثال

بہت سے نادان یہ دھوکا دے کر کہا کرتے ہیں کہ حقیقی ایمان سے تو عذاب ٹل جاتا ہے۔ اور اس سے وعیدی پیشگوئی کی صداقت میں کوئی رخنہ واقع نہیں ہوتا۔ لیکن عارضی اور ناقص ایمان سے عذاب نہیں ٹل سکتا۔ اور اگر ایسی صورت میں بھی عذاب ٹل جاوے۔ تو پیشگوئی کا کاذب ہونا لازمی ہے۔

سو یاد رہے۔ کہ چونکہ ایمان اور کفر کی سزائے کامل کے لئے اللہ تعالےٰ نے قیامت کا دن مقرر کیا ہے۔ یہ دنیا دار العمل ہے۔ اس لئے اس جگہ سزا، عذاب اور وعید صرف اسی بناء پر مترتب ہوتا ہے۔ کہ وہ شخص ظلم و تعدّی میں حد سے بڑھ جاتا ہے۔ اور اپنی سرکشی و طغیانی کے ذریعہ فتنہ برپا کر دیتا ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی آیت فاخذهم الطوفان وهم ظٰلمون (عنکبوت) کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔

"فیه اشارةٌ الی لطیفةٍ" وهی ان الله لا یعذب علی مجرد وجود الظلم وإلّا لعذب من ظلم وتاب فان الظلم وجد منه وانما یعذب علی الاصرار علی الظلم (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۶۵۱)

یعنی اللہ تعالےٰ اس دنیا میں صرف ظلم پر اصرار کرنے پر عذاب دیتا ہے۔ اب جس طرح حقیقی ایمان لانا اس کے جرم اور بنا ءِ پیشگوئی کی مستقل تلافی کر دیتا ہے۔ اسی طرح عارضی اور وقتی ایمان بھی اس شرارت کا ایک حد تک سدّ باب کر دیتا ہے۔ اس لئے پہلی صورت میں اُسکو مستقل فائدہ پہنچتا ہے۔ اور دوسری صورت میں بھی عارضی فائدہ (عذاب دنیا سے بچ جانا) ضرور حاصل ہوتا ہے۔

پس پانچواں معیار یہ ہے۔ کہ وعید کے التوار کے لئے حقیقی اور کامل ایمان ہی لازمی نہیں۔ بلکہ بسا اوقات ناقص اور عارضی ایمان سے بھی التوار ہوا ہے۔ اور ہو سکتا ہے ؛

معیار ششم وعیدی پیشگوئی خواہ معیّن قوم و شخص یا معیّن وقت کے لئے ہو۔ اس میں فی الجملہ تخلف ممکن ہے۔ یعنی اس وعید کا معین قوم یا معین وقت کے لئے ہونا شرائط تخلف کے تحقّق کے باوجود بھی اُسکو ضروری الوقوع نہیں بنا دیتا۔ بلکہ پھر بھی اس کا ٹل جانا جائز ہوتا ہے۔ اور پیشگوئی کرنے والے پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یہ وعید توبہ اور رجوع سے ٹل جاتا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کے معین مدت اور معین قوم ہونے کے متعلق قرآنِ پاک بیان فرماتا ہے۔ اور اور مفسرینِ اُمت اس پر مندرجہ ذیل بیان لکھتے ہیں :۔

(۱) وقیل قال لهم یونس ان اجلکم اربعون لیلة فقالوا ان رأینا اسباب الهلاك امنا بك۔ یونس نے ان سے کہا۔ کہ تمہاری معیاد چالیس راتوں

تک ہے۔ انہوں نے کہا۔ اگر ہم ہلاکت کی علامات دیکھینگے۔ تو تجھ پر ایمان لے آئینگے۔
(تفسیر کشاف النصف الاول ص۵۹۹)

(۲) ان یونس علیہ السلام بعث الیٰ نینوی من الموصل فکذبوہ واصرّوا علیہ فوعدھم بالعذاب الی ثلاثین وقیل اربعین۔ یونسؑ کو موصل سے نینوی بھیجا گیا۔ اہل نینوی نے ان کی تکذیب کی اور اس پر اصرار کیا۔ تب یونسؑ نے ان سے تیس یا چالیس (علی اختلاف روایۃ) راتوں میں عذاب آنے کا وعدہ کیا۔ (قنوی علی البیضاوی جلد۴ ص۱۸۶)

(۳) وکان یونس قال لھم ان اجلکم اربعون لیلۃ۔ حضرت یونسؑ نے ان سے کہا۔ کہ تمہاری میعاد چالیس رات تک ہے۔ (تفسیر کبیر جلد۵ ص۴۲)

(۴) عن ابن مسعود وغیرہ ان اللہ بعث یونس الی اھل نینوی وھی ارض الموصل فکذبوہ فوعدھم بنزول العذاب فی وقت معیّن وخرج عنھم مغاضباً۔ حضرت ابن مسعود وغیرہ سے روایت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے علاقہ موصل کے شہر نینوی کی طرف حضرت یونسؑ کو بھیجا۔ اہل قریہ نے ان کو جھٹلایا۔ تب یونس نے انہیں معین وقت میں نزول عذاب کا وعید کیا۔ اور ناراض ہو کر چلے گئے۔ (فتح الباری جلد۶ ص۶۲۵)

ان حوالجات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت یونس علیہ السلام کی پیشگوئی معیّن وقت کے لئے تھی۔ اور پھر عذاب نہ آیا۔ پس یہ ایک صحیح معیار ہے۔ کہ توبہ اور رجوع سے معین عذاب بھی ٹل جاتا ہے۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ یوں منقول ہے:۔

"ان قصاراً مرّ علی عیسیٰ علیہ السلام مع جماعتہ من الحواریین فقال لھم عیسی احضروا جنازۃ ھذا الرجل وقت الظھر فلم یمت فنزل جبریل فقال المخبرنی بموت ھذا القصار فقال نعم ولکن تصدق بعد ذالک بثلاثۃ ارغفۃ فنجا من الموت۔ (روح البیان جلد اوّل ص۲۵۷ مطبوعہ مصر)

"کہ حضرت عیسےٰ اور حواریوں کی جماعت کے پاس سے ایک دھوبی گذرا۔ حضرت مسیحؑ نے کہا۔ کہ آج ظہر کے وقت اس دھوبی کے جنازہ پر حاضر ہو جاؤ۔ لیکن وہ دھوبی نہ مرا۔

جب جبریل آئے۔ تو حضرت مسیح نے پوچھا۔ کہ کیا تو نے مجھے اس دھوبی کی موت کی خبر نہ دی تھی۔ جبریل نے کہا۔ خبر تو دی تھی۔ لیکن اُس نے بعد ازاں تین روٹیاں صدقہ کر دیں اور موت سے نجات پا گیا۔

معیار ہفتم بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ جس شخص کے حق میں پیشگوئی کی جاتی ہے۔ اس کے حق میں پوری نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے بیٹے یا خلیفہ یا جانشین کے ہاتھوں پوری ہوتی ہے۔ دراصل یہ بھی اس پیشگوئی کا پورا ہونا ہی ہوتا ہے۔

(الف) رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

" بینما انا نائم البارحۃ اذا اتیت بمفاتیح خزائن الارض حتے وضعت فی یدی قال ابوھریرۃ فذھب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانتم تنتقلونھا" (بخاری کتاب الرؤیا جلد ۴)

ترجمہ:۔ میں سو رہا تھا۔ کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔ یہاں تک کہ وہ میرے ہاتھوں میں رکھدی گئیں۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ کہ رسول پاک تو تشریف لے گئے۔ اب تم (اے صحابہ) ان خزانوں کو جمع کرتے ہو۔

(ب) حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ ان کو آپ نے پھونک کر اڑا دیا۔ اور حضورؐ نے اس سے دو کذاب مدعیانِ نبوت مراد لئے۔ (بخاری کتاب الرؤیا) ان میں سے ایک مسیلمہ کذاب آپ کے پاس آیا۔ تو آپ نے اُسے فرمایا:۔

لئن ادبرت لیعقرنك اللہ وانی لاراك الذی اریت فیك ما اریت الحدیث (مسلم باب رؤیا النبی صلے اللہ علیہ وسلم)

اگر تو نے دین حق سے انحراف کیا۔ اللہ تعالےٰ تجھ کو تباہ کر دے گا۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ تو وہی ہے۔ جس کے متعلق میں نے رؤیا دیکھی ہے۔ پھر سونے کے کنگنوں کی روایت میں درج ہے۔ گویا مسیلمہ کی ہلاکت اس رؤیا کے مطابق آنحضرت صلعم کے ہاتھوں ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن وہ خلافت صدیقیہ میں ہلاک ہُوا۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتا ہے:۔

"پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر مسیلمہ پر یہ ہُوا تھا۔ کہ آپ کے بعد مرا۔ مگر

آخر کار چونکہ بے نیل مرام مرا۔ اس لئے دعا کی صحت میں شک نہیں"۔ (رسالہ مرقع قادیانی ماہ اگست ۱۹۰۸ء)

(ج) تاریخ الخمیس میں لکھا ہے:۔

"وقال السهيل قال اهل التعبير رأی رسول الله صلی الله عليه وسلم فی المنام اسيد بن ابی العيص واليًا علی مكة مسلمًا فمات علی الكفر وكانت الرؤيا لولده عتاب اسلم" (جلد ۲ ص۱۱۱)

سہیلؒ کہتے ہیں۔ کہ اہل تعبیر نے کہا۔ کہ آنحضرت صلعم نے اسید کو مکہ پر بحالت اسلام والی دیکھا تھا۔ لیکن وہ کفر ہی کی حالت میں مرگیا۔ اور یہ رؤیا اس کے بیٹے عتاب کے حق میں پوری ہوئی۔ جو اسلام لایا۔

ان واقعات اور ایسا ہی ابو جہل کے ہاتھ میں جنت کا خوشۂ انگور دیکھنے سے اس کے بیٹے عکرمہ کا اسلام لانا مراد ہونے سے واضح ہے۔ کہ بعض دفعہ پیشگوئیوں میں ذکر کردہ شخص سے مراد اس کا بیٹا یا جانشین بھی ہوتا ہے۔ وہو المراد

معیار ہشتم نبی کی ساری پیشگوئیوں کا اس کی زندگی میں پورا ہونا ضروری نہیں اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ فاما نرينك بعض الذی نعدهم او نتوفينك فالينا يرجعون (المؤمن ع) کہ اے نبی ہوسکتا ہے۔ کہ ہم ان وعدوں کو جو ان کفار سے کئے جارہے ہیں۔ تیری زندگی میں پورا کردیں۔ یا پھر تجھے وفات دیدیں۔ اور بعض وعدوں کو تیری وفات کے بعد پورا کریں۔

معیار نہم بعض دفعہ ایسا ہوجاتا ہے۔ کہ پیشگوئی کے وقتِ ظہور یا مصداق اشخاص کے سمجھنے کے متعلق غلطی ہوجاتی ہے۔ یا خدا تعالےٰ کا وعدہ کسی شرط کی وجہ سے ایک قوم کی بجائے دوسری کے حق میں پورا ہوجاتا ہے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے لتدخلن المسجد الحرام الخ والی رؤیا کو حدیبیہ والے سال کے لئے اندازہ فرمایا۔ اور قریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کو ساتھ لے کر حضورؐ حج کی نیت سے چل کھڑے ہوئے۔ لیکن علم الٰہی میں اس کے پورا ہونے کا وقت آئندہ سال تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی موجود الوقت نسل کو لیکر فتح کنعان کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ اور بار باران کو ادخلوا الارض المقدسة التی كتب الله لكم سناتے ہیں۔ یعنی یہ زمین اللہ تعالےٰ نے تمہارے واسطے لکھدی ہے تم اسمیں داخل ہوجاؤ (مائدہ ع ۴)

مگر واقعات نے بتایا۔ کہ کنعان کی فتح کا وعدہ دوسری نسل کے لئے تھا۔ چنانچہ وہ نسل اسی جنگل میں بھٹک کر مر گئی۔ اور دوسری نسل نے اس ملک کو فتح کیا۔

معیار دہم بعض دفعہ پیشگوئی کو کلیتہً منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آیت ماننسخ من اٰیۃ اوننسھانأت بخیر منھا اومثلھا (البقرہ ع ۱۳) کا ایک مفاد یہ بھی ہے اور آیت اذا بدلنا اٰیۃ مکان اٰیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر (النحل ع ۱۴) نیز واللہ غالب علی امرہٖ ولکن اکثر الناس لایعلمون (یوسف ع ۳) بھی اس مفہوم کی مؤید ہیں۔

الغرض پیشگوئیوں کے متعلق بہت سے معیار ہیں۔ لیکن اس وقت جن معیاروں کا تعلق معترض کی پیشکردہ پیشگوئیوں کے ساتھ ہے۔ وہی لکھے گئے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔

(۱) پیشگوئی احمد بیگ مرتد دھرم کوٹی نے اس پیشگوئی کے متعلق جو اعتراضات کئے ہیں۔ ان کو بار بار پڑھکر ہم نے دیکھا۔ کہ معترض کے اعتراض کی بنا کس بات پر ہے۔ ناظرین بھی اُسکے رسالہ کو پڑھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس کے نزدیک صرف سلطان محمدؐ کی موت ہی ایک ایسا امر ہے جو پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کا ثبوت ہے۔" مرتد نے جس قدر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے حوالجات پیش کئے ہیں۔ ان میں نہایت بددیانتی کے ساتھ کانٹ چھانٹ کی گئی ہے۔ اور بعض ایسے حوالجات ہیں۔ جنکو "مقدم موخر" کرکے اپنا مطلب نکالنے کی وجہ سے ایک نمبر دیگر ان کو ایک جگہ لکھدیا۔ کہ دیکھو مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ اگر پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ تو میں ایسا ہوں گا۔ ایسا ہوں گا۔ اور پھر خود ہی مرتد نتیجہ نکالتا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی پیشگوئی ایسی نہیں۔ جو اپنے وقت میں پوری نہ ہوئی ہو۔ اور ان پورا ہونیوالی پیشگوئیوں میں سے ایک عظیم الشان اور جلالی پیشگوئی دربارہ مرزا احمد بیگ وغیرہ ہے۔ اور یہ پیشگوئی نہایت آب و تاب سے پوری ہوئی۔ مگر ہمارے پاس اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ کہ ایک سچی پیشگوئی کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ پوری نہیں ہوئی۔ منکرین انبیاء کی آنکھیں ہمیشہ بند ہوتی ہیں۔ اور آج بھی "ملنگ" اپنے "شپرہ چشم" لوگ موجود ہیں۔ جو بجائے اس بات کے کہ اس موعود کی پیشگوئیوں پر ایمان لائیں۔ تمسخر اور استہزا کرتے ہیں۔ کہ

"محمدی بیگم مرزا صاحب کی آسمانی منکوحہ" کا نکاح نہیں ہوا"

میں اس ذہنیت پر اظہار افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور ان لوگوں کو جن کا تعلق رسالہ "ترک مرزائیت" اور اس کتاب "برق احمدیت" کے مطالعہ سے ہے۔ خطاب کرتا ہوں۔ کہ دشمنِ حق نے جس متانت اور سنجیدگی کا اس پیشگوئی کے متعلق اظہار کیا ہے۔ وہ نفرین کے لائق ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہ اس کے اعتراضات اور ہمارے جوابات کا موازنہ کر کے یہ فیصلہ کر لیں۔ کہ پیشگوئی اسی طرح پوری ہوئی۔ جس طرح کی گئی تھی۔ اگر نہیں۔ تو کم از کم عیسائیوں یا آریوں کی کوئی کتاب پڑھ لیں۔ جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے واقعہ نکاح پر تمسخر اڑاتے ہیں۔ اور میں ان لوگوں کی توجہ اس طرف منعطف کرانی چاہتا ہوں۔ جو محمدی بیگم کے واقعہ پر تمسخرانہ انداز میں خوش ہو ہو کر پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ کہ وہ "ستیارتھ پرکاش" "رنگیلا رسول" "پراچین کہانی" پڑھیں۔ یا اخبار "شیطان" وغیرہ کا مطالعہ کیا کریں۔

کاش! کہ یہ لوگ پھر رسمِ یہود کو اختیار نہ کرتے اور یہ نہ کہتے۔ کہ اس رسول کی یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میری کوئی پیشگوئی کے خلاف ہونے کی نسبت کس قدر جھوٹ بولتے ہیں۔ حالانکہ ایک بھی پیشگوئی جھوٹی نہیں نکلی۔ بلکہ یہ تمام پیشگوئیاں صفائی سے پوری ہو گئیں۔ شرطی پیشگوئیاں شرط کے موافق پوری ہوئیں۔ اور ہونگی۔ اور جو پیشگوئیاں بغیر شرط کے تھیں جیساکہ لیکھرام کی نسبت پیشگوئی۔ وہ اسی طرح پوری ہو گئیں۔ یہ تو میری پیشگوئیوں کی واقعی حقیقت ہے۔"

(اعجاز المسیح صٓ)

ہم اس پیشگوئی کے متعلق یقین کامل رکھتے ہیں۔ اور اسی یقین اور بصیرت پر قائم ہیں۔ اور علی وجہ البصیرت اور علی وجہ التحقیق قائم ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مرتد دھرم کوٹی نے جس قدر اعتراضات اس پیشگوئی پر کئے ہیں۔ وہ باطل اور بے بنیاد ہیں۔ ان اعتراضات کے ہر ایک لفظ سے کم مائیگی اور بے ایمانی اور کمینگی ٹپکتی ہے۔ اس نے نہایت تعصب اور عیاری کے ساتھ ان حوالجات کو پیش کیا ہے۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ عبارات کے چند ٹکڑے ہیں۔ جو اپنے مطلب کی سوچ کر یکطرفہ عبارتوں کو پیش کر کے تکذیب کی گئی ہے۔ آیئے اور دیکھئے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

الفاظ پیشگوئی

اس پیشگوئی کی تفصیل لکھنے سے پیشتر ہم حضرت اقدس علیہ السلام

کے الہامات اور حضور کی عبارات کو پیش کرتے ہیں :۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

(الف) "ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ سب ضرورتوں کو خدا نے پورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا کی۔ اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے ۔ محض بطور نشان کے ہے۔ تا خدا تعالےٰ اس کنبہ کے منکرین کو اعجوبہ قدرت دکھلاوے۔ اگر وہ قبول کریں۔ تو برکت اور رحمت کے نشان ان پہ نازل کرے۔ اور ان بلاؤں کو دفع کر دیوے۔ جو نزدیک چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ ردّ کریں۔ تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے۔" (اشتہار ۱۵ر جولائی ۱۸۸۸ء)

(ب) "اور ایک عربی الہام اسبارہ میں یہ ہے۔ کذبوا بایاتنا وکانوا بہا یستھزؤن فسیکفیکھم اللہ ویردّھا الیک لاتبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لما یرید۔ انت معی وانا معک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔" (اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء و ترک ص۶۳)

(ج) "خدا تعالےٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے۔ کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے۔ اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا۔ تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا۔ اور وہ جو نکاح کرے گا۔ وہ روز نکاح سے اڑہائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا۔ اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔"

(حاشیہ اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء مطبوعہ بار دوم ریاض ہند پریس)

(د) "رئیت ھذہ المرأۃ واثر البکاء علی وجھہا فقلت ایتھا المرأۃ توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبک والمصیبۃ نازلۃٌ علیک یموت ویبقی منہ کلاب متعددۃ" (تتمہ اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء حاشیہ)

ترجمہ :۔ میں نے اس عورت (محمدی بیگم کی نانی) کو رؤیا میں آثار بکاء کے ساتھ دیکھا۔ میں نے کہا۔ اے عورت توبہ کر توبہ کر ورنہ بلا تیری اولاد پر پڑے گی۔ اور ایک عظیم مصیبت تجھ پر نازل ہوگی۔ ایک شخص مر جائیگا۔ اور اس کی طرف سے بہت سے کتے باقی رہ جائینگے ۔

(۵) قال الله، انی رائیت عصیانھم و طغیانھم فسوف اضربھم بانواع الآفات ابید ھم من تحت السموات وستنظر ما افعل بھم وکنا علیٰ کل شیٔ قادرین۔ انی اجعل نساء ھم ارامل و ابناء ھم یتامیٰ و بیوتھم خربة لیذ قوا طعم ما قالوا و ما کسبوا ولکن لا اھلکم دفعة واحدة بل قلیلاً قلیلاً لعلھم یرجعون و یکونون من التوابین ان لعنتی نازلة علیھم و علیٰ جدران بیوتھم و علیٰ صغیرھم و کبیرھم و نساءھم و رجالھم و نزیلھم الذی دخل ابوابھم و کلھم کانوا ملعونین الا الذین اٰمنوا و عملوا الصالحات و قطعوا تعلقھم منھم و بعدوا من مجالسھم فاولئک من المرحومین"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۹)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میں نے ان لوگوں (احمد بیگ اور اسکے متعلقین) کی نافرمانی و سرکشی کو دیکھا۔ میں عنقریب انپر مختلف آفات لاؤنگا۔ میں انکو آسمان کے نیچے تباہ و برباد کرونگا۔ اور تو دیکھے گا۔ کہ میں ان سے کیا کرتا ہوں۔ ہم ہر چیز پر قادر ہیں۔ میں اُن کی عورتوں کو بیوہ اُن کے لڑکوں کو یتیم اور اُن کے گھروں کو ویران کردوں گا۔ تاکہ وہ اپنی باتوں اور افعال کا مزہ چکھیں۔ لیکن میں ان کو یکدفعہ ہلاک نہ کروں گا۔ بلکہ آہستہ آہستہ اور تھوڑے تھوڑے کرکے تاکہ وہ رجوع کرسکیں۔ اور توبہ کرنیوالے بنجائیں یقیناً میری لعنت اُنپر نازل ہوگی۔ اور اُن کے گھروں کی دیواروں پر اُن کے چھوٹے بڑے۔ مرد۔ عورتیں اور مہمانوں پر بھی جو اُن کے دروازوں میں داخل ہوں لعنت پڑے گی۔ اور وہ سب ملعون ہوں گے۔ بجز اُن کے جو ایمان لائیں۔ اور نیک کام کریں۔ اور اُن لوگوں سے قطع تعلقات کرکے ان کی مجلسوں سے دُور رہیں سو ایسے لوگ خدا کی رحمت کے نیچے ہوں گے"

ناظرین! یہ پانچ اقتباس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں آپ کے سامنے ہیں۔ اور حضور نے اس پیشگوئی کو بیسوں مقدمات پر اور کئی کتب میں ذکر کیا ہے۔ جنمیں سے چودہ حوالجات کو مختلف پیرایوں میں حسب منشاء تحریف کرکے اور بعض حوالوں کے چند ٹکڑے ایک نمبر میں ملاکر "مرتد لعین" نے اٹھارہ صفحات میں درج کیا ہے۔ لیکن اُن سب کا مفاد وہی ہے۔ جو متذکرہ صدر بنیادی حوالجات میں مذکور ہے۔ اور

ان حوالجات سے مندرجۂ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

اوّل:۔ یہ پیشگوئی محض بطور نشان کے ہے۔ اور اسکے دو پہلو ہیں۔ اگر وہ رشتہ کرنا قبول کریں۔ تو رحمت کا نشان دیا جائیگا۔ ورنہ عذاب اور بلاؤں کا نشان +

دوم:۔ بلاؤں کی صورت میں اُن کے گھر کی عام بربادی و ویرانی اور خاندان کی تباہ حالی کے علاوہ مرزا احمد بیگ کسی دوسری جگہ رشتہ کرنیکے بعد تین سال بلکہ اس سے قریب عرصہ میں مر جائیگا۔ اور اُس کا داماد عرصہ اڑھائی سال میں مر جائیگا +

سوم:۔ نکاح کا ہونا ان ہلاکتوں کے بعد اُن پر موقوف ہے یعنی جبتک احمد بیگ اور اُس کا داماد نہ مر جائیں۔ نکاح کا تحقق نہیں ہو سکتا۔

چہارم:۔ احمد بیگ اور اُسکے داماد کی موت نیز اقارب کی بربادی تکذیب و استہزاء کے نتیجہ میں ہو گی۔ جو انہوں نے اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اختیار کر رکھی تھی۔ جیسا کہ فقرہ کذبوا بایاتنا وکانوا بہا یستہزؤن سے واضح ہے +

پنجم:۔ بناء پیشگوئی دراصل تکذیب ہے لیکن تاہم ان کو توبہ کی ترغیب دیگئی ہے۔ الہام توبی توبی فان البلاء علی عقبک اسپر شاہد ہے۔ اور آئینہ کمالات اسلام کے الفاظ " قلیلاً قلیلاً لعلہم یرجعون ویکونون من التوابین" اسپر محکم نص ہیں۔ یعنے عذاب کے آہستہ آنے میں یہی منشاء الٰہی ہے۔ تاکہ وہ توبہ کر کے رجوع کریں۔ گویا پیشگوئی مشروط ہے

ششم:۔ محمدی بیگم کی نانی پر مصیبت آئے گی۔ اور اس سارے قصہ میں بطور نتیجہ صرف ایک شخص مرد (احمد بیگ) کی موت واقع ہو گی۔ اور اس پیشگوئی کا ظہور ایسے رنگ میں ہو گا۔ کہ بہت سے منکرین اعتراض کے لئے لب کشائی کرینگے۔ جیسا کہ الہام " یموت ویبقی منہ کلاب متعددۃ " سے ظاہر ہے +

ہر ایک وہ شخص جو ان متذکرۃ الصدر حوالجات کو پڑھیگا۔ وہ ان چھ نتیجوں سے ثلج قلب کیساتھ متفق ہو گا۔ ان نتائج کے دو حصے بہت ہی اہم ہیں یعنی احمد بیگ اور اسکے داماد کی ہلاکت کا شرطی ہونا۔ اور نکاح کا ان کی موت کے وقوع پر موقوف ہونا۔ ان دو باتوں کو تسلیم کر لینے کے بعد کسی مخالف کو جرأت نہیں ہو سکتی۔ کہ اعتراض کر سکے۔

مرتد دھرمکوٹی نے اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کو کانٹ چھانٹ کے نقل کیا ہے اور نہایت بددیانتی اور خیانت کیساتھ شرطی الفاظ کی عبارت کو چھوڑ دیا ہے۔ اور لکھتا

ہے۔ کہ "مرزا صاحب نے بغیر کسی شرط کے کھلے اور غیر مبہم الفاظ میں اعلان کر دیا" ترک صفحہ ۶۴)
ہم اب ثابت کرینگے۔ کہ مرتد دھرمکوٹی کو یا تو سخت دھوکہ لگا ہے۔ یا وہ دیدہ دانستہ
اُن عبارات کو نہ پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود نے
جس جس مقام پر اس پیشگوئی کا ذکر فرمایا ہے۔ اسکو شرطی ہی فرماتے رہے ہیں۔

پیشگوئی شرطی ہے

ہمارے اس دعویٰ کے دو حصے ہیں (الف) احمد بیگ اور اُسکے داماد کی موت شرطی ہے (ب) محمدی بیگم کا حضرت
مسیح موعود علیہ السلام کے نکاح میں آنا بھی شرطی ہے۔ اور وہ احمد بیگ اور سلطان محمد
(داماد احمد بیگ) کی موت پر موقوف ہے۔ اس دعویٰ کے پہلے حصہ کے یہ ثبوت ہیں:۔

ثبوت اوّل:۔ اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں حضور نے تحریر فرمایا ہے:۔
"یہ الہام جو شرطی طور پر مکتوب الیہ کی موت فوت پر دلالت کرتا تھا۔ ہم کو
بالطبع اس کی اشاعت سے کراہت تھی۔" (تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۱۱۱ حاشیہ)

ثبوت دوم:۔ الہام توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبک جو تتمہ اشتہار
۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں شائع ہوا۔ جس میں احمد بیگ اور اُسکے داماد کی موت کو
شرطی طور پر عدم توبہ کی صورت بتایا گیا۔

ثبوت سوم:۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۹ کے الفاظ لعلھم یرجعون ویکونون
من التوابین سے بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ انکی موت عدم توبہ کی صورت میں مقدر تھی۔

ثبوت چہارم:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بطور ایک کلیہ فرمایا ہے:۔ "وما کان الھام
فی ھٰذہ المقدمۃ الا کان معہٗ شرط کما قرأت علیک فی التذکرۃ السابقۃ"
(انجام آتھم صفحہ ۲۲۳) اس پیشگوئی کے متعلق کوئی الہام ایسا نہیں۔ کہ اسکے ساتھ
شرط نہ ہو۔ جیسا کہ میں اس سے پہلے ذکر کر چکا ہوں"۔

ثبوت پنجم۔ اس پیشگوئی کا نفسِ مضمون ہی اس کے شرطی ہونے کا گواہ ہے۔
کیونکہ وعیدی پیشگوئیاں مشروط ہوا کرتی ہیں۔ کما مرّ سابقاً

ثبوت ششم:۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک بیان مرتد دھرمکوٹی نے درج کیا ہے۔
ہم اُس کا متعلق حصہ اس جگہ پیش کر کے ثابت کرتے ہیں۔ کہ پیشگوئی شرطی ہے:۔
"اس لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیشگوئی شرطی تھی۔ اور شرط توبہ

اور رجوع الی اللہ کی تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی۔ اسلئے وہ بیاہ کے بعد چھ مہینوں کے اندر مر گیا۔ اور پیشگوئی کی دوسری جز پوری ہوگئی۔ اس کا خوف اسکے خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر پڑا۔ جو پیشگوئی کا ایک جز تھا۔ انہوں نے توبہ کی چنانچہ اسکے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے۔ اسلئے خدا نے اسکو مہلت دی" (ترک ص۷۱)

ایک اور مقام پر اُس نے جو حضور کا حوالہ پیش کیا ہے۔ اس میں بھی شرط مذکور ہے مگر متعصب کو دکھائی نہیں دیتا۔

ثبوت ہفتم:۔ نمبر ۱۱ میں انجام آتھم کا حوالہ دیکر اُس کے ترجمہ میں درج کرتا ہے:۔

"کہ وہ احمد بیگ کی لڑکی کو روکنے والوں کو جان سے مار ڈالنے کے بعد میری طرف واپس لائیگا۔ اور اصل مقصود جان سے مار ڈالنا تھا۔ اور تو جانتا ہے کہ ملاک اس امر کا جان سے مار ڈالنا ہے وبس" (ترک مرزائیت بحوالہ انجام آتھم ص۲۱۶)

ان حوالجات سے ظاہر ہو گیا۔ کہ محمدی بیگم کے باپ اور خاوند کی موت کی پیشگوئی شرطی تھی۔ اور یقیناً شرطی تھی۔ پس مرتد کا یہ لکھنا کہ "مرزا صاحب نے بغیر کسی شرط کے کھلے اور غیر مبہم الفاظ میں اعلان کر دیا" باطل ہو گیا۔

مرتد دھرمکوٹی اور پیشگوئی کا شرطی ہونا

مرتد نے چند مقامات پر یہ زور لگایا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی شرطی نہیں۔ اور جس مقام پر حضور کے شرطی حوالجات پیش کئے۔ وہاں پر صریح بے حیائی کے ساتھ آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اور یہی کوشش کی ہے۔ کہ یہ شرطی ثابت نہ ہو۔ اور لکھا کہ مرزا صاحب معاذاللہ اپنی رسوائی پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں پس جس بات کو وہ رسوائی کہتا ہے۔ وہی اسکے شرطی ہونے کا ثبوت ہے۔ گویا وہ تسلیم کرتا ہے کہ حضرت اقدس نے اس پیشگوئی کو شرطی قرار دیا ہے۔

احمد بیگ کی موت

مرتد نے احمد بیگ کی موت پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور اُس کی موت کو بحوالہ حضرت مسیح موعودؑ نقل کیا ہے:۔

"غرض احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا۔ اور اُسکا فوت ہونا اُسکے داماد اور تمام عزیزوں کے لئے سخت غم و ہم کا موجب ہوا۔ چنانچہ ان لوگوں کیطرف سے توبہ اور رجوع کے خط اور پیغام بھی آئے الخ (ترک مرزائیت ص۷۲)

اس حوالہ سے اکثر باتیں ثابت ہوتی ہیں لیکن اس بیان کیساتھ تعلق صرف دو باتوں کا ہے۔

(الف) حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق احمد بیگ بوجہ نہ نکاح کر دینے کے مر گیا۔ اور اس رنگ میں پیشگوئی کا ایک حصّہ پورا ہو گیا۔

(ب) احمد بیگ کی موت سے اُسکے داماد اور عزیزوں کو سخت رنج پہنچا۔ اور اُنہوں نے توبہ اور رجوع کے خط لکھے۔ بدیں وجہ اب احمد بیگ کے داماد کی موت وقوع میں نہیں آسکتی۔ اور اس صورت میں نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔ پس یہ پیشگوئی ہر رنگ میں پوری ہو گئی :۔

نکاح پر اعتراض

باوجود شرطی عبارتوں کے پیش کرتے کے مرتد "نکاح" کا ہی رونا روتا ہے۔ کہ ہائے محمدی بیگم کا نکاح نہیں ہوا گویا کہ اس نکاح کے نہ ہونے سے "مرتد کے کسی رشتہ" پر حملہ ہوتا ہے۔ بدبخت اتنا نہیں سوچ سکتا کہ پیشگوئی جب شرطی ہے۔ تو نکاح کیونکر وقوع پذیر ہو۔ جبتک کہ وُہ شرطیں نہ پوری ہولیں۔ باوجود شرطی عبارتوں کے اُس کا "وقوع نکاح" پر زور دینا گویا حضرت کے کلام میں تحریف کرنا ہے۔ کیا ایسے لوگ بھی "مسلمان" کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ وقوعِ نکاح پر زور دینے کے علاوہ جابجا اُس نے "تقدیر مبرم" پر بڑا زور دیا ہے۔ اور بکمال بددیانتی کے ساتھ ایک نامکمل حوالہ کو درج کر کے دھوکہ دینا چاہتا ہے۔

(الف) "میں بار بار کہتا ہوں۔ کہ نفسِ پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں۔ تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہو گی۔ اور میری موت آجائے گی۔ اور اگر میں سچّا ہوں۔ تو خدا تعالےٰ اسے ضرور پورا کرے گا۔"

(ترک مرزائیت ص۴۷)

اقول:۔ حضرت مسیح موعودؑ نے نفس پیشگوئی کو تقدیر مبرم قرار دیا ہے۔ مگر اس تقدیر مبرم کے حل کرنے کے ساتھ ہی لکھدیا۔

اور ضرور ہے۔ کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے۔ جبتک کہ وہ گھڑی آجائے۔ جو اُسے بیباک کر دیوے۔" (انجام آتھم حاشیہ ص۳۲)

مرتد کا اس عبارت کو نہ پیش کرنا ہی بتلاتا ہے۔ کہ جس قدر تقدیر مبرم کا ذکر کیا گیا۔ وُہ سلطان محمد کی بیباکی سے مشروط ہے۔ اور اس جگہ تقدیر مبرم کے متعلق

ہمیں فیصلہ لکھنا چاہیئے۔

تقدیر مبرم

تقدیر مبرم کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل درحقیقت مبرم ہوتی ہے۔ اور دوسری بلحاظ شکل مبرم۔ اس دوسری تقدیر میں تبدیلی ہوسکتی ہے۔ جیساکہ علامہ یافعی نے آنحضرتؐ کے الفاظ درج کئے ہیں:۔

"ان الصدقة لتدفع البلاء المبرم النازل من السماء"

(روض الریاحین برحاشیہ قصص الانبیاء صفحہ ۲۶۴)

اب صاف ظاہر ہے۔ کہ انجام آتھم میں سلطان محمدؐ کی موت کو تقدیر مبرم بتلانا اور ساتھ ہی شرط کا ذکر فرمانا صاف بتا رہا ہے۔ کہ یہ تقدیر مبرم محض بظاہر شکل ہے۔ ورنہ درحقیقت تقدیر مبرم نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تقدیر بلحاظ شکل مبرم تقدیر معلّق ہوتی ہے۔ پس اس جگہ بھی کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

نکاح دونوں کی موت پر موقوف تھا

محمدی بیگم کا حضرت کے نکاح میں آنا از رُوئے پیشگوئی صرف اسی صورت میں مقدر ہے۔ کہ احمد بیگ اور اُس کا داماد دونوں موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں۔ سو احمد بیگ کا فوت ہونا مرتد نے تسلیم کرلیا ہے۔ اب سلطان محمدؐ کی موت کے متعلق ہمیں تحقیقات کرنی چاہیئے لیکن اس سے پہلے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ نکاح کے متعلق اُن اعتراضات کا جواب دیدیا جائے۔ جو عام جہلاءؔ کیا کرتے ہیں۔ کہ یہ نکاح آسمان پر پڑھا گیا۔ "تو پھر کیونکر ٹوٹ گیا"۔

یہ ہم ثابت کرچکے ہیں۔ کہ محمدی بیگم کا حضرت کے نکاح میں آنا احمد بیگ اور سلطان محمدؐ کی موتوں پر موقوف تھا۔ احمد بیگ مرگیا۔ اور سلطان محمدؐ پر موت وارد نہ ہوئی۔ اسلئے موجودہ حالت میں نکاح کا اعتراض محض لغو اور باطل ہے۔ جبکہ اس نکاح کے وقوع اور ظہور کے لئے ایک شرط تھی۔ یعنی سلطان محمدؐ کی موت اور یہ شرط متحقق نہ ہوئی۔ تو پھر نکاح کس طرح ہوسکتا تھا۔ اور آسمان پر نکاح ہوجانے کا اعتراض حسب ذیل حوالہ سے باطل ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"ان اللہ زوجنی مریم بن عمران وکلثوم اخت موسیٰ وامرأۃ فرعون فقالت ھنیئاً لک یا رسول اللہ" (روایت طبرانی وحاکم تفسیر فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۹۹)

کہ اللہ تعالےٰ نے میرا نکاح حضرت مریم کلثوم اور فرعون کی بیوی سے کر دیا تھا"
ہم اس حدیث کو بالکل حق سمجھتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے۔ کہ باوجود" ان اللہ زوجنی"
فرمانیکے ان نکاحوں کا ظہور اس زمین میں نہیں ہوا۔ اور نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ عورتیں فوت
ہو چکی تھیں۔ ہاں آخرت میں جب موت والی روک درمیان نہ ہو گی۔ ان نکاحوں کا ظہور
ہوگا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے نکاح محمدی بیگم کے ظہور کیلئے ایک روک شرط تھی
یعنے سلطان محمدؐ کی موت۔ جبتک یہ شرط پوری نہ ہوتی۔ تو وہ حضرت کے نکاح میں
نہ آسکتی تھی۔ پس نکاح کا اعتراض غلط اور بے محل ہے۔

سلطان محمدؐ کی عدم موت

اس عظیم الشان اور جلیل القدر پیشگوئی میں سے اگر کوئی حصہ دشمنوں کے اعتراض کا نشانہ بن سکتا ہے تو وہ صرف سلطان محمدؐ کے نہ مرنے کا واقع ہے۔ بیشک یہ درست ہے کہ سلطان محمدؐ نہیں مرا لیکن فقط نہ مرنا تو موجب اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔ جبکہ ظاہر ہے کہ یہ وعیدی پیشگوئی ہے۔ اور پھر اسکے ساتھ عدم توبہ کی شرط بھی موجود ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ ہے کہ یہ موت اس شرط کے پورا ہو جانیکی وجہ سے رک گئی۔

چنانچہ حضورؑ لکھتے ہیں:۔

(۱) "احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اُسکے اقارب پر غالب آگیا۔ یہانتک کہ بعض نے اُنمیں سے میری طرف عجز و نیاز کیساتھ خط بھی لکھے۔ کہ دعا کرو۔ پس خدانے ان کے اس خوف اور اسقدر عجز و نیاز کیوجہ سے پیشگوئی کے وقوع میں تاخیر ڈالدی۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۸۷ نیز رسالہ الہامات مرزا مولوی ثناء اللہ ص۶۹)

(۲) "اُسکا داماد جو اڑھائی سال کے اندر فوت نہ ہوا۔ تو اسکی یہی وجہ تھی۔ جو اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد جو احمد بیگ اسکے خسر کی وفات تھی۔ ایک شدید خوف اور حزن اسکے دل پر وارد ہوگیا۔ اور نہ صرف اُسکے دل پر بلکہ اسکے تمام متعلقین کو اس خوف اور حزن نے گھیر لیا۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ جب دو آدمی کی موت ایک ہی پیشگوئی میں بیان کیگئی ہو۔ اور ایک اُنمیں سے میعاد کے اندر مر جائے۔ تو وہ جو دوسرا باقی ہے۔ اسکی بھی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔" (اشتہار ۶ دسمبر ۱۸۹۴ء)

ناظرین! اب قابل غور امر یہ ہے۔ کہ اگر یہ دعویٰ ثابت ہو جائے۔ کہ فی الواقع مرزا سلطان محمدؐ نے اس شرط کے مطابق رجوع اور خوف سے فائدہ اٹھا کر مہلت

حاصل کی ہے. تو کیا یہ اعتراض کا مورد ہے؟ ہرگز نہیں۔ پیشگوئیوں کے اصول پر نظر کریں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شرط کی تصریح کر دینے پر غور کریں۔ اور پھر بتائیں. کہ کیا ضرور نہ تھا. کہ ان حالات میں سلطان محمد موت سے بچ جاتا۔ بالخصوص جبکہ اس پیشگوئی کی بنا ہی ان لوگوں کی شرارت اور سرکشی تھی۔

پیشگوئی کی بنا

حضرت تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں، کیا مرد اور کیا عورت مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکّار اور دوکاندار خیال کرتے ہیں۔ اور بعض نشانوں کو دیکھکر بھی قائل نہیں ہوتے۔" (تتمہ اشتہار ۱۰ ر جولائی ۱۸۸۸ء)

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس پیشگوئی کی بنا نفس پرستی وغیرہ پر نہ تھی۔ بلکہ محض تکذیب و استہزاء پر تھی۔ اور یہ وعیدی پیشگوئی تھی۔ کیونکہ انذار اور عذاب کی پیشگوئی کا ہی نام وعیدی پیشگوئی ہوتا ہے۔ جیسا کہ مرتد دھرمکوٹی نے حضرت اقدسؑ کا ایک حوالہ درج کیا ہے:۔

"اس پیشگوئی کا دوسرا حصہ جو اسکے داماد کی موت ہے۔ وہ الہامی شرط کیوجہ سے دوسرے وقت پر جا پڑا۔ اور داماد اُسکا الہامی شرط سے اسی طرح متمتع ہوا۔ جیسا کہ اُنکا ہوا۔ کیونکہ احمد بیگ کی موت کے بعد اُسکے وارثوں میں سخت مصیبت برپا ہوئی۔ سو ضرور تھا۔ کہ وہ الہامی شرط سے فائدہ اٹھاتے اور اگر کوئی بھی شرط نہ ہوتی۔ تاہم وعید میں سنت اللہ یہی تھی۔ جیسا کہ یونسؑ کے دنوں میں ہوا۔ پس اُس کا داماد تمام کنبہ کے خوف کیوجہ سے اور اُن کے توبہ اور رجوع کے باعث سے اسوقت فوت نہ ہوا" (ترک ص۴۵)

اب صرف یہ ثبوت دینا باقی ہے۔ کہ فی الواقع سلطان محمد نے توبہ استغفار اور رجوع الی الحق سے کام لیا ہے۔ سو آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ثبوت اوّل: حضرت اقدس علیہ السلام نے کئی مرتبہ اس امر کی اشاعت فرمائی۔ کہ ان لوگوں نے توبہ اور عاجزی کے خطوط لکھے۔ اور اُنپر خوف طاری ہو گیا۔ فرماتے ہیں:۔

"احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا۔ اور اُسکا فوت ہونا اُسکے داماد اور تمام عزیزوں کیلئے سخت ہم و غم کا موجب ہوا۔ چنانچہ ان لوگوں کیطرف سے توبہ اور رجوع کے خط اور پیغام بھی آئے۔" (اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ و ترک ص۴۲)

کیا کوئی ہے۔ جو کہے۔ کہ مرزا سلطان محمد یا اس کے اقارب نے کبھی اس دعویٰ کی تردید کی۔ ہرگز نہیں۔ پس جبکہ علی الاعلان اور سب مخالفین کے سامنے یہ دعوے کیا گیا۔ اور مدعا علیہم کی طرف سے انکار نہ ہوا۔ تو پھر دوسرے لوگوں کو کس بات کا درد ہوتا ہے۔ کہ وہ خواہ نخواہ اس کی صداقت میں شبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

ثبوت دوم:۔ سیدنا مسیح موعود علیہ السلام نے اس دعوے کے اثبات کیلئے مخالفین کو پُر زور الفاظ میں چیلنج کیا۔ اور لکھا۔

"فیصلہ تو آسان ہے۔ احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو۔ کہ تکذیب کا اشتہار دے۔ پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالےٰ مقرر کرے۔ اگر اُس سے اُس کی موت تجاوز کرے۔ تو میں جھوٹا ہوں۔ ورنہ اے نادانو! صادقوں کو جھوٹا مت ٹھیراؤ ...... اور ضرور ہے۔ کہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے۔ جب تک کہ وہ گھڑی آجائے۔ کہ اُسکو بے باک کر دیوے۔ سو اگر جلدی کرنا ہے۔ تو اٹھو اور اسکو بے باک اور مکذب بناؤ۔ اور اس سے اشتہار دلاؤ۔ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو" (انجام آتھم صفحہ ۳۲ حاشیہ)

اس تحدی کے بعد حضور علیہ السلام قریباً بارہ برس زندہ رہے۔ مگر کسی سے نہ ہو سکا۔ کہ وہ اُس سے تکذیب کا اشتہار دلاتا۔ معلوم ہوا۔ اس نے اس تکذیب کے اشتہار کو چھوڑ دیا تھا۔ جو بنائے پیشگوئی تھی۔

حضرت کے فقرہ "پھر جو میعاد خدا تعالےٰ مقرر کرے الخ" سے ظاہر ہے۔ کہ یہ اشتہار جس کے بعد اس کی موت مقررہ میعاد میں ہونے والی تھی۔ حضرت اقدس کی زندگی کے ساتھ وابستہ تھی۔ لہذا اخبار اہلحدیث ۱۴ر مارچ ۱۹۲۴ء کا شائع کردہ خط کہ "میں اس پیشگوئی سے نہ ڈرا" مرتد دھرم کوٹی کا پیش کرنا اس چیلنج کا جواب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس پر تو مشہور ضرب المثل "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلۂ خود باید زد" صادق آتی ہے۔ اس انکار کی وہی مثال ہے۔ کہ فرعونیوں پر جب عذاب آتا۔ تو وہ عاجزی کرتے اور جب ٹل جاتا۔ تو پھر اکڑ جاتے۔ مرزا سلطان محمد کا حضرت کی زندگی میں حضور کے دعویٰ خوف و عجز کا عدم انکار بلکہ اس چیلنج پر باوجود مخالفین کی انگیخت کے خاموشی۔ حالانکہ ان کی منکوحہ کا اس طرح برملا ذکر ہوتا تھا۔ اس کے خوف کا کھلا کھلا ثبوت ہے۔ ۱۹۲۴ء میں ثناء اللہ امرتسری نے پٹی جا کر جس طرح اس سے یہ خط لکھوایا ہے۔ وہ اس کے خوف زدہ

ہونے کا ثبوت ہے۔ مرتد کے لئے جائے شرم ہے۔

ثبوت سوم:۔ مرزا سلطان محمد نے ۱۹۱۳ء میں ایک شخص کے نام حسب ذیل خط لکھا ہے

از انبالہ چھاؤنی ۱۱ر مارچ ۱۹۱۳ء

برادرم مکرم سلمہٗ۔ السلام علیکم

نوازشنامہ آپ کا پہنچا۔ یاد آوری کا مشکور ہوں۔ میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک بزرگ اسلام کا خدمت گذار۔ شریف النفس۔ خدا یاد۔ پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں۔ مجھے ان کے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ افسوس کرتا ہوں۔ کہ چند ایک امورات کی وجہ سے ان کی زندگی میں ان کا شرف حاصل نہ کر سکا۔ انبالہ چھاؤنی ۳/۱۳ ۲۱

نیازمند سلطان محمد از انبالہ رسالہ ۹

یہ خط ۱۹۱۳ء کا ہے۔ جس میں مرزا سلطان محمد کا صاف اقرار ہے۔ کہ میں اب بھی حضرت مرزا صاحب کو نیک سمجھتا ہوں اور پہلے بھی سمجھتا تھا۔

ناظرین! آپ ان حالات اور واقعات پر نگاہ کریں۔ جو اس پیشگوئی سے ان لوگوں کے تھے۔ اور یہ تصور کریں۔ کہ یہ الفاظ وہ شخص لکھتا ہے۔ جس کی بیوی کے متعلق یہ پیشگوئی ہے۔ تو آپ کو یقین کرنا پڑے گا۔ کہ یہ شخص بے شک توبہ و رجوع کر چکا تھا۔ اس خط کی اصلیت اور حقیقت سب لوگوں پر واضح ہے۔

علاوہ بریں اس کا ایک تفصیلی بیان بھی جو ہمارے محترم دوست جناب حافظ جمال احمد صاحب مبلغ ماریشس کے سامنے پٹی میں دیا تھا۔ اس پر شاہد ہے۔ جس میں وہ اقرار کرتا ہے

"میں قسمیہ کہتا ہوں۔ کہ جو ایمان اور اعتقاد مجھے حضرت مرزا صاحب پر ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ آپ کو بھی جو بیعت کر چکے ہیں۔ اتنا نہیں ہوگا۔ میرے دل کی حالت کا آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس پیشگوئی کے وقت آریوں نے لیکھرام کی وجہ سے اور عیسائیوں نے آتھم کی وجہ سے مجھے لاکھ لاکھ روپیہ دینا چاہا۔ تا میں کسی طرح مرزا صاحب پر نالش کروں۔ اگر وہ روپیہ میں لیتا۔ تو امیر کبیر بن سکتا تھا۔ مگر وہی ایمان اور اعتقاد تھا۔ جس نے مجھے اس فعل سے روکا۔" (الفضل ۹/۱۳ جون ۱۹۲۱ء)

پس مرزا سلطان محمد کا رجوع واضح اور بیّن ہے۔ لہذا اس اہم پیشگوئی کے کسی حصّے پر بھی اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ بصیرت کی نظر سے یہ صداقتِ حضرت احمدؑ قادیانی پر واضح دلیل ہے۔

نکاح فسخ یا تاخیر میں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے:۔
" جب ان لوگوں نے شرط کو پورا کر دیا۔ اور داماد احمد بیگ پر خوف طاری ہو گیا۔ اور اس نے توبہ کی تو نکاح فسخ ہو گیا۔ یا تاخیر میں پڑ گیا۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۲-۱۳۳) (زٹک صفحہ)

یاد رہے۔ کہ مرتد نے اس جگہ بھی سخت خیانت سے کام لیا ہے۔ اور اس نے دیدہ دانستہ اس مندرجہ بالا حوالہ سے فقرہ " اور داماد احمد بیگ پر خوف طاری ہو گیا اور اُس نے توبہ کی" درج نہیں کیا۔ یہ ہے ان لوگوں کی "مسلمانی" کس مُنہ سے یہ لوگ ہم پر اعتراض کر سکتے ہیں؟

بعض معاندین فقرہ " نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا" پر تمسخر کیا کرتے ہیں۔ کہ اس میں دو رنگی ہے اور مرتد ملعون نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ حالانکہ بات یہ ہے۔ کہ حضرت اقدس نے انجام آتھم صفحہ ۳۲ میں چیلنج کیا تھا۔ کہ سلطان محمد سے تکذیب کا اشتہار دلاؤ۔ اب عقلاً دو ہی صورتیں ممکن تھیں۔ لوگ اشتہار دلا دیتے یا نہ دلا سکتے۔ اگر صورت اوّل واقع ہوتی۔ تو اس کا مرنا یقینی تھا۔ اور اندریں صورت اس کی موت کے بعد محمدی بیگم کا حضرت کے نکاح میں آنا ضروری۔ اور اگر اشتہار نہ دلا سکتے۔ تو پھر سلطان محمد کی عدم موت کے باعث نکاح ہو نہیں سکتا۔ پس فسخ یا تاخیر دو رنگی کے لئے نہیں بلکہ اس تحدی کی بنیاد پر ہے۔ جس کا پورا کرنا یا نہ کرنا مخالفین کے اختیار میں تھا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ جب حضرت پر اللہ تعالٰے نے کھول دیا۔ کہ سلطان محمد کی طرف سے تکذیب کا اشتہار شائع نہ ہو گا۔ تو حضورؑ نے صرف ایک پہلو کا ذکر فرمایا۔ وھو ہذا

"یونس کی قوم کا واقعہ سب کو معلوم ہے۔ کوئی شرط نہ تھی۔ مگر پھر بھی توبہ و استغفار سے وہ عذاب ٹال گیا۔ اور یہاں تو صاف توبی توبی فان البلاء علٰی عقبك آگیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ توبہ سے یہ سب باتیں ٹل جائیں گی۔ اور احمد بیگ کی موت سے جو خوف ان پر چھا گیا۔ اس نے پیشگوئی کے ایک حصہ کو ٹال دیا ہے" (اخبار بدر ۱۹۰۸ء صفحہ)

واضح رہے۔ کہ سلطان محمد کی موت اور محمدی بیگم کے نکاح کے لئے علیحدہ علیحدہ شرط ہے۔

جیسا کہ ہم تفصیلاً لکھ چکے ہیں۔ محمدی بیگم کے نکاح کے لئے سلطان محمد کی موت شرط ہے جو پوری نہ ہوئی۔ اور سلطان محمد کے موت سے بچنے کے لئے توبہ شرط ہے۔ اس نے موت سے بچنے کی شرط کو پورا کر دیا۔ اور موت سے بچ گیا۔ لہذا آخری مرحلہ کی شرط متحقق نہ ہوئی۔ پس معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت نے تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۳ میں جس شرط کے پورا ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ سلطان محمد کے بچنے کے نتیجہ کی منتج تھی اور وہ نتیجہ پیدا ہو گیا۔ اور نکاح میں آنے کی جو شرط تھی۔ یعنی سلطان محمد کی موت۔ وہ چونکہ واقع نہ ہوئی۔ لہٰذا وہ وہ نکاح بھی وقوع پذیر نہ ہوا۔ فاندفع الاشکال ؛

حضرت کا الہام اور سلطان محمد کی موت

اس وعیدی پیشگوئی کا انجام جو الہاماً بتایا جا چکا ہے۔ وہ ان لفظوں میں تھا۔ یموت و یبقی منہ کلاب متعددۃ (تتمہ اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء)

یموت واحد کا صیغہ ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ایک شخص مرے گا۔ اور اس کی طرف سے کُتے باقی رہ جائیں گے۔ یعنی موت صرف احمد بیگ کی ہوگی۔ گویا سلطان محمد کے شرط وعید سے فائدہ اٹھانے کا اشارہ کیا گیا تھا جسے واقعات نے کھول دیا۔

صداقت کا ایک بڑا ثبوت

ذیل میں ان لوگوں کے نام درج کئے جاتے ہیں جو اس پیشگوئی کے متعلقین میں سے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں :-

(۱) اہلیہ صاحبہ مرزا احمد بیگ (۲) مرزا محمد بیگ صاحب پسر مرزا احمد بیگ (۳) عنایت بیگم صاحبہ دختر مرزا احمد بیگ (۴) سردار بیگم صاحبہ دختر مرزا احمد بیگ (۵) مرزا محمد احسن بیگ داماد مرزا احمد بیگ (۶) مرزا محمود بیگ پوتا مرزا احمد بیگ (۷) دختر مرزا نظام الدین اہلیہ صاحبہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ (۸) مرزا گل محمد صاحب پسر مرزا نظام الدین (۹) اہلیہ مرزا غلام قادر صاحب (۱۰) محمودہ بیگم صاحبہ دختر مرزا احمد بیگ (۱۱) مرزا محمد اسحٰق صاحب پسر مرزا سلطان محمد صاحب و محمدی بیگم۔

ان لوگوں کا احمدیت قبول کر لینا ایک متدین انسان کی نگاہ میں حضرت احمد قادیانی ارواحنالہ الفداء کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ ہمارے تمام مخالفین اور خصوصاً "مسٹر ملنگ" کو ذرا تدبر سے کام لینا چاہیئے۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ جن لوگوں اور جس خاندان

کے متعلق یہ پیشگوئی ہے۔ وہ تو احمدی ہو گئے۔ اور یہ ہیں۔ کہ ابھی تک یہی رونا روتے ہیں۔ بس آج کل ان کے ہاں یہی ماتم ہے۔ کہ ہمارے "رشتہ" کو کیوں نہیں قبول کیا جاتا۔ شرم! شرم!! شرم!!!

ہم نے اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم کے ساتھ بالتفصیل ثابت کر دیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ عظیم الشان پیشگوئی اپنی تمام شرائط کے ساتھ پوری ہوئی۔ اور جو لوگ اس پر اعتراض کر رہے ہیں۔ وہ اپنی اٹکل پچو باتیں پیش کر کے لوگوں کو دہوکہ دینا چاہتے ہیں۔ اور ان کے تمام اعتراضات باطل ہیں؛

(۲) ڈاکٹر عبد الحکیم کے متعلق پیشگوئی

دوسری پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو ڈاکٹر عبد الحکیم مرتد کے متعلق تھی۔ اسکے متعلق مرتد دھرم کوٹی نے لکھا ہے۔ کہ وہ پوری نہیں ہوئی۔ نیز ڈاکٹر عبد الحکیم مرتد کی شیطانی پیشگوئی کا بھی ذکر کیا ہے۔ کہ اس کے مطابق آپ فوت ہوئے۔ لہذا ہم بتلائیں گے۔ کہ مرتد دھرم کوٹی نے جو اپنے "ہم جنس" کی حمائت کی ہے وہ غلط ہے۔ سچ ہے۔ ؏

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

حضرت مسیح موعودؑ نے ڈاکٹر مرتد کیمتعلق تحریر فرمایا ہے:۔

"خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔ اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ پھر تو نے وقت کو نہ پہچانا۔ نہ دیکھا۔ نہ جانا۔ رب فرق بین صادق وکاذب انت تری کل مصلح وصادق" (تزک صنہ)

یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ دنیا خوب جانتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا مقبول کون ثابت ہوا۔ اور کس کو قبولیت حاصل ہوئی۔ تمام دنیا نے آپ کو قبول کیا۔ لیکن عبد الحکیم بلعم باعور کی مانند زمین میں دھنسا یا گیا۔ اور کُتے کی موت مرا۔ اس وقت اس کا کوئی نام لیوا نہیں۔ لیکن خدا کے مقبول احمدؐ نبی کے اسوقت تمام دنیا میں نام لیوا ہیں۔ عبد الحکیم کا الہام تھا۔ "انك لمن المرسلين"۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی رسالت کے الہام ہوئے تھے۔ اب سوچو کہ کس کی رسالت مانی گئی۔ کون اپنے

دعویٰ میں صادق نکلا۔ اور کس کو رسول تسلیم کیا گیا۔ اور کون راندۂ درگاہ ہو گیا۔ پھر دیکھو کہ کون غالب آیا۔ کیا عبد الحکیم نے اپنی مزوّرانہ کارروائیوں سے اس سلسلہ کو مٹا دیا؟ عبد الحکیم رسل سے عرصہ تک مسلول رہ کر زاویہ عدم میں مخفی ہو گیا۔ اور فرشتوں کی کھنچی ہوئی تلوار کا نشانہ بن گیا۔ اس کی پیشگوئی تین مرتبہ جھوٹی نکلی۔ اور وہ ایک عقیدہ پر قائم نہ رہا۔ اور انہی مذبذب حالتوں سے اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا۔ اور صادق و کاذب میں کھلا کھلا فرق ہو گیا۔

ڈاکٹر مرتد کی پیشگوئی

مرتد پٹیالوی عبد الحکیم نے حضرت اقدس کے متعلق کئی پیشگویاں در بارۂ موت کیں۔ مگر کب؟ جب حضرت اقدس نے اپنے رسالہ الوصیت دسمبر ۱۹۰۵ء میں لکھدیا تھا۔ کہ

" خدا عزّ و جلّ نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے۔ کہ میرا زمانۂ وفات نزدیک ہے اور اس بارے میں اس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی۔ کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا۔ اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا" (الوصیت ص۲)

گویا جس وقت حضرت نے یہ خدا تعالےٰ کا حکم شائع فرمایا۔ تو عبد الحکیم کے شیطان نے بھی اُسکو القاء کرنے شروع کر دئے۔ کہ لو اب تمہارا داؤں چل جائے گا۔ چنانچہ اوّلاً عبد الحکیم نے یہ شائع کیا۔ کہ حضرت کی وفات کی میعاد تین سال ہے (ترک ص۸) پھر لکھا کہ " جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ ماہ تک مرزا مر جائیگا" (ترک ص۸) پھر لال حسین لکھتا ہے۔ کہ:۔ "اس کے بعد ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب نے اپنا اور الہام شائع کیا۔ کہ مرزا مورخہ ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک مر جائیگا" (ترک ص۸) گویا مسٹر ملنگ صاحب نے ڈاکٹر مذکور کے تین الہامات کا ذکر تسلیم کر لیا ہے۔ یعنی پہلے ڈاکٹر مرتد نے حضرت کی وفات کے لئے تین ۳ سال میعاد بتلائی۔ اور پھر ۱۴ مہینے اور پھر ۴ اگست تک کی پیشگوئی کی۔ اور یہ سب تغیّر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شائع ہونے والے الہامات کو دیکھ کر کیا جاتا رہا۔ مرتد لال حسین نے لکھا ہے۔ کہ:۔ ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئیوں کے مطابق مرزا صاحب نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اگلے جہان کی طرف کوچ کر دیا" (ترک ص۸) یہ بالکل باطل ہے۔ کیونکہ ملنگ صاحب نے خود عبد الحکیم کی تین پیشگوئیوں کے تغیر کو تسلیم کیا ہے۔ پس یہی تغیر عبد الحکیم کے کذب پر دلیل ہے۔ اور لال حسین کا یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود

کا وصال مرتد پٹیالوی کی پیشگوئیوں کے مطابق ہُوا۔ صریح جھوٹ ہے۔ کیونکہ عبد الحکیم نے ان ہرسہ پیشگوئیوں پر ہی کفایت نہیں کی۔ بلکہ ان سب کے اخیر پر حضرت کی وفات کا دن بھی مقرر کر دیا۔ چنانچہ اس کا ثبوت ڈاکٹر عبد الحکیم کا خط ہے۔ جو پیسہ اخبار اور اہلحدیث میں شائع ہُوا۔ اور وہ یہ ہے :۔

"مکرم بندہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرے الہامات جدیدہ جو مرزا غلام احمد کے متعلق ہیں اپنے اخبار میں شائع فرما کر ممنون فرماویں۔ (۱) مرزا ۲۱ ساون سمت ۱۹۶۵ کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائیگا۔ (۲) مرزا کے کنبہ میں سے ایک بڑی معرکۃ الآرا عورت مرجائے گی۔ والسلام

خاکسار عبد الحکیم خان۔ ایم۔ بی پٹیالہ ۸ مئی ۱۹۰۸ء" (روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء صلہ کالم ۲)

(۲) "آہ! ہم افسوس سے کہتے ہیں۔ کہ ہمارا اس خبر کے شائع کرنے سے دل دکھتا ہے۔ مگر کیا کریں۔ واقعات کا اظہار ہے۔ ہمارا ماتھا تو اسی وقت اس بد خبر کے سننے کے لئے ٹھنکا تھا۔ جب مرزا صاحب نے اپنا آخری وصیت نامہ شائع کیا تھا۔ جسمیں لکھا تھا۔ کہ مجھے وحی الٰہی نے متنبہ کر دیا ہے۔ کہ جلدی وہ زمانہ آنیوالا ہے۔ کہ لوگ کہیں گے۔ خس کم جہاں پاک۔ لیکن تاہم ہم قانون خداوندی و یمدھم فی طغیانھم پر نظر ڈالکر ایسے جلدی کے متوقع نہ تھے۔ جتنی جلدی کی خبر ہم کو آج ہمارے دوست ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب پٹیالوی نے سنائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

"مرزا قادیانی کے متعلق میرے الہامات ذیل۔ . . شائع فرما کر ممنون فرماویں۔ (۱) مرزا ۲۱ ساون سمت ۱۹۶۵ (۴ اگست ۱۹۰۸ء) کو مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔ (۲) مرزا کے کنبہ میں سے ایک بڑی معرکۃ الآرا عورت مرجائیگی"

(اہلحدیث ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء صلہ)

ہم اس جگہ ثناء اللہ کی یاوہ گوئی کو نظر انداز کرتے ہوئے اصل مضمون کے متعلق یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ مرتد عبد الحکیم نے مورخہ ۸ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کی وفات کا دن ۴ اگست ۱۹۰۸ء مقرر کر دیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا وعدہ تھا۔ کہ میں عبد الحکیم کو جھوٹا کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ کہ حضرت کا وصال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہو گیا۔ اور عبد الحکیم کی بات غلط ثابت ہو گئی۔ اس واضح طور پر عبد الحکیم کی پیشگوئی جھوٹی نکلی کہ ثناء اللہ کو بھی لکھنا پڑا کہ

"کہ ہم خدا لگتی کہنے سے رُک نہیں سکتے۔ کہ ڈاکٹر صاحب اگر اس پر بس کرتے یعنی چودہ ماہ پیشگوئی کر کے مرزا کی موت کی تاریخ مقرر نہ کر دیتے۔ جیسا کہ انہوں نے کیا۔ چنانچہ ۱۵ امئی کے اہلحدیث میں ان کے الہامات درج ہیں۔ کہ ۲۱ ساون یعنی ۴ اگست ۱۹۰۸ء کو مرزا مریگا۔ تو آج وہ اعتراض نہ ہوتا۔ جو معزز ایڈیٹر پیسہ اخبار نے ۲۷ کے روزانہ پیسہ اخبار میں ڈاکٹر صاحب کے اس الہام پر چھپا ہوا کیا ہے۔ کہ ۲۱ ساون کو کی بجائے ۲۱ ساون تک ہوتا۔ تو خوب ہوتا۔ غرض سابقہ پیشگوئی سہ سالہ اور چودہ ماہیہ کو اسی اجمال پر چھوڑے رہتے۔ اور ان کے بعد میعاد کے اندر تاریخ کا تقرر نہ کر دیتے۔ تو آج یہ اعتراض پیدا نہ ہوتا۔" (اہلحدیث ۱۲ جون ۱۹۰۸ء صک)

یہ اس شخص کی شہادت ہے۔ جو احمدیت کا بدترین معاند ہے۔ اور یہ گواہی صاف کہہ رہی ہے۔ کہ ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیشگوئی غلط اور جھوٹ ثابت ہوئی۔ لیکن آج کل کے "بھنگ نوش" ملنگ ہنوز یہی بکواس کر رہے ہیں۔ کہ حضرت کا انتقال مرتد پٹیالوی کی پیشگوئیوں کے مطابق ہوا۔ سچ ہے۔ ع

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

خیانت مرتد دھرم کوٹی مسٹر لال حسین نے اس جگہ عبدالحکیم مرتد پٹیالوی کی آخری اور تمام پیشگوئیوں کی ناسخ یعنی "۴ اگست کو" والی پیشگوئی کو ذکر نہیں کیا۔ اور یہ ایک بہت بڑی خیانت ہے۔ جو کسی مسلمان سے ہونی ناممکن ہے؛ یاد رہے۔ کہ "۴ اگست ۱۹۰۸ء تک" والی پیشگوئی اور ہے۔ اور "۴ اگست کو" والی آخری پیشگوئی ہے۔ جو پیسہ اخبار اور اہلحدیث میں درج کی گئی تھی۔ اور اس پیشگوئی کو "مرتد" نے ترک مرزائیت میں اسی لئے درج نہیں کیا۔ کہ وہ اپنے "مرتد" بھائی کی بطالت واضح ہونے سے کانپتا ہے۔

خلاصہ خلاصہ کلام یہ کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات کے قریب ہونے کا اعلان فرمایا۔ تو عبدالحکیم مرتد کو بھی الہامات کی سُوجھی۔ اور الہامات شائع کر دئے۔ جب اس نے چودہ ماہ والی پیشگوئی کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو اطلاع فرمائی۔ کہ اگرچہ آپ کی وفات کا وقت قریب آچکا ہے۔ اور اس وعدہ کے مطابق آپ کی وفات ہو جائے گی۔ لیکن میں بہرحال عبدالحکیم کو جھوٹا کرونگا

اور تیری عمر کو بڑھادوں گا۔ (تبصرہ ۵ر نومبر ۱۹۰۷ء) گویا یہ عمر کا بڑھانا عبدالحکیم کو تباہ و برباد کرنا اسی صورت میں تھا۔ کہ جب وہ اس چودہ ماہیہ پیشگوئی پر قائم رہتا۔ گویا بعینہٖ ویأتوکم من فورھم ھذا یمدد کم ربکم بخمسۃ الاف من الملائکۃ مسومین والی پیشگوئی کی مثال ہے۔ اصل مقدمہ عبدالحکیم کو جھوٹا کرنا ہے۔ پھر اس نے ۴ر اگست تک والی پیشگوئی کردی جسکو حضرت اقدس نے بھی اپنی کتاب چشمۂ معرفت میں ذکر فرمایا ہے۔ اور بالمقابل مرتد پٹیالوی کی ناکامی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ پھر عبدالحکیم ۴ر اگست تک والی پیشگوئی پر بھی قائم نہ رہا۔ اور اس نے جھٹ ۱۵ر مئی کو ۴ر اگست تک کی بجائے ۴ر اگست کو کی پیشگوئی کردی۔ اور اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے اسکو جھوٹا ثابت کردیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈاکٹر عبدالحکیم کے متعلق جو پیشگوئی فرمائی تھی۔ وہ ہو بہو پوری ہوگئی۔ لیکن عبدالحکیم کی پیشگوئی باطل اور محض دروغ ثابت ہوئی۔ یاد رہے کہ ملنگ لال حسین کا حاشیہ میں لکھنا کہ "مرزائیو! اصحاب الفیل کی طرح کون نابود ہوا!" (حاشیہ ترک ص۳۸) بھی مغالطہ دہی ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود نے اپنی فتح اور دشمن کی شکست، اپنی عزت اور دشمن کی ذلت، اپنے اقبال اور دشمن کے ادبار کو ہی نابودی اور تباہی قرار دیا ہے۔ الہام میں ہرگز ہرگز یہ نہیں تھا۔ کہ وہ حضورؑ کے سامنے مرجائیگا۔ بلکہ فرمایا تھا۔ کہ جس طرح اصحاب الفیل بیت اللہ کے مٹانے میں ناکامیاب ہوئے اسی طرح عبدالحکیم بھی اس میرے سلسلہ کو زک نہیں دے سکتا۔ اور اسکی نابودی یہ ہوگی۔ کہ حضورؑ کا نام دنیا میں بلند کیا جائے گا۔ لیکن وہ اپنی پیشگوئیوں کی ناکامی اور ذلت کی بدولت رسوا اور ذلیل ہوگا۔ جس طرح اصحاب الفیل ذلیل ہوئے۔ پس حضرت کی فتح ونصرت اور مرتد کی ذلت اور بطالت ناظرین کے سامنے موجود ہے۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو بلغم ثانی مصنفہ میر قاسم علی صاحب اڈیٹر فاروق قادیان)

(۳) ثناء اللہ کے متعلق پیشگوئی

مرتد دھرم کوٹی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار بعنوان "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" مجریہ ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کو درج کرکے اُسے "پیشگوئی" قرار دیکر عوام الناس کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ یاد رکھئے۔ کہ یہ اشتہار حضرت اقدس کی طرف سے دعائے مباہلہ ہے۔ اور اس کی تقریب سمجھنے کے لئے

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ خدا کا نبی ہزار ہا نشانات اور معجزات کو لے کر دنیا میں آیا۔ وہ بشیر و نذیر تھا۔ اور یہ تمام نشانات اس کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کے جلال اور جمال انبیار اور حضرت خاتم الانبیار صلے اللہ علیہ وسلم کا مظہر تھا۔ اُس نے بشارت کے ساتھ بھی اپنی سچائی کو دنیا والوں پر ثابت کر کے دکھلایا۔ اور قہری نشانوں سے بھی اپنی حقانیت اور راستبازی پر مُہر کی۔ لیکھرام۔ ڈوئی۔ چراغدین جمونی۔ اسمٰعیل علیگڈھی وغیرہ کی ہلاکت آپ کی نبوت اور رسالت کے زبردست گواہ ہیں۔ حضور نے دلائل اور براہین کے بعد آخری فیصلہ (مباہلہ) کے لئے معاندین کو للکارا۔ اور علمار کو نام بنام دعوت مقابلہ دی اور لکھا :-

"گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان! کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو۔ اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے۔ اور نہ ٹھٹھا کرنیوالی مجلسوں سے الگ ہو۔" (انجام آتھم صـ۶۷)

اس دعوت مباہلہ کے مخاطبین میں سے گیارھواں نمبر "مولوی ثنار اللہ امرتسری" کا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا۔

(۱)

حضرت مسیح موعودؑ

"میں نے سنا ہے۔ بلکہ مولوی ثنار اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہو۔ کہ میں اس طور سے فیصلہ کیلئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں۔ کہ جو شخص ہم دونو میں سے جھوٹا ہو۔ وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جاوے۔" (اعجاز احمدی صـ۱۱)

"اگر اس چیلنج پر وہ (ثنار اللہ) مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے۔ تو ضرور وہ پہلے مرینگے۔" (اعجاز احمدی صـ۳۷)

مولوی ثنار اللہ امرتسری

"چونکہ یہ خاکسار نہ واقع ہیں۔ اور نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ یا الہامی ہے۔ اس لئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں افسوس کرتا ہوں۔ کہ مجھے ان باتوں پر جرأت نہیں۔" (الہامات مرزا صـ۸۵ طبع دوم)

(۲)

لوگوں نے مولوی ثنار اللہ کو مباہلہ کے لئے مجبور کیا جس پر ان کو لکھنا پڑا۔

مولوی ثنار اللہ امرتسری

"البتہ آیت ثانیہ یعنی (قل تعالوا ندع ابنائنا الآیۃ)

از طرف حضرت مسیح موعودؑ

"مولوی ثنار اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں

پر عمل کرنے کے لئے ہم طیار ہیں۔ میں اب بھی ایسے مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ جو آیت مرقومہ سے ثابت ہوتا ہے۔ جسے مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے"
(اہلحدیث ۲۲ر جون ۱۹۰۶ء مے)

کہ مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کر لیا ہے۔
(آپ بیشک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص (مرزا صاحب) اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور بیشک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین مباہلہ کی بنیاد جس آیت قرآنی پر ہے اسمیں تو صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہے" (اخبار بدر ۴ر اپریل ۱۹۰۷ء)

مولوی ثناء اللہ کا جواب الجواب

"میں نے آپ کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا۔ میں نے تو قسم کھانے پر آمادگی کی ہے۔ مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔ حالانکہ مباہلہ اسکو کہتے ہیں۔ جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔ میں نے حلف اٹھانا کہا ہے۔ مباہلہ نہیں کہا۔ قسم اور ہے مباہلہ اور ہے" (اہلحدیث ۱۹ر اپریل ۱۹۰۷ء ص)

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

کس طرح دُم دبا کر بھاگنے کی سوجھی۔ صاف گریز ہے اور فرار ہے۔ جس نے "تجدیدوں" کے ایوان غرور کے اندر ایک زلزلہ پیدا کر دیا۔ اور "دنیا والوں" کے سامنے ثناء اللہ مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ اسکی تمام ڈینگیں گیدڑ بھبکیاں ثابت ہوئیں۔ اور جب اپنے چیلوں کی دگرگوں حالت دیکھی۔ تو "پدرم سلطان بود" کہنا شروع کر دیا۔

(۳۲)

مولوی ثناء اللہ امرتسری

"مرزائیو! سچے ہو۔ تو آؤ۔ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ۔ وہی میدان عیدگاہ امرتسر تیار ہے۔ جہاں تم پہلے صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی

حضرت مسیح موعودؑ

آپنے اس چیلنج کو منظور کر لیا۔ اور فوراً ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کو دعائے مباہلہ بنام "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" شائع فرمایا۔ جسمیں آپنے یہ بیان تحریر فرما کر کہ مباہلہ کرنیوالوں میں سے کاذب پہلے مرتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ "اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں۔ کہ مجھ میں

ہے۔ کیونکہ جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو۔ سب امت کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔"
(اہلحدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔" اور مولوی ثناء اللہ کو لکھا۔ "میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں۔ اور جو چاہیں۔ اسکے نیچے لکھدیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

(۴)

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اشتہار کو دعائے مباہلہ قرار دیا۔ کیونکہ اس نے جواب میں لکھا:۔

(۱) "اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی۔ اور بغیر میری منظوری کے اسکو شائع کر دیا۔"

(۲) "یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔ اور نہ کوئی دانا اسکو منظور کر سکتا ہے۔" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

واضح رہے۔ کہ عام لوگ دہوکا دینا چاہتے ہیں۔ کہ یہ "آخری فیصلہ" یکطرفہ دعا تھی۔ بالکل باطل ہے۔ کیونکہ اگر یہ یکطرفہ دعا ہوتی۔ تو اسکے جواب میں ثناء اللہ کو مندرجہ بالا سطور لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور پھر عدم منظوری کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا فرمائی اور ثناء اللہ کو لکھا۔ کہ تم اسکو اپنے پرچہ میں چھاپ دو۔ اور جو چاہو۔ اس کے نیچے لکھدو۔ اور پھر دیکھو۔ کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ لیکن ثناء اللہ نے اسے منظور نہ کیا۔ اسقدر تصریح کے بعد اس دعا کو یکطرفہ کہنا پرلے درجہ کی دغابازی ہے۔ آؤ اور سنو! ثناء اللہ کیا "اچھلتا" ہے۔

(۳) "مرزائیو! کسی نبی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کی طرف بلایا ہے؟ بتلاؤ۔ تو انعام لو۔ ورنہ منہاج نبوت کا نام لیتے ہوئے شرم کرو۔" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

اور پھر صاف لکھتا ہے:۔

(۴) "کرشن قادیانی نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا۔"
(مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۸)

مندرجہ بالا اور دیگر ایسے ہی بیانات سے صاف واضح ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ نے بھی حضرت کے اس اشتہار کو دعائے مباہلہ ہی قرار دیا ہے۔ ورنہ یکطرفہ دعا پر منظوری نہ لینے کا الزام کیونکر صحیح تھا؟

(۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اسکو دعائے مباہلہ ہی قرار دیا۔ کیونکہ آپ کے

نزدیک بغیر مباہلہ کرنے کے کاذب کا پہلے مرنا ضروری نہیں۔ چنانچہ آپ اس اشتہار کے کئی ماہ بعد فرماتے ہیں :۔

"یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔ لاؤ پیش کرو۔ وہ کونسی کتاب ہے۔ جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہے۔ کہ مباہلہ کرنیوالوں میں سے جو جھوٹا ہو۔ وہ سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اعدا ان کی زندگی میں ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ بلکہ ہزاروں اعداء آپ کی وفات کے بعد زندہ رہے۔ ہاں جھوٹا مباہلہ کرنیوالا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد زندہ رہینگے۔ ہم تو ایسی باتیں سنکر حیران ہوتے ہیں۔ دیکھو۔ ہماری باتوں کو کیسے الٹ پلٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔ اور تحریف کرنے میں وہ کمال حاصل کیا ہے۔ کہ یہودیوں کے بھی کان کاٹ دئے ہیں۔ کیا یہ کسی نبی، ولی، قطب، غوث کے زمانہ میں ہوا۔ کہ اس کے سب اعدا مر گئے ہوں۔ بلکہ کافر منافق باقی رہ ہی گئے تھے۔ ہاں اتنی بات صحیح ہے۔ کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں۔ تو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوتے ہیں۔ ایسے اعتراض کرنیوالے سے پوچھیں۔ کہ یہ ہم نے کہاں لکھا ہے۔ کہ بغیر مباہلہ کرنے کے ہی جھوٹے سچے کی زندگی میں تباہ اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ جگہ تو نکالو۔ جہاں یہ لکھا ہے"۔ (اخبار الحکم قادیان۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

مندرجہ بالا اقتباس سے عیاں ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار مجریہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء بعنوان "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" سے یہ مطلب نہیں تھا۔ کہ ثناء اللہ امرتسری بغیر مباہلہ کئے مر جائیگا۔ بلکہ وہ دعائے مباہلہ کی تشکیل تھی۔ کہ اس دعا کے مطابق ثناء اللہ بھی اس کا جواب شائع کرے۔ اور کہے۔ کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے۔ وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو۔ لیکن اس کے چار بیانوں سے جو ہم نے درج کئے ہیں۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ اس نے منظور نہیں کیا۔ پس یہ بات بالکل باطل ہے۔ کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں بغیر مباہلہ کئے ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور ثناء اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ چنانچہ اس نے صاف لکھا ہے :۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود سچا نبی ہونیکے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال ہوئے۔ مسیلمہ باوجود کاذب ہونیکے صادق سے پیچھے مرا"۔ (کیونکہ مباہلہ نہ ہوا تھا۔ ناقل) (مرقع قادیانی بابت اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۹)

(۶)

کیا مولوی ثناء اللہ نے حضرت مرزا صاحب سے مباہلہ کیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس نے دعوتِ مباہلہ کے جواب میں صاف انکار کر دیا۔ اور لکھا:۔

"یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔ اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

الغرض ثناء اللہ امرتسری نے اس طریق فیصلہ کو منظور نہ کیا۔ کہ کاذب صادق سے پہلے مرے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کے اس معیار کو منہاج نبوت کے برخلاف بتایا۔ اور نائب ایڈیٹر کی طرف سے اس پر یہ حاشیہ شائع کیا:۔

"آپ اس دعویٰ میں قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے۔ کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ سنو! مَنْ کَانَ فِی الضَّلٰلَةِ فلیمدد له الرحمٰن مدّاً (پ ۱۶ ع ۸) اور انما نملی لھم لیزدادوا اثما (پ ۴ ع ۹) اور ویمدھم فی طغیانھم یعمھون (پ ۱ ع ۲) وغیرہ آیات تمہارے اس دجل کی تکذیب کرتی ہیں۔ اور سنو! بل متعنا ھٰؤلاء وآباءھم حتّٰی طال علیھم العمر (پ ۱۷ ع ۴) جن کے صاف یہی معنی ہیں۔ کہ خدا تعالے۔ جھوٹے دغا باز۔ مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی بُرے کام کر لیں" (اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء حاشیہ)

اور پھر نائب ایڈیٹر کے تحریر کردہ اور اپنے شائع کردہ مندرجہ بالا طریق کے متعلق لکھا:۔

"میں اس کو صحیح جانتا ہوں" (اہلحدیث ۳۱ جولائی ۱۹۰۸ء)

(۷)

حضرت مسیح موعود کا وصال ہو گیا۔ اور مولوی ثناء اللہ امرتسری زندہ رہا۔ اے وہ لوگو جو اپنے دل میں ایمان رکھتے ہو۔ یوم حشر کو مدنظر رکھ کر اس بات پر غور کرو۔ کہ دریں صورت حضرت مرزا صاحب کا فوت ہو جانا اور ثناء اللہ امرتسری کا زندہ رہنا کیا ثابت کرتا ہے۔ کیا یہی نہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب مثیل مصطفےٰ (ارواحنا لہ الفداء) اور ثناء اللہ امرتسری مثیل مسیلمہ کذاب ہے؟

بھائیو! اگر یہ قاعدہ درست ہے۔ اور صحیح ہے۔ کہ "خدا تعالےٰ جھوٹے۔ دغا باز۔ مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے"۔ تو بتلاؤ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کیا ثابت ہوئے۔ اور قدرت نے کس کو کاذب قرار دیا؟

(۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ دعا دعائے مباہلہ ہے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری بہت کہا کرتے ہیں۔ کہ اس دعا کے متعلق ہی مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ یعنی یہ دعا بارگاہ ایزدی سے مقبول ہے۔ اور ہرند دھرم کوٹی نے بھی اس کو پیش کیا ہے۔

سو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ دعا ویسے ہی مقبول بارگاہ ہے۔ جیسا کہ نصاریٰ نجران کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کا وعدہ فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین (آل عمران ع ۶) سچا ہے۔ کیونکہ یہ دعائے مباہلہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو بحکم خداوندی مباہلہ کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ نے آیت مباہلہ میں وعدہ فرمایا۔ کہ میں کاذبوں پر لعنت برساؤنگا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کر لیتے۔ تو "لما حال الحول علی النصاریٰ کلھم حتیٰ یھلکوا"۔ سال نہ گذرتا کہ یہ ہلاک کر دئے جاتے۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۹۹) لیکن چونکہ انہوں نے مباہلہ نہ کیا۔ لہذا خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ان کے حق میں ظہور پذیر نہ ہوا۔ بعینہٖ اسی طرح مولوی ثناء اللہ امرتسری کا معاملہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی ثناء اللہ سے مباہلہ کا اشتہار شائع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ کہ آپ کی یہ دعائے مباہلہ منظور ہے۔ یعنی اگر ثناء اللہ اس بات کے لئے مستعد ہوا۔ کہ کاذب صادق سے پہلے مرے۔ تو وہ ضرور پہلے مریگا۔ مگر مولوی ثناء اللہ نے اس طریق فیصلہ کو منظور نہ کیا۔ اس لئے اس دعا کو پیش کر کے بھی کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا۔ ہاں ثناء اللہ نے تو کاذب کے لئے لمبی عمر کا ارشاد خداوندی طریق فیصلہ مانا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسکو اسکی تحریر پیشکردہ کے مطابق۔ دغاباز مفسد اور نافرمان کا مصداق ٹھیرایا۔ اور زندہ رکھا۔ سچ ہے ؎

کاذبوں کو عمر لمبی ملتی ہے یہ ہے لکھا
کذب میں پکا تھا اپنے اس لئے زندہ رہا

(۴) عالم کباب کے متعلق پیشگوئی

لال حسین کذاب نے "بڑی محنت" کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہزارہا

پیشگوئیوں میں سے صرف پانچ پیشگوئیاں پیش کی ہیں۔ اور انکے متعلق لکھا ہے۔ کہ انمیں سے کوئی پوری نہیں ہوئی۔ حالانکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کی پیشگوئی کوئی بھی ایسی نہیں جو اپنے اپنے وقت میں پوری نہ ہوئی ہو۔ ہم ناظرین کو اسبات سے اچھی طرح آگاہ کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ مرتد کی پیشکردہ "پانچ پیشگوئیاں" ایسی ہیں۔ جن پر "پیشگوئی" کا اطلاق تو ہو سکتا ہے۔ لیکن عبد الحکیم مرتد پٹیالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے متعلق اگر انکی موت کے لحاظ سے ان کو پیشگوئیاں قرار دیا جائے۔ تو یہ سوء فہمی ہے۔ ہاں عبد الحکیم کے متعلق آپنے یہ پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ وہ مجھ پر غالب نہیں آسکتا۔ خدا تعالےٰ مجھے نصرت اور اقبال دیگا۔ اور عبد الحکیم ہر رنگ میں ناکام رہیگا۔ اسی طرح ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کیلئے ایک دعا پیش کی۔ کہ اگر ثناء اللہ یہ طریق فیصلہ منظور کرے۔ تو وہ میرے سامنے مرے گا۔ لیکن ثناء اللہ نے اس طریق فیصلہ کو منظور نہ کیا۔ پس ان ہر دو پیشگوئیوں کو یکطرفہ اور "موت" کی پیشگوئیاں قرار دینا پرلے درجہ کی بے ایمانی ہے۔ اور یہ ہر دو پیشگوئیاں اپنی حقیقت کے لحاظ سے پوری ہو کر رہیں۔ جیسا کہ ہم ۲ و ۳ میں بالتفصیل لکھ چکے ہیں۔ محمدی بیگم دختر احمد بیگ والی پیشگوئی شرطی تھی۔ وہ اپنی تمام شرائط کے لحاظ سے بڑی آب و تاب کے ساتھ پوری ہوئی۔ قطع نظر اسکے کہ اسوقت آپ کے سامنے ایک ایسی پیشگوئی جو اپنے اندر "متشابہات" کا رنگ رکھتی ہے۔ اور اس کے لئے ہم اپنے ناظرین کی توجہ کو دوبارہ معیار چہارم کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں۔ کہ پیشگوئی یا امر غیب کے ظہور سے قبل اسکا پورے طور پر سمجھ آنا ضروری نہیں ہے۔ اور معیار ہفتم کے مطابق کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ جس شخص کے حق میں پیشگوئی ہوتی ہے۔ اسکے حق میں پوری نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے بیٹے یا جانشین کے ہاتھوں پوری ہوتی ہے۔ اور در اصل یہ بھی اُس پیشگوئی کا پورا ہونا ہی ہوتا ہے۔" اس پیشگوئی "عالم کباب" کو پرکھیں۔

مرتد دھرمکوٹی کو اگر تحقیق مدنظر ہوتی۔ تو وہ اس الہام کو "البشریٰ" کے مکاشفات میں دیکھ لیتا۔ چنانچہ اس کی تشریح اُسی کتاب میں موجود ہے۔

بشیر الدولہ

" ۱۹ فروری ۱۹۰۶ء رویا دیکھا۔ کہ منظور محمد صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اور دریافت کرتے ہیں۔ کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے۔ تب خواب سے حالت الہام کی طرف چلی گئی۔ اور یہ الہام ہوا۔ "بشیر الدولہ"

"فرمایا کئی آدمیوں کیواسطے دعا کی جاتی ہے۔ معلوم نہیں۔ کہ منظور محمدؐ کے لفظ سے کس کی طرف اشارہ ہے۔ ممکن ہے۔ کہ بشیر الدولہ کے لفظ سے یہ مراد ہو کہ ایسا لڑکا میاں منظور محمد کے پیدا ہو گا۔ جس کا پیدا ہونا موجب خوشحالی اور دولت مندی ہو جائے۔ اور یہ بھی قرین قیاس ہے۔ کہ وہ لڑکا خود اقبالمند اور صاحب دولت ہو۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ کب اور کس وقت یہ لڑکا پیدا ہو گا۔ خدا نے کوئی وقت ظاہر نہیں فرمایا۔ ممکن ہے۔ کہ جلد ہو۔ یا خدا اس میں کئی برس کی تاخیر ڈالدے۔" (مکاشفات ص۴۹)

"پھر فرمایا۔ خدا تعالےٰ کے الہام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر دنیا کے سرکش لوگوں کیلئے کچھ اور مہلت منظور ہے۔ تو بالفعل میاں منظور محمد صاحب کے گھر میں لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہو گی۔" (اخبار الحکم ۱۰ رجون ۱۹۰۶ء)

عالم کباب وغیرہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے الہام "ربّ اخر وقت ھذا۔ اخرہ اللہ الی وقت مسمّی" مندرجہ حقیقۃ الوحی ص۱۰۱ پر حاشیہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"پہلے یہ وحی الہی ہوئی تھی۔ کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہو گا۔ بہت جلد آنے والا ہے اور اس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا۔ کہ پیر منظور محمد لدھانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا۔ اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے ظہور کے لئے ایک نشان ہوگا۔ اس لئے اس کا نام بشیر الدولہ ہو گا۔ کیونکہ وہ ہماری ترقی سلسلہ کے لئے بشارت دیگا۔ اسیطرح اسکا نام عالم کباب ہو گا۔ کیونکہ اگر لوگ توبہ نہیں کریں گے۔ تو بڑی بڑی آفتیں دنیا میں آئیں گی۔ ایسا ہی اس کا نام کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز ہو گا۔ کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہو گا۔ جو وقت پر ظاہر ہو گا۔ اور اس کے لئے اور نام بھی ہوں گے۔ مگر بعد اس کے میں نے دعا کی۔ کہ اس زلزلہ نمونۂ قیامت میں کچھ تاخیر ڈالدی جائے۔ اس دعا کا اللہ تعالےٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا۔ اور جواب بھی دیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ "ربّ اخر وقت ھذا اخرہ اللہ الی وقت مسمّی"۔ یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈالدیا ہے۔ اور یہ وحی الہی قریباً چار ماہ سے اخبار بدر اور الحکم میں چھپکر شائع ہو چکی ہے۔ اور چونکہ زلزلہ نمونہ قیامت آنے میں تاخیر

ہو گئی۔ اس لئے ضرور تھا۔ کہ لڑکا پیدا ہونے میں بھی تاخیر ہوتی۔ (دیکھو ص ۱۰۱ بقیہ حاشیہ) لہذا پیر منظور محمد کے گھر میں ۱۷ر جولائی ۱۹۰۶ء میں بروز سہ شنبہ لڑکی پیدا ہوئی۔ اور یہ دعا کی قبولیت کا ایک نشان ہے۔ اور نیز وحی الٰہی کی سچائی کا ایک نشان ہے۔ جو لڑکی پیدا ہونے سے قریباً چار ماہ پہلے شائع ہو چکی تھی۔ مگر یہ ضرور ہوگا۔ کہ کم درجہ کے زلزلے آتے رہینگے۔ اور ضرور ہے۔ کہ زمین نمونہ قیامت زلزلہ سے رُکی رہے۔ جب تک وہ موعود لڑکا پیدا ہو۔

یاد رہے۔ کہ یہ خدا تعالےٰ کی بڑی رحمت کی نشانی ہے۔ کہ لڑکی پیدا کر کے آئندہ بلا یعنی زلزلہ نمونہ قیامت کی نسبت تسلی دیدی۔ کہ اس میں بموجب وعدہ اخّرہ اللّٰہ الیٰ وقت مسمّٰی ابھی تاخیر ہے۔ اور اگر ابھی لڑکا پیدا ہو جاتا۔ تو ہر ایک زلزلہ اور ہر ایک آفت کے وقت سخت غم اور اندیشہ دامنگیر ہوتا۔ کہ شاید وہ وقت آگیا۔ اور تاخیر کا کچھ اعتبار نہ ہوتا۔ اور اب تو تاخیر ایک شرط کے ساتھ مشروط ہو کر معیّن ہو گئی ؎ (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۱۰۱)

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اس موعود لڑکے کا تعلق اس زلزلہ کے ساتھ تھا۔ جس کے متعلق آپ نے دعا فرمائی۔ کہ تاخیر ڈالدی جائے۔ پس اس زلزلہ میں تاخیر ڈالدی گئی۔ اگر وہ زلزلہ ہوتا۔ تو محمدی بیگم کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا۔ لیکن زلزلہ نہیں ہوا۔ اس لئے لڑکی پیدا ہوئی۔ اور یہ قبولیتِ دعا کا نشان تھی + اور موعود لڑکے کی تاخیر ایک شرط کے ساتھ مشروط ہو کر معیّن ہو گئی۔ اور یہ پیشگوئی اس زلزلہ کا نشان ہے۔ نہ کہ جس طرح مرتد دھرم کوٹی نے سمجھا ہے۔ اور یہ نشان اپنے وقت کے ساتھ پورا ہوا + اور دوسرا حصہ اس نشان کا جو تاخیر میں ڈالدیا گیا۔ اس کا موعود زلزلہ کے ساتھ تعلق تھا۔ نہ کہ محمدی بیگم کے ساتھ۔ پس تخصیص پیش کرنی صاحب الہام کے مفہوم کے خلاف ہے۔ اور اعتراض باطل ہے۔

(۵) اپنے مقام موت کے متعلق پیشگوئی

"ہم مکہ میں مرینگے یا مدینہ میں"۔
(ترک ص ۸۵ بحوالہ البشریٰ جلد ۲ ص ۱۰۵)

معترض اس الہام کو درج کر کے لکھتا ہے:۔

"یہ الہام بھی سراسر غلط ثابت ہوا۔ مرزا صاحب لاہور میں مرے" (ترک ص ۸۵)

الجواب :- ہم پہلے بھی کسی جگہ لکھ چکے ہیں۔ کہ کتاب البشریٰ مصنفہ بابو منظور الٰہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کا مجموعہ ہے۔ انہوں نے ان الہامات کی تشریحات نہیں لکھیں۔ اور لال حسین جیسے کندہ ناتراشوں کو "جھمیلے" میں ڈالدیا۔ لیکن لال حسین کا دعویٰ ہے۔ کہ "میں آٹھ سال "مرزائی" رہا ہوں"۔ تو اُسے معلوم کرنا چاہیئے تھا۔ کہ البشریٰ والے نے یہ الہام کس کتاب سے نقل کیا ہے۔ مگر یہ کام تو وہ کرے۔ جسے تحقیق حق مطلوب ہو۔ آؤ ہم تمہیں بتلائیں یہ الہام میگزین ۱۴ر جنوری ۱۹۰۶ء میں درج ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس الہام کی تشریح اسی جگہ حسب ذیل فرمائی ہے۔ کہ اس کے

"ایک معنی یہ ہیں۔ کہ ہمیں قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی۔ جو دشمنوں کو قہر کیساتھ مغلوب کیا گیا تھا۔ اسی طرح دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کئے جاوینگے۔ دوسرے معنی یہ ہیں۔ کہ ہمکو قبل از موت مدنی فتح نصیب ہوگی۔ کہ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہوجاوینگے"۔

(میگزین بابت جنوری ۱۹۰۶ء الہام ۱۴ر جنوری ۱۹۰۶ء)

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح قادیانی علیہ التحیۃ والسلام کو وفات سے قبل اس قدر قبولیت عطا فرمائی۔ جو دنیا میں بے نظیر اور عدیم المثل قبولیت تھی۔ ہر رنگ کی مخالفت کے ہوتے ہوئے یہ قبولیت بجز انبیاء کے ناممکن ہے۔ نعم ما قال المسیح ؎

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے خبر ۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی ۔ میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہُوا ۔ اک مرجع خواص یہی قادیاں ہُوا

ناظرین کرام! اب دیکھئے ہم مرتد کی غلط بیانیوں اور بدزبانیوں کو کہاں تک سنیں۔ اور اس کیلئے کون سے الفاظ استعمال کئے جاویں۔ دیکھو کس قدر بے ایمانی اور دغا اور فریب کاری ہے۔ کہ اس الہام کو "جھوٹا" قرار دیا جاتا ہے۔ جبکہ حضرت اقدس نے مندرجہ بالا الہام کی خود تشریح فرمائی۔ اور اسی جگہ فرمائی۔ جہاں یہ الہام درج ہے۔ تو کیا اس تشریح کو چھوڑ کر اسکو "سراسر غلط" کہنا انصاف کا خون کرنا نہیں؟ افسوس! مرتد دھرکوٹی پر جو "آٹھ سالہ محقق" اور بقول مولوی "ابو الحسنات" "یا سیئات" "گھر کا بھیدی" ہونے کے باوجود ان تشریحات سے مُنہ موڑ کر جھوٹ کی نجاست پر اپنا مُنہ مارتا ہے۔

او چینڈال چوکڑی کے ممبر! اور "گھی سٹور کے مینجر" تو اپنی "ذریت" پر نظر کر۔ اپنے گریبان

میں منہ ڈال۔ دیکھ تبرے بودے اعتراضات کے بخیئے اُدھڑ گئے یا نہیں ؟

پیشگوئیوں کی تفہیم

اس فصل کے شروع میں ہم نے جو معیار لکھے ہیں۔ ان سے بخوبی یہ امر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ انبیاء کو پیشگوئیوں کی تفہیم میں بعض دفعہ اجتہادی غلطی لگ جاتی ہے۔ معیار ہفتم سے معیار دہم تک اس بیان کی کافی تشریح موجود ہے۔ تاہم اس کے متعلق مزید تشریح کر دیجاتی ہے۔ کیونکہ مرتد کی کم علمی پکار پکار کر ہمیں کہہ رہی ہے۔ کہ اُسکی "آٹھ سالہ کامیاب مبلغی" محض "میاں مٹھو" کی مصداق ہے + مرتد دھرکوٹی لکھتا ہے۔ کہ :۔

"مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کی متحدیانہ عبارات جب مرزائیوں کے سامنے پیش کیجاتی ہیں۔ تو مرزائی اُنکے جواب سے تنگ آکر کہدیا کرتے ہیں۔ کہ پیشگوئیوں کے سمجھنے میں مرزا صاحب سے غلطی ہو سکتی ہے۔ لیکن انکا یہ کہنا محض دفعۃ الوقتی اور مرزا صاحب کی تصریحات کے خلاف ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب نے اپنا الہام بیان کیا ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ" (ترک ص۸۶)

الجواب ۱؎ :۔ معترض کا دعویٰ بلا دلیل کہ "جب متحدیانہ عبارات پیش کیجاتی ہیں" غلط ہے۔ اس نے کونسی متحدیانہ پیشگوئیاں پیش کی ہیں۔ اور کس پیشگوئی کے "پرخچے" اڑائے ہیں۔ حضرت اقدس کا الہام مافوق آپکے دعاوی پر شاہد ناطق ہے۔ کہ آپ جو کچھ دعویٰ پیش کر رہے ہیں۔ یہ وحی الٰہی کے ماتحت ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آپکو اپنی پیشگوئیوں کی تشریح میں غلطی نہیں لگ سکتی معترض کی سوء فہمی ہے۔ "وما ینطق" کہہ رہا ہے۔ کہ یہ شخص جو اپنے دعاوی اور خدا تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اور اسکو جو وحی کیجاتی ہے۔ وہ اسپر یقین تام رکھتا ہے۔ لیکن اس سے یہ استدلال تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ اسپر جو الہامات کئے جاتے ہیں۔ وہ ان کے مفہوم میں غلطی نہیں کر سکتا۔ اس الہام کا تو مطلب صرف یہ ہے۔ کہ آپکو اپنی وحی پر اور اپنے نفس الہام پر قطعی یقین ہے + یہ آیت قرآنیہ ہے۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسکے مطابق اپنی پیشگوئیوں کے مفہوم میں غلطی سے مبرا ہو سکتے ہیں۔ لیکن احادیث سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اکثر مرتبہ آپکو اپنے الہامات کے اسرار و غوامض کی تفہیم حسب سنت الٰہیہ اپنے اپنے وقت پر ہوتی رہی۔ جیساکہ تمام انبیاء اور ان کے متبعین کو ہوتی رہی۔ آنحضرت صلعم کے روبرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ قسم کھاتے ہیں۔ کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ مگر رسول اکرم فرماتے ہیں :۔

"ان یکن ھو فلا تسلط علیہ وان لم یکن ھو فلا خیر لك فی قتلہ" (مشکوٰۃ باب قصہ ابن صیاد) کہ اگر یہ دجال ہے۔ تو تم اس پر مسلط نہیں ہو سکتے۔ اور اگر یہ دجال نہیں۔ تو اُس

کے قتل کرنے کا فائدہ کیا؟

اب لال حسین بتلائے۔ کہ وما ینطق عن الهوی کدھر گیا۔ کیا رسول کریم کو معلوم نہ تھا کہ دجال آنے والا اور ہے۔ کیا اسکو تم "دورنگی چال" کہوگے۔ یا تفہیم کا نہ ہونا کہوگے۔ آؤ اس سے بھی زبردست ثبوت اس امر کا کہ بعض دفعہ الہامات کے متعلق اسکا پورا علم نبی کو نہیں دیا جاتا۔ حالانکہ اس الہام پر نبی کو یقین تام حاصل ہوتا ہے۔ مگر اس کے بعض پہلو مخفی رکھدئے جاتے ہیں۔ دیکھو حضرت عمرؓ آیت سیھزم الجمع ویولون الدبر کے متعلق فرماتے ہیں:-

"انها لما نزلت قال لما اعلم ماهی ای ما الواقعة التی یکون فیها ذالك فلما کان یوم بدر درایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یلبس الدرع و یقول سیهزم الجمع فعلمته" (بیضاوی زیر آیت ہذا)

کہ مکی آیت سیھزم الجمع کا مجھے اس وقت پتہ لگا۔ جب جنگ بدر ہوئی۔ کیونکہ مکی زندگی میں ان فتوحات کا تصور انسانی فہم سے بالا تھا۔ دیکھئے قرآن مجید میں بہشت کی نعماء کا مفصل ذکر موجود ہے۔ اور اسپر رسول کریم صلعم کو یقین تھا۔ مگر فرماتے ہیں۔ کہ وہ مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر (بخاری کتاب التفسیر السجدة) کا مصداق ہیں۔ یعنی ایسی ہیں۔ جو نہ آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سنیں۔ اور نہ ان کا تصور ہی کسی دل کو ہوا۔

پس حضرت مرزا صاحب کے خدائی کلام اور الہامات میں کوئی غلطی تو نہیں ہوسکتی۔ لیکن اُن الہامات کے اسرار اور غوامض بعض دفعہ پورے طور پر منکشف نہیں ہوتے۔ آپ جو کچھ بولتے تھے ما تکھتے تھے۔ وہ سب خدا کے حکم کے ماتحت تھا۔ لیکن جن الہامات کے متعلق اپنا اجتہاد بیان فرماتے تھے ان میں غلطی کا ہو جانا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور اسکو دفع الوقتی قرار دینا غلطی ہے۔

الجواب ۲:۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک رؤیا کی بنا پر قریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کو لے کر حج بیت اللہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ واقعات نے بتلایا۔ کہ وقت کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ وہ رؤیا اس سال کیلئے نہ تھی۔ (مفصل دیکھو بخاری باب صلح الحدیبیہ)

ایسا ہی حدیث میں رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"رأیت فی المنام انی اهاجر من مکة الی ارض بها نخل فذهب وهلی الی انها الیمامة او هجر فاذا هی المدینة یثرب" (بخاری باب ہجرة النبی واصحابہ الی المدینہ)

کہ میں نے رؤیا میں اپنی ہجرت گاہ کھجوروں والی زمین دیکھی۔ میرا خیال تھا۔ کہ میں یمامہ یا ہجر شہر کی طرف ہجرت کروںگا۔ مگر وہ ہجرت گاہ مدینہ ثابت ہوئی؟"

ناظرین کرام۔ یہ ہر دو واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ جنکا انکار ناممکن ہے۔ ان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وقت اور مقام کی تعیین میں خطا واقع ہوئی۔ مگر اس غلطی کا وہ الہام ذمہ وار نہیں۔ بلکہ اسکی حیثیت محض "اجتہادی" غلطی کی حیثیت ہے۔ جس کے متعلق خود اہل سنت والجماعت کا مذہب بھی یہی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"ان النبی صلعم قد یجتھد فیکون خطاء کما ذکرہ الاصولیون وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشاور الصحابۃ فیما لم یوح الیہ وھم یراجعونہ فی ذالک۔ ۔ ۔ ۔ وفی الحدیث ما حدثتکم عن اللہ سبحانہ فھو حق وما قلت فیہ من قبل نفسی فانما انا بشر اخطی واصیب ذکرہ القاضی عیاض" (نبراس شرح الشرح لعقائد النسفی صہ ۳۹۲)

نبی کریمؐ جب اجتہاد فرماتے تھے۔ تو وہ کبھی خطا بھی ہوتا تھا۔ جیسا کہ اصولیوں نے ذکر کیا۔ حضورؐ ان امور میں صحابہ سے مشورہ فرماتے۔ جن میں وحی نازل نہ ہوتی۔ حدیث میں حضورؐ نے خود فرمایا ہے۔ اے لوگو! جو وحی میں خدا کی طرف سے بتاؤں۔ وہ بلا ریب درست ہوگی۔ ہاں جو میں وحی کے متعلق اجتہاد کروں۔ تو اسکی ذمہ واری مجھ پر ہے۔ میں بشر ہوں۔ غلطی بھی کرتا ہوں۔ اور درست اجتہاد بھی کرتا ہوں"

پس اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو وحی خدا کیطرف سے ہے اور جو تقریر، کلام یا تحریر خدا کیطرف سے ہے۔ وہ بلا ریب درست ہے۔ ہاں جو آپنے اس وحی کے متعلق اپنا اجتہاد فرمایا ہے۔ اس میں خطا ہو سکتی ہے۔ اور اسکی ذمہ واری آپ پر ہے۔ الہامات پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں:۔

"ہاں میں جیسا کہ میرا مذہب ہے۔ بار بار یہ بھی کہہ چکا ہوں۔ کہ پیشگوئیوں میں قطعی طور پر یہ دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ کہ ضرور ان کا ایک ہی خاص پہلو پر ظہور ہوگا۔ ممکن ہے۔ کہ خدا تعالیٰ علیم و حکیم کوئی دوسرا پہلو اُن کے ظہور کیلئے اختیار کرے۔ جس میں وہی عظمت اور قوت اور ہولناک صورت پائی جائے۔ جس پر پیشگوئی دلالت کرتی ہو" (ضمیمہ براہین پنجم صہ ۱۶۰)

القصہ امر واقعہ یہی ہے۔ کہ نبی جو الہامات اور پیشگوئیاں بیان کرتا ہے۔ وہ از خود نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کیطرف سے ظاہر کرتا ہے۔ ہاں اسکی ذاتی تشریح میں غلطی کا امکان ہے:۔

یاد رہے۔ کہ فصل پنجم کے متعلق بھی بعض اعتراضات کے جواب اس فصل میں لکھدئے گئے ہیں۔ تاکہ ہر دو فصول کے الہامات کی "تفہیم" کا مسئلہ جو آج تک بعض کندہ ناتراشوں پر حل نہیں ہُوا۔ صاف ہو جائے۔ وہو المراد۔

فصل پنجم

"انٹ سنٹ الہامات"

(حضرت مسیح موعود)

ہر قدم پر میرے مولا نے دئے مجھکو نشاں
ہر عدو پر حجّتِ حق کی پڑی ہے ذوالفقار

فصل ہذا میں معترض نے حضور علیہ السلام کے چند ایسے الہامات پیش کئے ہیں۔ جو آپ کی مختلف کتب میں اپنی تمام تشریحات کے ساتھ درج ہیں۔ اور بعض الہامات کی تشریح اُنکے اصلی موقعہ پر نہیں کیگئی۔ بلکہ دوسری کتب میں ان کے پورا ہونے پر اسکی صحیح تشریح فرمائی گئی ہے اور معترض نے جس کتاب سے انکو نقل کیا ہے۔ وہ ان الہامات کی تشریح کی ذمہ وار نہیں۔ اگر کتاب البشریٰ کے چند الہامات لیکر ان پر اعتراض کر دیا جائے۔ کہ البشریٰ میں لکھا ہے۔ کہ اس کے معنے معلوم نہیں۔ تو یہ اعتراض الہام پر نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ حضور کے اصل حوالہ کو نہ دیکھا جائے۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اگر وہ الہام حضور کی کسی کتاب میں بھی بغیر کسی تشریح کے پایا جائے۔ تب بھی اس پر کسی کو اعتراض کرنیکا حق نہیں۔ کیونکہ اکثر مرتبہ الہامات کے معانی اور اسرار ملہم پر منکشف نہیں کئے جاتے۔ کیونکہ اس کے اندر پیشگوئی کا ایک رنگ ہوتا ہے۔ اور اس کے متعلق ہم نے فصل چہارم کے شروع اور اخیر میں کافی وضاحت کر دی ہے۔

مرتد دھرمکوٹی نے ان الہامات پر دو اعتراض کئے ہیں۔

(۱) "یہ کہ ہمیں کثرت سے ایسے الہامات نظر آتے ہیں جنھیں خود مرزا صاحب بھی نہ سمجھ سکے تھے" (ترک صفحہ ۸۷)
(۲) "یہاں تک ہی نہیں کہ مرزا صاحب غیر زبانوں کے الہامات نہ سمجھ سکے ہوں۔ بلکہ بہت سے اردو اور عربی الہامات بھی مرزا صاحب کی سمجھ سے بالاتر رہے۔ اور ان کے متعلق انہیں معلوم نہ ہوا۔ کہ وہ کس کے متعلق ہیں" (ترک مرزائیت صفحہ ۸۸)

اجمالی جوابات

اعتراض اوّل کا جواب

بیشک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بعض غیر زبانوں میں الہام ہوئے۔ اور ان کے معنی آپ نے تحریر نہیں فرمائے۔ بلکہ حضورؑ نے براہین احمدیہ کے زمانہ میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ بعض عبرانی یا دوسری زبان کے الہامات کے معانی مجھ پر نہیں کھُلے۔ یہ بیان اگرچہ حضرت اقدس کی صداقت کا درخشندہ ثبوت ہے۔ مگر جن لوگوں کے دلوں پر پردے ہیں۔ ان کیلئے یہ بھی قابل اعتراض ہے۔ ایسے لوگوں کی آگاہی کیلئے صرف اتنا لکھنا ہی کافی ہے۔ کہ مقطعات قرآنی کے متعلق تمہاری تفاسیر میں کیا لکھا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی "جید عالم" اور "پیرا ناولی" یا مبلغ اسلام ان کے معانی جانتا ہے۔ اگر نہیں جانتا۔ تو اس کے کیا معنی ہوئے۔ یہی کہ ان مقطعات قرآنی کے معنی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی کو نہیں بتائے۔ ان کا علم سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کو نہیں۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ پھر مرزا صاحب پر ان الہامات کے نازل ہونیکی کیا ضرورت تھی۔ تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ مقطعات قرآنی کی جو ضرورت تھی۔ وہی ان کی ہے۔ آئیے ہم آپ کو بتلائیں۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔

" فی قولہ تعالیٰ الٓمٓ وما یجری مجراہ من الفواتح قولان احدھما ان ھذا علم مستور وسر محجوب استاثر اللہ تبارک وتعالیٰ بہ قال ابوبکر الصدیق فی کل کتاب سرٌ وسرّہٗ فی القراٰن اوائل السور (تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

کہ مقطعات کے متعلق ایک قول یہ ہے۔ کہ یہ مخفی علم اور پوشیدہ راز ہے۔ جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ ہر کتاب میں اللہ تعالیٰ کا بھید ہوتا ہے۔ اور اس کا راز قرآن میں سورتوں کے ابتدائی الفاظ ہیں۔

پھر نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:۔

"لا یعد فی تکلم اللّٰہ تعالیٰ بکلام مفید فی نفسہ لاسبیل لاحد الی معرفتہ الیست فواتح السور من ھذا القبیل وھل یجوز لاحد ان یقول انہٗ کلام غیر مفید وھل لاحد سبیل الی حدکہ" (السراج الوہاج شرح مسلم جلد ۲ صـ۲۲۲)

ترجمہ:۔ یہ بات بعید نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ایسا کلام کرے۔ جو فی ذاتہٖ مفید ہو۔ لیکن اسکو کوئی سمجھ نہ سکے۔ کیا سورتوں کے پہلے الفاظ اسی طرز کے نہیں۔ کیا کسی کیلئے یہ کہنا جائز ہے۔ کہ وہ ان کو غیر مفید بتائے۔ یا پھر ان کا علم حاصل کر سکے۔

پس یہ اعتراض باطل ہوگیا۔ کہ مرزا صاحب بعض الہامات کو نہیں سمجھ سکے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود عربی ہونے کے حروف مقطعات کے معنے بیان نہیں فرمائے۔ تو پھر آپ پر یہ اعتراض کس طرح ہو سکتا ہے۔

الجواب ۲:۔ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ان انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے۔ جو محدود وقت اور ایک ایک قوم کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن اس موعود نے جو رحمۃ للعالمین[۱] کا بروز اتم تھا دعویٰ کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ میں ساری دنیا کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ پس اس کیلئے ضروری تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس سے مختلف زبانوں میں ہمکلام ہو؛

پس اس زمانہ کی مختلف چیدہ چیدہ اقوام کو تبلیغ اسلام کرنے کیلئے اس عالمگیر موعود پر اگر الہامات ہوئے۔ تو مخالفین کو چڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ یاد رہے۔ کہ قرآن مجید خدا کا ایک سچا کلام ہے۔ اور اسکو خالص عربی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں۔ کہ قرآن مجید کی زبان کو ام الالسنہ (زبانوں کی ماں) کہتے ہیں۔ لہذا قرآن مجید کے اندر تمام زبانیں موجود ہیں۔ اور اسی زبان سے تمام زبانیں نکلی ہیں۔ اور اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسی زبان میں وحی کی گئی ہے۔ جو تمام زبانوں کی حامل ہے۔ پس جب حضور سرور کائنات پر (جنکی بعثت اول تکمیل ہدایت کیلئے تھی) مختلف زبانوں کے خزانہ کی زبان میں الہام ہوا۔ تو حضرت مرزا صاحب پر جنکی بعثت حضور انور کی بعثت ثانیہ تکمیل اشاعت ہدایت کیلئے تھی۔ مختلف زبانوں میں الہام ہوئے۔ تو کیا حرج لازم آگیا۔

اور "قومی زبان" کا اعتراض بھی لغو ہے۔ کیونکہ آپکی قومی زبان مذہبی قومیت کے لحاظ سے عربی تھی۔ لہذا عربی میں الہام ہوئے۔ اور نسبی قومیت کے لحاظ سے آپکی زبان فارسی تھی۔ اسمیں بھی الہام ہوئے۔ ملکی قوم کے لحاظ سے آپکی زبان اردو تھی۔ وعلیٰ ہذا القیاس آپکو اردو زبان میں بھی کثرت سے الہام ہوئے؛ فلا اعتراض

[۱] حدیث مشکوٰۃ میں تشریح موجود ہے۔ کہ آیت محولہ بالا صرف پہلے رسولوں کے متعلق ہے۔ جو خاص خاص قوموں کیطرف مبعوث ہوئے...

الجواب نمبر ۳ :- معترض نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حوالہ چشمۂ معرفت کا دیا ہے اول تو وہ الزامی جواب ہے۔ جو ہندوؤں کے مسلمات کی رُو سے ویدوں کے متعلق ہے۔ اور وید ایسے زمانہ میں نازل ہوئے تھے جس زمانہ کیلئے آیت وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور معترض کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ کہ وید ایک قوم کیلئے تھے۔ جب وید ایک قوم کے لئے نازل کئے گئے تھے۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ اسی زبان میں وہ الہام کئے جاتے۔ جو اس قوم کی زبان تھی۔ اگر ویدوں کو اُسوقت کی قوم نہ سمجھ سکی۔ تو پھر ایسے الہام کا کیا فائدہ ہُوا۔ اور اس میں واقعی تکلیف مالا یطاق ہے۔ اصل مطلب اس تحریر کا یہی ہے۔ لیکن آپ پر جو الہام ہوئے۔ وہ اس وقت کی اقوام کی زبانوں میں ہوئے۔ بھلا ذرا بتلاؤ تو کہ کس الہام کو نہیں سمجھا گیا۔ آپ پر جسقدر الہام ہوئے۔ وہ اپنے ظاہری الفاظ کے لحاظ سے انسانی سمجھ سے بالا نہ تھے۔ بلکہ اپنے اسرار اور غوامض کے لحاظ سے۔ جیساکہ حروف مقطعات کے متعلق ہم لکھ چکے ہیں۔ اور ہم حق رکھتے ہیں۔ کہ معترض سے پوچھیں۔ کہ تمہارا انکی نسبت کیا خیال ہے۔ کہ قرآن سارے کا سارا عربی میں ہے۔ جسکو قوم سمجھ سکتی ہے۔ لیکن سورتوں کے ابتداء میں ایسے الہامات ضرور ہیں۔ جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ کیا یہ "غیر معقول اور بیہودہ امر" ہے۔ کہ انسان کی اصل زبان تو کچھ اور ہو اور اکثر الہام ایسے ہوں۔ جنکو انسان سمجھ نہیں سکتا۔ پس تمہارا اعتراض بہت دور جاکر پڑتا ہے۔ اور جو اعتراض بھی تم کروگے۔ وہ فوراً تمہارے "عقیدہ" کا سر کچل دیگا۔

اعتراض دوم کا الزامی جواب

قرآن مجید بلا ریب خدا تعالیٰ کا معجزانہ کلام ہے اور تا قیامت مکمل شریعت ہے۔ مگر جانتے ہو۔ کہ تمہارا یہی اعتراض "انٹ سنٹ الہامات" کا قرآن پاک پر تمہارے جیسے مکذبین پہلے بھی کرتے آئے ہیں۔ ان اعتراضات کو اس جگہ نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔ لیکن اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے۔ کہ بیسیوں آیات کی تعیین میں مفسرین میں زمین و آسمان کا اختلاف ہے۔ اگر رازی ایک آیت سے ابوبکرؓ مراد لیتے ہیں۔ تو زمخشری اسی آیت سے حضرت علیؓ مراد لیتے ہیں۔ تمہاری تفاسیر ایسے اختلافات سے بھری پڑی ہیں۔ کیا اب یہ کہنا درست ہے۔ کہ (نعوذ باللہ) "آیات قرآنی انٹ سنٹ" تھیں۔ جہاں کسی نے چاہا چسپاں کرلیا۔ یاد کرلو کہ تم نے یہ الزام اپنے رسالہ میں کس جگہ نہیں دیا تھا۔ پڑھو۔

"اگر مرزا صاحب کی تمام تصنیفات ایک سرے سے دوسرے سرے تک پڑھ لی جائیں۔

تو سوائے فٹ بال کی طرح گول مول اور رانٹ سنٹ پیشگوئیوں کے اور کوئی کرامت یا معجزہ نظر نہیں آتا۔ اور ان پیشگوئیوں کے الفاظ بھی موم کے ناک کی طرح ہیں۔ جدھر چاہو۔ اُلٹ پھیر کر دو۔ اور جب تک انہیں تاویلات کے شکنجہ میں نہ جکڑ دیا جائے۔ وہ کسی واقعہ پر چسپاں نہیں ہو سکتے۔" (ترک ص۵۹)

یاد رکھو تمہیں یہ حوالہ بھول نہ جائے۔ ہم اب جواب دینا شروع کرتے ہیں اور جب تک تم ان کو "تاویلات کے شکنجہ میں نہ جکڑ و گے"! تو وہ کسی واقعہ پر چسپاں نہیں ہو سکتے۔ اور یہ بھی یاد رکھو۔ کہ تمہارے مفسرین ان کو "موم کی ناک" کی طرح جدھر چاہتے ہیں۔ اُلٹ پھیر کر دیتے ہیں۔ مثلاً

(۱) او کالذی مرّ علیٰ قریۃٍ ۔۔۔ وہ کون تھا؟ معلوم نہیں

(۲) یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک ۔۔۔ وہ کیا چیز حرام کی تھی؟ کوئی ذکر نہیں۔

(۳) ارئیت الذی ینھٰی عبداً اذا صلّٰی ۔۔۔ کون تھا؟ اس جگہ مذکور نہیں۔

(۴) قال قائل منھم لا تقتلوا یوسف ۔۔۔ کون تھا؟ معلوم نہیں۔

(۵) وجآء من اقصا المدینۃ رجُلٌ یسعٰی ۔۔۔ کون آدمی اور کونسا شہر؟ مذکور نہیں۔

(۶) والصّٰفٰت صفًّا۔ فالزاجرات زجراً ۔۔۔ کن کی صفات ہیں؟ معلوم نہیں۔

(۷) والعادیات ضبحاً فالموریات قدحاً ۔۔۔ کس کی صفات ہیں؟ مذکور نہیں۔

(۸) ان شانئک ھو الابتر ۔۔۔ کون سا دشمن مراد ہے؟ نام نہیں لکھا۔

(۹) ارئیت الذی یکذب بالدین فذالک الذی یدع الیتیم ۔۔۔ کون تھا؟ نام درج نہیں

(۱۰) انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ۔۔۔ کس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہیں؟ تاریخ مذکور نہیں۔

(۱۱) سأل سائل بعذاب واقع ۔۔۔ سائل کون تھا؟ مذکور نہیں۔

(۱۲) والفجر و لیال عشر والشفع والوتر۔ کونسا جفت و طاق اور فجر و دس راتیں ہیں؟ مشخص نہیں

(۱۳) اما نرینّک بعض الذی نعدھم او نتوفینّک ۔۔۔ ایک پہلو معین نہیں کیا گیا۔

(۱۴) ففرّوا الی اللہ ۔ اللہ کہاں رہتا ہے؟ جگہ نہیں بتائی گئی کہ کہاں تک بھاگو۔

(۱۵) والطور۔ وکتٰب مسطور۔ فی رق منشور۔ والبیت المعمور۔ والسقف المرفوع والبحر المسجور۔ کون سا پہاڑ۔ کتاب۔ گھر، چھت اور چڑھا ہوا دریا ہے؟ بتلایا نہیں گیا

(۱۶) یوم نطوی السمآء کطی السجل للکتب ۔۔۔ یہ مثال عقل میں نہیں آتی۔

(۱۷) والارض جمیعاً قبضتہٗ یوم القیامۃ والسمٰوٰت مطویّٰت بیمینہ - زمین کون سی مُٹھی میں ہوگی - بائیں ہاتھ کی مُٹھی میں یا دائیں ہاتھ کی ؟

دیکھئے! کیا مرتد دھرم کوٹی کا اعتراض ان آیات پر جو بطور مثال لکھی گئی ہیں۔ اُن لفظوں میں وارد نہیں ہوتا جنمیں اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پر کیا ہے۔ لیکن درحقیقت جسطرح قرآنمجید کی یہ آیات کسی قسم کی زد کے نیچے نہیں آتیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات بھی اعتراض کو ٹھکرا دیتے ہیں۔

قرآن مجید کی آیات متشابہات (یا بالفاظ مرتد "انٹ سنٹ") پر اعتراض کرنا نادانوں کا شیوہ ہے۔ اُسی طرح حضرت کے بعض متشابہ الہامات کو انٹ سنٹ کہکر تحقیر کرنا بھی یقیناً ناپاک دل اور بدباطن لوگوں کا کام ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے کلام میں جہاں کہیں الہام ہوتا ہے۔ وہ کسی مفید غرض کے لئے ہوا کرتا ہے۔

"فی بضع سنین" والی آیت کے متعلق لکھا ہے :-

"وانما ابھم البضع ولم یبیّنہٗ وان کان معلوماً لنبیہٖ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لادخال الرعب والخوف علیھم فی کل وقت کما یؤخذ ذالک من تفسیر الفخر الرازی" (فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۱۷۹)

کہ اللہ تعالیٰ نے بضع کے لفظ کو مبہم رکھا ہے۔ اور کھولکر نہیں بتایا۔ کہ کتنے عرصہ میں رومی غالب آئیں گے۔ (اگرچہ رسول کریمؐ کو معلوم تھا) تاکہ ان لوگوں پر ہر وقت رعب و خوف طاری رہے۔ جیسا کہ فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

آیات متشابہ کا فائدہ

انہی متشابہ آیات میں سے سورۃ المدثر کی یہ آیت بھی ہے کہ ہم نے دوزخ پر ۱۹ فرشتے مقرر کئے ہیں۔ ۱۹ کی وجہ بایں الفاظ بیان فرمائی ہے۔

"وماجعلنا عدتھم الا فتنۃ للذین کفروا لیستیقن الذین اوتوا الکتٰب ویزداد الذین اٰمنوا ایماناً ولا یرتاب الذین اوتوا الکتٰب والمؤمنون ولیقول الذین فی قلوبھم مرضٌ والکافرون ماذا اراد اللہ بھذا مثلاً کذالک یضل اللہ من یشاء ویھدی من یشاء" (المدثر ع)

ہم نے فرشتوں کی یہ تعداد ۱۹ صرف کافروں کی آزمائش کیلئے بنائی ہے۔ تاکہ اہل کتاب کو

یقین ہو جاوے۔ اور مومنوں کے ایمان میں زیادتی ہو۔ لیکن کافر اور منافق اس تعداد کو دیکھکر کہہ اٹھیں گے۔ کہ خدا نے اس قسم کی باتوں سے کیا ارادہ کیا۔ فرمایا۔ خدا اسی طرح بعض کو گمراہ ٹھیراتا ہے۔ اور جن کو چاہتا ہے ہدائت بخشتا ہے۔"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آیات متشابہات منافقین اور کفار کی آزمائش کیلئے ہوتی ہیں۔ اور وہ اس مقام پر آکر فیل ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ لال حسین فیل ہوا۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ اما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویلہ (آل عمران) کہ کج دل انسان متشابہات کا چرچا کر کے فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے لئے خرابی ہے۔

اس حقیقت ثابتہ پر ہر شخص غور کر کے معلوم کر سکتا ہے۔ کہ معترض نے بعض الہامات کو "انٹ سنٹ" قرار دیکر کونسا پہاڑ اُلٹ دیا۔ احمدیت ایک نورانی چٹان ہے۔ جو اس پر گرتا ہے وہ بھی چُور اور جس پر یہ گرے اس کا تو ستیاناس کر کے رکھدیتی ہے۔

حقیقی مماثلت

مسلّم فریقین ہے۔ کہ قرآن مجید میں محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی۔ اور ان کے متعلق خود قرآن مجید شہادت دیتا ہے:۔

"ھوالذی انزل علیک الکتاب منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب واُخر متشابھات الآیہ (آل عمران ع) یعنی اللہ نے ہی تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے۔ جس میں ایک حصہ محکمات کا ہے۔ جو اصل کتاب ہیں۔ اور باقی متشابہات ہیں۔"

ایسا ہی ہمارا اعتقاد ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی الہامات میں محکمات بھی ہیں۔ اور متشابہات بھی۔ جسطرح قرآن مجید کی آیات متشابہات پر دشمن اعتراض کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے متشابہات پر مخالفین معترض ہوتے ہیں۔ محکمات ہر دو جگہ اعتراض کے دائرہ سے باہر قرار دئے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کے متعلق جو خدا کا مقدس کلام ہے۔ پنڈت دیانند بانئ آریہ سماج لکھتا ہے۔

"یہ قرآن خدا کا بنایا ہُوا نہیں۔ کسی مکار فریبی کا بنایا ہُوا ہوگا۔ نہیں تو ایسی فضول باتیں کیوں لکھی ہوئیں۔" (ستیارتھ پرکاش باب ۱۴ صفحہ ۵۶۹)

کلیجہ شق ہو جاتا ہے۔ اور ہمارا قلم ان گندے الفاظ کو نقل کرنا بھی نہیں چاہتا۔ مگر مجبور ہیں صداقت کے دشمنوں کا ہمیشہ سے یہی شیوہ رہا ہے۔

خدا کے ایک برگزیدہ انسان حضرت امام غزالیؒ کے الفاظ پڑھیئے۔ متشابہات کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

"قرآن مجید کے سب معانی سمجھنے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی . . . . . مقطعات قرآنی ایسے حروف یا الفاظ ہیں۔ جو اہل عرب کی اصطلاح میں کسی معنی کیلئے موضوع نہیں" (علم الکلام ص۵۶)

قارئین کرام! اب آپ لوگ خود انصاف کر لیں۔ کہ مرتد دھرمکوٹی نے کونسا طریق اختیار کیا ہے۔ پنڈت دیانند کا یا حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کا ؟

حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد

جن چند متشابہ الہامات کے متعلق معترض نے لکھا ہے۔ کہ یہ " انٹ سنٹ" ہیں۔ اُن کے تفصیلی جوابات لکھنے سے پہلے ہم یہ بتلا دینا چاہتے ہیں۔ کہ مرتد نے یا تو اُن کے شانِ نزول کو عمداً نظر انداز کر کے اعتراض کیا ہے۔ اور یا اُن کی تشریحات کو پڑھا نہیں۔ یا پھر اس لئے کہ ان کی مستقل شان کو سمجھا نہیں گیا۔ شانِ نزول وغیرہ کے متعلق شاہ صاحب موصوف ایک لمبی بحث کے اندر لکھتے ہیں :۔

" سبب نزول دو قسم است۔ قسمے آنست کہ حادثہ واقعہ شد۔ کہ دراں ایمان مومناں و نفاق منافقاں بر روئے امتحان آمد چنانکہ در اُحد و احزاب اتفاق اُفتاد۔ خدا تعالیٰ مدحے ایناں و نکوہش آناں نازل ساخت تا فیصل گردد میان دو فریق و دریں میاں تعریضات بسیار بخصوصیات ایں حادثہ بظہور ہیر سد۔ پس واجب است۔ کہ بکلام مختصر آں حادثہ را شرح دادہ آید تا سوق آں کلام بر خوانندہ روشن شود۔ و قسمے آنست کہ معنے آیت بعموم خود تام است بغیر احتیاج دانستن حادثہ کہ سبب نزول شدہ است و حکم عموم لفظ راست نہ خصوص سبب را قدمائے مفسرین بقصد احاطہ آثار مناسبہ بآں آیت یا بقصد بیان ماصدق آں عموم آں قصہ را ذکر کردند ایں قسم را ذکر کردن ضرور نیست۔ پیش ایں فقیر محقق شدہ است کہ صحابہ و تابعین بسیار بو دکہ نزلت الآیۃ فی کذا میگفتند و غرض ایشاں تصویر ماصدق آں آیت بود۔ و ذکر بعض حوادث کہ آیت آنرا بعموم خود شامل شدہ است خواہ ایں قصہ متقدم باشد یا متاخر۔ اسرائیلی باشد یا جاہلی یا اسلامی۔ تمام قیود آیت را در گرفتہ شد یا بعض آنرا واللہ اعلم ازیں تحقیق دانستہ شد۔ کہ اجتہاد را دریں قسم دخلے ہست وقصص متعددہ را آنجا گنجائش ہست ۔" (الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص۱۲)

حضرت شاہ صاحب کی عبارت واضح ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جن آیات یا الہامات

کا تعلق کسی گذشتہ واقعہ سے ہو۔ اسکو تو اسی پر چسپاں کرنا چاہیئے۔ لیکن جو عام ہو۔ وہ جہاں چسپان ہو سکے وہاں کرنا چاہیئے۔ اس کیلئے اجتہاد کا رستہ کھلا ہے۔ اس مفصل بیان سے اصولی طور پر اعتراضات کا حل ہو گیا۔ جو مرتد نے حضور کے الہامات پر کئے ہیں۔ کہ ان الہامات کے متعلق یہ نہیں بتلایا گیا۔ کہ کس کے متعلق ہیں۔ پس شاہ صاحب کی عبارت نے اس کے اعتراض کو باطل کر دیا۔

تفصیلی جواب

مرتد دھرم کوٹی نے غیر زبانوں کے تین الہامات درج کر کے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ ان کے معنی آپ پر نہیں کھلے۔ حالانکہ براہین احمدیہ میں درج شدہ ان عبرانی الہامات کی تشریح خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں فرمادی ہے۔

عبرانی الہامات

(۱) معترض نے الہام" ایلی ایلی لما سبقتنی۔ ایلی اوس" اور (۲) میں "ھوشعنا نعسا" کو درج کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ ان کے معنی معلوم نہیں ہوئے۔

الجواب ۱:۔ اوّل تو البشریٰ جلد اوّل صـ۴۲ میں ہی "ھوشعنا نعسا" کے معنی "نجات دے" لکھے ہوئے ہیں۔ اگر معترض دیکھ لیتا۔ تو اسکی تسکین ہو جاتی۔

الجواب ۲:۔ براہین احمدیہ ہر چہار حصہ کے الہامات کو درج کرنے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ اور ایلی اوس۔ ھوشعنا نعسا کے معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ "اے خدا میں دعا کرتا ہوں (ایلی اوس۔ ناقل) کہ مجھے نجات بخش اور مشکلات سے رہائی فرما۔ ہم نے نجات دیدی۔ یہ دونوں فقرے عبرانی زبان میں ہیں۔ اور یہ ایک پیشگوئی ہے۔ جو دعا کی صورت میں کی گئی۔ اور پھر دعا کا قبول ہونا ظاہر کیا گیا۔ اور اس کا حاصل مطلب یہ ہے۔ کہ جو موجودہ مشکلات ہیں۔ یعنی تنہائی۔ بیکسی، ناداری کسی آئندہ زمانہ میں وہ دور کر دیجائینگی چنانچہ پچیس برس کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور اس زمانہ میں ان مشکلات کا نام ونشان نہ رہا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۵)

(۳) "پریشن"۔ عمر براطوس" یا پلاطوس (نوٹ) آخری لفظ پراطوس یا پلاطوس ہے۔ بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا۔ اور نمبر ۲ میں عمر عربی لفظ ہے۔ اسجگہ براطوس اور

پریشن کے معنی دریافت کرنے ہیں۔ کہ کیا ہیں۔ اور کس زبان کے لفظ ہیں۔"
(ترک مرزائیت ص۸۷-۸۸ بحوالہ مکتوبات احمدیہ)

الجواب۔ یہ الہام براہین احمدیہ کے زمانے کا ہے۔ اور پھر اس میں ایک بات یہ بھی ہے۔ کہ آپ نے خود بیان فرمایا ہے۔ کہ بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہُوا۔ یعنی لفظ "براطوس ہے یا پلاطوس" سید عباس علی لدھیانوی کو آپ خط لکھتے ہیں۔ کہ ان کے معنے دریافت کئے جاویں۔ لیکن آپ نے جس تصنیف میں ان کے درج کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اس میں اس الہام کو نہیں لیا گیا۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ دعویٰ سے پہلے کا ہے۔ لہذا اس الہام کے متعلق ما ننسخ من اٰیۃٍ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کے معنی نہ کھلنے پر اعتراض کرنا ناواجب ہے۔

"اُردو اور عربی الہامات"

(۱-۳-۷) ان نمبروں میں مندرجہ ذیل تین الہام درج کئے ہیں۔ (۱) "پیٹ پھٹ گیا" (۳) "بروز پیر موت تیرہ ماہ حال کو" (الہام ۵ شعبان ۱۳۲۴ھ) (۷) "ایک دم میں دم رخصت ہُوا"۔ اور پھر اس کے بعد لکھا ہے "کہ معلوم نہیں کس کے متعلق ہیں"۔ (ترک ص۸۸-۸۹)

الجواب۔ کاش! مرتدوھرم کوٹی کو انصاف سے کچھ بھی تعلق ہوتا۔ کیونکہ وہ کہتا ہے۔ کہ معلوم نہیں۔ کس کے متعلق ہیں۔ حالانکہ آج سے قریباً ۲۹ سال پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرما چکے ہیں:۔

"مجھکو ۳۰ جولائی ۱۹۰۶ء میں اور بعد اسکے اور کئی تاریخوں میں وحی الٰہی کے ذریعہ سے بتلایا گیا۔ کہ ایک شخص اس جماعت میں سے ایک دم میں دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔ اور پیٹ پھٹ جائیگا۔ اور شعبان کے مہینہ میں وہ فوت ہوگا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کیمطابق شعبان ۱۳۲۴ھ میں میاں صاحب نور مہاجر جو صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب کی جماعت میں سے تھا۔ یکدفعہ ایک دم میں پیٹ پھٹنے کے ساتھ مرگیا"۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۷)

جب کُھل گئی سچائی پھر اسکو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ حیا یہی ہے

(۲) "خدا اُسکو پنجبار ہلاکت سے بچائیگا"۔ (ترک ص۸۸)

الجواب:۔ اخبار الحکم اور البدر ۱۹۰۶ء میں جس جگہ اس الہام کو درج کیا گیا ہے۔ اُس سے

پہلے آپ نے اپنا کشف بیان فرمایا ہے۔ کہ آپ نے ایک بہت فراخ اور خوبصورت چوغہ پہنا ہوا ہے"۔ اس کے بعد یہ الہام ہوا۔ کہ" خدا اُسکو پنج بار ہلاکت سے بچائیگا"۔ یعنی وہ چوغہ جو نبوت کا ہے۔ آپ کے بعد جو خلفائے اربعہ اس چوغہ کے حامل ہونگے۔ آپ کے بعد ان کو بھی کسی قسم کا گزند نہیں پہنچے گا۔ نیز اسپر حضور علیہ السلام کی پیشگوئی بھی روشنی ڈالتی ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

"چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشاں کی پنج بار" اور حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

" اس وحی الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ زلزلے آئینگے"۔ (حقیقۃ الوحی حاشیہ صـ۹۳)

یعنی یہ پانچ زلزلے جو دنیا کو ہلا دینے والے آئیں گے۔ ہر انسان پر ان زلازل کا اثر ہوگا۔ لیکن اس مقدس چوغۂ نبوت کے حاملان ہر قسم کے خوف وخطر سے محفوظ رہینگے۔ اور خدا اسکو پنج بار ہلاکت سے بچائیگا۔ یعنی خدا اس دین کو اور اس نبوت کو ہر قسم کے خطرات سے بچائیگا۔ دشمن آپکے وقت میں بھی قتل کے منصوبے کرینگے۔ مگر ناکام رہیں گے۔ اور چار بار آپکے بعد جو خلفاء قائم کئے جائیں گے۔ ان کے متعلق بھی طرح طرح کے منصوبے گانٹھے جائینگے۔ مگر وہ بھی خدا کے فضل سے محفوظ اور مصئون رہیں گے۔ پس یاد رہے کہ دو بار محفوظ رہنے کی صداقت حضرت مسیح موعودؑ اور خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ظاہر ہو چکی ہے۔ تیسری بار کامیاب ہے۔ اور آئندہ کے متعلق علّام الغیوب بہتر جانتا ہے۔ ہاں اس کے وعدے حق ہیں :۔

(۴) "بہتر ہوگا کہ اور شادی کرلیں"۔ (تزک صـ۸۹)

الجواب:۔ ملہم پر ہر ایک الہام کے معنی کھلنے ضروری نہیں۔ کیونکہ جسکی نسبت وہ الہام ہو۔ اگر اللہ تعالےٰ اس میں اس شخص کا نام ظاہر کر دیوے۔ تو اس پر کئی قسم کے ابتلاء آنے کا احتمال ہوتا ہے۔ لہذا اس "سرِ خفی" کو ایسے رنگ میں بیان کر دیا جاتا ہے۔ جس سے اس الہام کے پورا ہونے پر اس کی کامل تفہیم ہو جاتی ہے۔ اندریں صورت ان اسرار مخفیہ پر اعتراض کرنا اور "معنی نہ کھلنے کا" الزام لگانا قرآنِ کریم اور خدا تعالےٰ کی ذات پر حملہ کرنا ہے۔ ہم اُنہی الہامات کی تشریح اور معانی بیان کر سکتے ہیں۔ جو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سمجھا دیئے ہوں۔ اس الہام کے متعلق ہمارے پاس یہی جواب ہے۔ کہ آپ کی تشریحات کی موجودگی میں اس الہام پر اجتہاد کرنا ناجائز تصرف ہے۔

(۵) "بعد-۱۱ انشاء اللہ" اسکی تفہیم نہیں ہوئی- کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے- گیارہ دن یا گیارہ ہفتے یا کیا- یہی ہندسہ ۱۱ کا دکھایا گیا" (ترک صـ۸۹)

الجواب:- اس کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود فرمائی ہے- اور اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں بابو الٰہی بخش کے متعلق الہام "بعد ۱۱" کی تشریح حاشیہ میں بایں الفاظ فرماتے ہیں:-
" بابو الٰہی بخش صاحب گیارہ چارپائیوں کے ہلاک ہونے کے بعد طاعون کے ساتھ ہلاک کئے گئے- جیساکہ اس الہامی شعر میں ہے- ؎

برمقام فلک شدہ یارب + گرامیدے دہم مدار عجب

بعد گیارہ اس سے معلوم ہُوا- کہ بابو صاحب کا بارھواں نمبر تھا- اور ان کے بعد دو۲ اور ہیں- تاکہ چودہ پورے ہوجاویں" (تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۱۵۱ حاشیہ)

(۶) "غثم- غثم- غثم" درج کرکے مرتد نے حاشیہ میں لکھا ہے" مطلب ندارد"

الجواب:- کاش معترض کی چشم بصیرت وا ہوتی! اور وہ الہام کیساتھ ہی درج شدہ ترجمہ بھی دیکھ سکتا- چنانچہ لکھا ہے "غثم- غثم- غثم" لہ دفع الیہ من مالہ دفعۃ (ترجمہ) دیا گیا اسکو مال اسس کا اچانک" (البشریٰ جلد ۲ صـ۵۰)
اور لغت میں بھی لکھا ہے:-

"غَثَمَ لہ- دفع لہ دفعۃً جیدۃً من المال" (المنجد)

پس اس الہام کا بھی معنی اور مطلب صاف موجود ہے- اور اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بصیغہ غائب ذکر فرمایا ہے- باوجود الہام مندرجہ البشریٰ کے ساتھ ہی ترجمہ موجود ہونے کے مرتد کا یہ لکھنا کہ "مطلب ندارد"- اس سے معلوم ہوتا ہے- کہ اس نے عمداً جھوٹ بولا ہے- جو اسی قماش کے لوگوں کے شایان شان ہے-

(۸) "ایک عربی الہام تھا- الفاظ مجھے یاد نہیں رہے- حاصل مطلب یہ ہے- کہ مکذبوں کو نشان دکھایا جائے گا" (ترک صـ۸۹)

الجواب:- معلوم نہیں- کہ مرتد دھرم کوٹی کو اس الہام کے درج کرنے کی کیا سوجھی- حالانکہ الہام کے الفاظ صاف ہیں- کہ مکذّبوں کو نشان دکھایا جائیگا- اس الہام کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہزاروں نشانات دکھلائے- اور اس الہام کو پورا کردیا- ان نشانات کے پورا ہونیکے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب حقیقۃ الوحی موجود ہے- اُسکو پڑھ لیا جائے- تو معلوم ہوجائیگا- کہ تاریخ نزول الہام سے لیکر آپکے یوم وصال تک مکذّبوں کو نشان دکھلائے گئے یا نہیں؟

ہاں شاید عربی الہام کے الفاظ یاد نہ رہنے پر اعتراض کی بنار رکھی گئی ہو۔ سو اس کا جواب بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کہ الہامات بعض دفعہ بھول جاتے ہیں۔ اور اس بھول جانے پر اعتراض کرنا دھرمکوٹی کے اپنے عقیدہ پر تبرّ ہے۔ کیونکہ آیت ماننسخ من اٰیۃٍ اَوننسھا ناْت بخیرٍ منھا اومثلھا الخ (البقرہ) اور سنقرئک فلا تنسیٰ الا ماشاء اللہ موجود ہے۔ اگر اس بنار پر اعتراض کیا گیا ہے۔ تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ آیت کریمہ کی رُو سے یہ بھی باطل ہوگیا۔

(۹) "ایک دانہ کس کس نے کھایا" (ترک ص۸۹)

الجواب:- حضرت مسیح ناصری نے "ابن آدم" کے ظہور کی تمام علامات میں سے "کال" یعنی قحط کو کثرت سے بیان فرمایا ہے۔ کہ جب وہ ظاہر ہوگا۔ تو مری پڑیگی اور قحط بھی پڑے گا۔ سو یہ الہام بھی اُسی قحط کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ایسا عالمگیر قحط پڑیگا۔ کہ اناج کا ایک ایک دانہ گرانی کے باعث حساب میں شمار ہوگا۔ چنانچہ وہ عالمگیر قحط گذر چکا ہے۔ اور مرتد دھرمکوٹی کو بھی معلوم ہوگا۔ جبکہ ایکروپیہ کا آٹا تین سیر فروخت ہوا تھا۔ فلا اعتراض

(۱۰) "لاہور میں ایک بے شرم ہے"۔ درج کر کے لکھا ہے۔ کہ "لاہوری مرزائیو یہ کون ہی؟" (ترک ص۸۹ وحاشیہ)

الجواب:- "لاہوری مرزائی" خوب جانتے ہیں کہ کون بے شرم ہے اور جس شخص کیمتعلق تم نے اس الہام کو سمجھا ہی۔

(۱) وُہ درست ہے۔

(۲) "بے شرم" وہ ہے۔ جو بارہا بے شرمی کے کام کر چکا ہے۔ پنجاب اور ہندوستان کے "مسلمان" جسکو ڈھیٹھ کہہ رہے ہیں۔ تب بھی وہ شرم نہیں کرتا۔ وہ بے شرم ہے۔

(۳) تم بھی ایک بے شرم ہو۔ کیونکہ جسکو تم نے "بے شرم" سمجھ کر اعتراض کیا ہے۔ وہ تمہارا "پیر انا مرشد ہے"۔

(۱۱) "ربنا عاج"۔ ہمارا رب عاجی ہے۔ عاجی کے معنے ابھی تک معلوم نہیں ہوئی۔" (ترک ص۸۹) اور حاشیہ میں لکھتا ہے:- احمدی دوستو! تمہارے مجدّد کو باوجود دعویٰ الہام کے عاج کے معنی معلوم نہ ہوئے۔ پرانے تعلقات کی وجہ سے ہمیں تمہاری خاطر منظور ہے۔ اس لئے ہم اسکے معنی بتا دیتے ہیں۔ سنو! عاج کے معنی ہیں استخوان فیل (ہاتھی دانت) سرگین (گوبر) منتخب اللغات۔ پس ربنا عاج کے معنی ہوئے۔ ہمارا رب ہاتھی دانت یا گوبر ہے بتاؤ اب تو سمجھ گئے"۔ (حاشیہ ترک ص۸۹)

الجواب:- خوب سمجھے! الہام ہو" ربنا عاج" اور تم معنی کرو۔ کہ خدا معاذ اللہ گوبر ہے۔
دعویٰ مولویت اور مبلغ اسلام ہونیکا اور عربی دانی کا یہ عالم ہے۔ کہ جناب کو مناسبت کلام سے
دور کا علاقہ بھی نہیں۔ بیشک فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم۔

پھر دوبارہ آگئی احبار میں رسم یہود + پھر مسیح وقت کے دشمن ہوئے یہ جُبّہ دار

ناظرین پر واضح ہونا چاہیئے۔ کہ مرتد دھرم کوئی علم سے بالکل کورے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی
کم علمی کا اقرار "ترک مرزائیت" کے ابتدائی صفحات میں ہی کر لیا ہے۔ بدقسمت مرتد ربنا عاج
کے ایسے گندے معنے کرتا ہے۔ جو کسی طرح قابل پذیرائی نہیں۔ دراصل یہ الہام براہین احمدیہ میں
یوں ہے:- "اغفر وارحم من السماء ربنا عاج"

کیا مغفرت اور رحم کا قرینہ اسکی عقل کی رہنمائی نہ کر سکا۔ اور اس نے نہ سوچا۔ کہ یہاں پر
خدا سے مغفرت اور رحم طلب کیا جاتا ہے۔ کیا اس جگہ یہی معنی کرنے چاہئیں۔ کہ خدا مغفرت اور
رحم کرے جو کہ معاذ اللہ "گوبر" ہے۔ تُف ہے اس عقل پر۔

ناظرین! ہم کس بنا پر آریوں اور عیسائیوں کو لفظ **مکر - کید** وغیرہ کے معنی فریب
اور دھوکا کرنے میں مجرم گردانتے ہیں۔ جب کہ مرتد دھرم کوٹی سی قماش کے لوگ "ربنا عاج"
کے معنوں میں اپنی گندی فطرت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عاج کا لفظ خدا تعالیٰ کی نسبت
ہے۔ اس کے وہی معنے کرنے چاہئیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی شان کے شایاں ہوں۔ مثلاً قرآن مجید
میں خدا کے ہاتھ اور حدیث میں پاؤں وغیرہ کا ذکر ہے۔ اگر اس سے کوئی نادان ہمارے
ہاتھوں کی طرح ہاتھ اور پاؤں کی طرح پاؤں سمجھ لے۔ تو ہم اُسکو بے وقوف کہیں گے۔ کیونکہ
خدا کے ہاتھ وغیرہ اُسکی شان کے مطابق ہیں۔ نہ کہ ہماری طرح۔ اس کا سمیع و بصیر ہونا بھی اسی
رنگ میں ہے۔ اسی طرح لفظ عاج کے معنی بھی اُسکی شان کے مناسب کرینگے۔

یاد رہے۔ کہ اس اعتراض کا اصولی جواب ہم اس فصل کے ابتدا میں دے چکے ہیں۔ کہ
بعض الہامات کے معنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر نہیں فرمائے۔ اور حضورؑ نے براہین احمدیہ
کے زمانہ میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ مجھ پر ان کے معنے نہیں کھلے۔ اور یہ بیان اپنی صداقت اور
حقیقت کے لحاظ سے حضورؑ کی سچائی کا زبردست ثبوت ہے۔ مگر اس کے لئے جو قلب سلیم رکھتا
ہے۔ معنی نہ کھلنے کا اعتراض ہم نے بارہا پامال کر دیا ہے۔ اور اسجگہ ربنا عاج کے معنی از روئے
لغت لکھے جاتے ہیں۔ از روئے لغت عاج کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

(الف) لفظ عاجّ اسم فاعل ہے۔ اور مادہ اس کا عجوۃ ہے جسکے معنی ہیں:-
"شیر یکہ طفلِ یتیم را خورانند" (منتہی الارب)
پس ربنا عاج کے معنے ہوں گے۔ ہمارا رب وہ ہے۔ جو ہماری یتیمی کی حالت میں بھی ہمیں خالص دودھ پلانے والا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے۔ کہ ان دنوں جبکہ ایمان ثریا پر جاچکا تھا۔ اور زمینی کنوئیں (علماء و صوفیاء موجودہ) بھی خشک ہو چکے تھے۔ اور ہم اس دودھ کیلئے بے تاب تھے۔ جو آسمان سے ہر صدی میں نازل ہوتا ہے۔ اور کس مپرسی کی حالت میں تھے۔ تو ہمارے رب نے ہمارا ہاتھ پکڑا اور آسمانی دودھ سے بہرہ یاب فرمایا۔ چنانچہ حضرت اقدس انہی معنوں کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:- ابتداء سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار
(ب) لفظ عاجّ اسم فاعل ہے اس کا مادہ عجٌّ ہے۔ جس کے متعلق صراح و منتہی الارب میں لکھا ہے:-
عجّ عجًّا و عجیجًا برداشت آواز را و بانگ کرد منہ الحدیث افضل الحج العجّ والثج۔ یعنی برداشتن آواز را و قربان کردن ہدیہ را
تو ربنا عاج کے معنے ہوں گے۔ ہمارا خدا آواز بلند کرنے والا ہے۔ یعنی اس کے احکام کا ہی غلبہ ہوگا۔ چنانچہ اس زمانہ میں وہ آواز بلند ہوئی۔ اور قادیان میں ہوئی۔ اسی مفہوم میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ؎
اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح + نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار
ناظرین کرام! دیکھئے از روئے لغت ربنا عاج کے معنے کیسے واضح ہیں۔ مگر معترض نے مسیح کی دشمنی میں خدا تعالےٰ پر بہتان طرازی شروع کردی ہے۔ حالانکہ اس کے معنے ذات باری کی شان کے شایان نہیں۔ یہی لوگ ہیں۔ جن کے متعلق آنحضرت صلعم کی پیشگوئی ہے۔ کہ آسمان کے نیچے بدتر از مخلوق ہوں گے۔ شریر ہونگے فتنہ پرداز ہونگے:
(۱۲) "آسمان ایک مٹھی بھر رہ گیا" (ترک ص۸۹)
الجواب:- اس کے کئی جواب ہیں۔ منجملہ تین درج کئے جاتے ہیں:-
(۱) یہ کہ آپکو اللہ تعالیٰ کا اسقدر قرب حاصل ہوا۔ کہ قابَ قوسین کا مصداق بن گئے۔

(۲) آسمانی برکتیں نازل کی گئیں۔ آسمان کے متعلق علمی تحقیقات بڑھ گئیں۔ لوگ مریخ وغیرہ سے گفتگو کرنے پر تیار ہو گئے۔ اور ان کے زعم میں "آسمان مٹھی بھر رہ گیا" لوگ آسمان یعنی سات بلندیوں کے ستاروں اور سیاروں کی ٹوہ میں لگ جائیں گے۔ اور قرآن مجید نے بھی بتلایا ہے۔ واذاالسماء کشطت (التکویر) یعنی آسمان کی کھال اُتاری جائے گی۔ ایک لطیف استعارہ ہے۔ یعنی مسیح موعود کے وقت میں آسمان کے متعلق زبردست تحقیق ہوگی۔ چنانچہ ولایت میں ایک رصدگاہ بنائی گئی ہے۔ اس کے متعلق یہ تجویز ہے۔ کہ مریخ سے سلسلۂ گفتگو قائم کرنے کے لئے رصدگاہ سے برقی شعاعیں وہاں تک پہنچائی جائیں۔ اور یہ کام بڑی مستعدی کے ساتھ شروع ہے۔

(۳) قرب قیامت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ:۔
" والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیامۃ والسمٰوات مطویّٰت بیمینہٖ (الزمرع) یعنی زمین خدا کی مٹھی میں ہوگی۔ اور آسمان اُس کے دائیں ہاتھ کے ساتھ لپٹے ہوئے ہونگے۔ گویا زمین مٹھی کے اندر اور آسمان مٹھی کے اردگرد ہونگے۔ یعنی وہ مٹھی بھر رہ جائیں گے بروز قیامت "

پس اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی اسرار بیان فرمائے ہیں۔ ظاہری معنی یہی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرب قیامت کی نشانی حضرت مسیح موعودؑ کو ٹھیرایا ہے۔ اور احادیث نبویہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ قرب قیامت کی نشانی ہوگا۔ اور وہ زمانہ قیامت صغریٰ کا ہوگا۔ اور نفخ فی الصور سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعود کے ذریعہ یہ قیامت برپا ہوگی۔ اور اقوام کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اور مسیح موعود کے ذریعہ جب اسلام کو کامل فتح حاصل ہوگی۔ تو پھر قیامت کبریٰ کا زمانہ قریب آجائیگا۔ یہ مراد ہے آسمان کے مٹھی بھر رہ جانے سے*

آیت بالا کی موجودگی میں اس الہام پر کوئی مسلمان اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا* الّا من سفہ نفسہٗ

فصل ششم

"اختلافات" کی حقیقت

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھکو یہ سارا اُدھار

مرتد دھرمکوٹی نے "ایک ورقہ" فصل میں بزعم خویش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے پانچ اختلاف پیش کئے ہیں۔ اور آیت لوکان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ "جس مدعی کے کلام میں اختلاف ہو۔ تو وہ اپنے دعویٰ الہام میں سچا نہیں بلکہ جھوٹا ہے۔" ہم اس موضوع پر بحث کرنے سے قبل چند ایسے امور کے متعلق ناظرین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ جن سے تناقض اور اختلاف کی تعیین کے سلسلہ میں آپکو مدد ملیگی۔

امر اوّل معترض نے حضرت اقدس کی چند تحریریں پیش کر کے جو اختلاف ظاہر کرنا چاہا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور اُسے یہ معلوم نہیں کہ تناقض کے تحقق کے لئے آٹھ باتوں میں اتحاد ضروری ہے۔ اہل منطق کا مشہور مقولہ ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں | وحدتِ موضوع و محمول و مکاں
وحدتِ شرط و اضافت جزو کل | قوت و فعل است در آخر زماں

مطلب یہ ہے۔ کہ موضوع۔ محمول۔ شرط۔ مکان۔ زمانہ۔ اضافت۔ جزو کل اور

بالقوہ و بالفعل کے لحاظ سے اگر دو قضیئے متفق ہوں۔ مگر ان میں ایجاب و سلب یعنی "ہے" اور "نہیں" کا بلحاظ حکم نیز موجہ میں کیفیت اور محصورہ میں کمیت کا اختلاف ہو۔ تو وہ متناقض کہلائیں گے۔ کیا اس طور سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی ایک عبارت بھی کسی دوسری سے مختلف ہے۔ تا ان عبارات یا تحریرات کو متناقض کہا جا سکے۔ ہرگز نہیں۔ اگر آج ایک نبی کسی اپنی تحریر میں اپنا کوئی خیال ظاہر کرتا ہے۔ لیکن کل خدا تعالےٰ اس کے متعلق اُسے بتلا دیتا ہے۔ کہ یہ خیال صحیح نہیں۔ اور پھر وہ نبی اللہ تعالےٰ کے صحیح علم کے مطابق اعلان کر دیتا ہے۔ تو کیا اُسے تناقض کہا جائے گا۔ قطعاً نہیں۔ پس امر اوّل یہ ہے۔ کہ تناقض اور اختلاف کی تعیین ضروری ہے۔

امر دوم دوسری بات یہ ہے۔ کہ مرتد کے دعوےٰ اور دلیل میں کوئی جوڑ نہیں۔ کیونکہ اُس نے اپنے دعویٰ کی تائید میں آیت ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً کو پیش کیا ہے۔ کہ اس آیت کی رُو سے حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا ثابت کروں گا۔ اوّل تو اس نے اختلاف کا جو مفہوم لیا ہے۔ وہ غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ لوجدوا فیہ میں ہ کی ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ قرآن مجید جو اللہ تعالےٰ کا متلو کلام اور الہام ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور اگر اس میں اختلاف ہوتا۔ تو یہ رسول اللہ کے منجانب اللہ ہونے کے خلاف تھا۔ اس دعویٰ کے مطابق لال حسین مرتد کو چاہیئے تھا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کو پیش کر کے ان کے اختلافات ظاہر کرتا۔ کیونکہ اس آیت قرآنیہ میں خدا کے کلام میں اختلاف نہ ہونے کا ذکر ہے۔ پس اسی طرح حضرت اقدس نے جو خدا کے الہامات یا کلام پیش کیا ہے۔ ان میں مزعومہ اختلاف ظاہر کیا جاتا۔ تو کوئی بات بھی تھی۔ لیکن اس نے الہامات کے متعلق نہیں بلکہ حضرت اقدس کی اپنی تحریرات کے متعلق لکھا ہے۔ کہ ان میں اختلاف ہے۔ حالانکہ ان میں بھی کوئی اختلاف نہیں۔ جیسا کہ آپ ابھی ملاحظہ فرمائیں گے۔ بہر حال مرتد کے دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں۔ اور ان اعتراضات کی رُو سے جو اُس نے کئے ہیں۔ آیت مذکورہ کو بطور معیار

کے پیش کرنا علمِ قرآن سے اپنی محرومی کا ثبوت دینا ہے۔ اور اس کے دعویٰ اور دلیل میں مطابقت کا نہ ہونا اس کے کاذب اور مفتری ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے۔

امر سوم یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ اختلاف کے ہونے اور نہ ہونے کا فیصلہ معاند کی رائے پر نہیں۔ حالانکہ جو اختلاف اس نے پیش کئے ہیں۔ وہ حضرت اقدس کے الہامات کے نہیں۔ لیکن عیسائیوں نے قرآن مجید جیسی مقدس الہامی کتاب کے اختلافات شائع کئے ہیں۔ کیا مرتد ان اختلافات کو حل کر سکیگا ؟

پنڈت دیانند نے بھی لکھا ہے کہ :۔

" کہیں تو قرآن میں لکھا ہے۔ کہ اونچی آواز سے اپنے پروردگار کو پکارو۔ اور کہیں لکھا ہے۔ کہ دھیمی آواز سے خدا کو یاد کرو۔ اب کہیئے کونسی بات سچی اور کونسی جھوٹی ہے۔ ایک دوسرے کے متضاد باتیں پاگلوں کی بکواس کی مانند ہوتی ہیں " (ستیارتھ پرکاش باب ۱۴)

آریہ اور عیسائی مناظرین مباحثات میں عام طور پر اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر قرآن مجید میں اختلاف نہیں۔ تو ان آیات کا کیا جواب ہے۔ مثلاً

ایک طرف	اور	دوسری طرف
(۱) ووجدك ضالاً فرمایا		(۱) ماضلّ صاحبکم۔ فرمایا
(۲) انك لتهدى الى صراط مستقيم		(۲) انّك لاتهدى من احببت
(۳) لم حشرتنى اعمىٰ وقد كنت بصيرا		(۳) فبصرك اليوم حديد
(۴) اذاذكر الله وجلت قلوبهم		(۴) الا بذكر الله تطمئن القلوب
(۵) ان الذين سبقت لهم منّا الحسنىٰ اولٰئك عنها مبعدون		(۵) وان منكم الّا واردها كان علىٰ ربّك حتماً مقضيًّا
(۶) الم يجدك يتيماً فاٰوىٰ		(۶) امّا يبلغنّ عندك الكبر احدهما او كلاهما

ہمارا ایمان ہے۔ کہ بلاریب قرآن مجید خدا کا کلام ہے۔ اور اس میں ذرہ بھر اختلاف نہیں۔ یہ لوگ جو قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان کا ہماری جماعت کی طرف سے کئی مرتبہ جواب دیا جا چکا ہے۔ جو کہ احمدیہ لٹریچر میں موجود ہے۔ اس

وقت ان کے لکھنے کی گنجائش نہیں۔ یہاں پر یہ بتلانا مقصود ہے۔ کہ اگر بالفرض مان لیا جائے۔ کہ صرف مخالفین اور مکذبین کے کہنے سے ہی کسی الہامی کتاب یا کسی خدا کے نبی کے کلام میں تناقض اور تضاد ثابت ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت میں ہمیں سب انبیاء اور آسمانی الہامی کتابوں سے انکار کرنا پڑے گا (معاذ اللہ) پس ہماری طرف سے سب سے پہلا یہی جواب ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہی یہ اعتراض نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہمیشہ سے یہ اعتراض منکرین انبیاء کی طرف سے راستبازوں پر ہوتا چلا آیا ہے۔ اور پھر ایسے باترتیب کلام پر دیانند جیسے "پاگل" نے اعتراض کیا ہے۔ جس سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام ناممکن محض ہے۔ اور قیامت تک اس کی نظیر لانے سے دنیا قاصر ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ دشمن کے کہنے سے "اختلاف" نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ وہ دشمنی سے ایسا کہتا ہے۔

امر چہارم

ہمیں ان لوگوں پر سخت حیرت ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی عالمگیر شریعت۔ ابدی قانون (قرآن مجید) میں متعدد آیات کو منسوخ اور متروک مانتے ہوں۔ پھر وہ کس منہ سے حضرت کے "اختلاف" بطور اعتراض پیش کرتے ہیں۔ مرتد اور اس کے تمام ہمنواؤں غیر احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ قرآن مجید کی اکثر آیات اور اکثر احکام ایسے نازل ہوئے۔ جو واجب العمل تھے۔ لیکن بعد کی نازل ہونے والی آیات نے ان احکامات کو منسوخ کر دیا۔ کیا اس اعتقاد کو رکھتے ہوئے خود قرآن پاک میں "اختلاف اور تضاد" ثابت نہیں۔ جب تم خدا کے محفوظ کلام میں "اختلاف" تسلیم کرتے ہو۔ تو پھر کسی نبی کی تحریرات پر "اختلاف" کا الزام لگانا تمہارے لئے کوئی بڑی بات نہیں ؛

ارے ظالمو! قرآنِ مجید کی پانسو آیات کو منسوخ قرار دے کر تم نے کتنا ظلم کیا۔ حالانکہ قرآنِ مجید ہمارے ایمان کے مطابق ایک ایسا کلام ہے۔ جس کا ایک حرف، ایک نقطہ بلکہ ایک شعشہ تک بھی منسوخ نہیں ہوا۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور ایسا اعتقاد رکھنا کہ قرآن مجید کی اکثر آیات منسوخ ہیں۔ قرآن مجید پر صریح ظلم ہے۔ کیا معترض کے پاس اس کا کوئی جواب ہے۔ کہ اگر قرآنِ پاک کی بعض آیات دوسری آیات کو منسوخ کرتی ہیں۔ اور ان میں اختلاف موجود ہے

تو تمہاری دلیل لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا
کے مطابق یہ منجانب غیر اللہ ہوا یا منجانب اللہ ؟ (استغفر اللہ)
یہ گندہ عقیدہ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں اختلاف ثابت کرنا
" اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کا سا معاملہ ہے۔

ہم علانیہ کہتے ہیں۔ کہ مرتد دھرم کوٹی نے جو "پانچ اختلافات" پیش کئے ہیں۔ وہ دشمنی اور حسد کی بنار پر کئے ہیں۔ حالانکہ وہ تحریرات اپنے اندر کوئی تناقض نہیں رکھتیں۔ اور اُس کے " تفنن طبع" کے فقرہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اسباب کو بھی مانتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُس شخص کو پاگل سمجھتے ہیں۔ جو اپنے کلام میں تناقض رکھتا ہو" باوجود اس اقرار کے اس کا آپ کی تصنیفات میں سے "اختلاف ثابت کرنا" سوء فہمی یا بد دیانتی خیال کرنی چاہیئے وبس ؛

پہلا اختلاف

حضرت عیسیٰ کی قبر :۔ مرتد دھرم کوٹی نے پہلا اختلاف یہ پیش کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے کتاب ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ :۔

" سچ تو یہ ہے۔ کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جاکر فوت ہوگیا" (ترک صفحہ ۹ بحوالہ ازالہ اوہام)
اور کتاب کشتی نوح میں لکھا ہے کہ :۔

"بعد اس کے مسیح اس زمین سے پوشیدہ طور پر بھاگ کر کشمیر کی طرف آگیا اور وہیں فوت ہوا" (ترک صفحہ ۹ بحوالہ کشتی نوح)

الجواب ۱ :۔ ازالہ اوہام کا حوالہ غلط ہے۔ اور اس کے فقرہ " سچ تو یہ ہے" میں تحریف کی گئی ہے۔ اصل میں " یہ تو سچ ہے" لکھا ہے۔ مرتد نے " سچ تو یہ ہے" کو بطور " آخری خیال" کے پیش کیا ہے۔ لیکن " یہ تو سچ ہے" میں مخاطب کے عقیدہ کا اظہار ثابت ہے۔ نہ حضرت اقدس کا خیال ہے۔ اس تحریف لفظی کے علاوہ مرتد نے پورا حوالہ درج نہیں کیا۔ جیسا کہ آپ جواب ۲ میں ملاحظہ فرمائینگے۔

الجواب ۲ :۔ حضور نے ازالہ اوہام میں اخبار " نور افشاں مطبوعہ ۲۳ اپریل کا اعتراض" کے عنوان سے ایک مضمون تحریر فرمایا ہے۔ جس کے ایک فقرہ " لا نقربوا الصلوٰۃ"

کہنے والے کی طرح مرتد نے پیش کیا ہے۔ اور عوام الناس کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ حضرت اقدس نے "نور افشاں" کی دلیل یعنی کتاب اعمال کی چند آیات نقل کر کے صاف لکھا ہے۔ کہ :-

"اب پادری صاحب صرف اس عبارت پر خوش ہوکر سمجھ بیٹھے ہیں کہ درحقیقت اسی جسم خاکی کے ساتھ مسیح اپنے مرنے کے بعد آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ لیکن انہیں معلوم ہے۔ کہ یہ بیان لوقا کا ہے۔ جس نے نہ مسیح کو دیکھا۔ اور نہ اس کے شاگردوں سے کچھ سنا۔ پھر ایسے شخص کا بیان کیونکر قابل اعتبار ہو سکتا ہے۔ جو شہادت رویت نہیں اور نہ کسی دیکھنے کے نام کا اس میں حوالہ ہے۔ ماسوا اس کے یہ بیان سراسر غلط فہمی سے بھرا ہوا ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔ لیکن یہ ہرگز سچ نہیں۔ کہ وہ جسم جو دفن ہو چکا تھا۔ پھر زندہ ہو گیا بلکہ اسی باب کی تیسری آیت ظاہر کر رہی ہے۔ کہ بعد فوت ہو جانے کے کشفی طور پر مسیح چالیس دن تک اپنے شاگردوں کو نظر آتا رہا۔ اس جگہ کوئی یہ نہ سمجھ لیوے۔ کہ مسیح بوجہ مصلوب ہونے کے فوت ہوا کیونکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے صلیب سے مسیح کی جان بچائی تھی۔ بلکہ تیسری آیت باب اوّل اعمال کی مسیح کی طبعی موت کی گواہی دے رہی ہے۔ جو گلیل میں اُسکو پیش آئی۔ اس موت کے بعد مسیح چالیس دن تک کشفی طور پر اپنے شاگردوں کو نظر آتا رہا۔ . . . . . . یاد رہے۔ کہ یہ تاویلات اس حالت میں ہیں۔ کہ ہم ان عبارتوں کو صحیح اور غیر محرف قبول کر لیں۔ لیکن اس قبول کرنے میں بڑی دقتیں ہیں۔"

(ازالہ اوہام ص۱۹۷-۱۹۹ طبع سوم)

پھر آپ اپنی کتاب ست بچن میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"ہاں بلادِ شام میں حضرت عیسیٰ کی قبر کی پرستش اور مقررہ تاریخوں پر ہزارہا عیسائی سال بسال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں۔ سو اس حدیث (یعنی لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم

مساجد رواہ البخاری (مؤلف) سے ثابت ہوا۔ کہ درحقیقت وہ قبر
حضرت عیسیٰ ہی کی قبر ہے۔ جس میں مجروح ہونے کی حالت میں
وہ رکھے گئے تھے۔" (حاشیہ صفحہ ۱۶۲)

پھر اُسی کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ :۔

"اور ملک شام کی قبر زندہ درگور کا نمونہ تھا۔ جس سے وہ نکل
آئے۔" (حاشیہ صفحہ ۱۶۴)

ناظرین کرام! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ گلیل ملک شام کی قبر کا جو حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر کیا ہے۔ وہ ازروئے اناجیل و عقاید نصاریٰ ہے
اور آپ نے صاف تشریح فرما دی ہے۔ کہ وہ قبر وہ ہے جس میں حضرت مسیح کو
صلیب پر سے زندہ مگر حالت غشی میں اتارنے کے وقت رکھا گیا تھا۔ اور جس قبر
کی آج تک نصاریٰ پرستش کر رہے ہیں۔ پس اوّل تو وہ قبر جس کا عقاید نصاریٰ
کی رو سے ذکر کیا گیا۔ وہ عیسائیوں کی مجوزہ قبر ہے۔ اور گلیل میں فوت ہونا بھی اُن
کا عقیدہ ہے۔ اور کشمیر میں فوت ہونا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا
عقیدہ ہے۔ اور یہ نہ تو تناقض ہے۔ نہ ہی اختلاف ہے۔ چنانچہ آپ سری نگر
کشمیر میں مسیح کا فوت ہو جانا کئی ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

(الف) "اور تم یقیناً سمجھو۔ کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور کشمیر سرینگر محلہ خانیار
میں اُس کی قبر ہے۔" (کشتیٔ نوح صفحہ ۱۵)

(ب) "قرآن شریف میں ایک آیۃ میں صریح کشمیر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ مسیح
اور اس کی والدہ صلیب کے واقعہ کے بعد کشمیر کی طرف چلے گئے۔ جیسا کہ
فرماتا ہے۔ وَاٰوَیْنٰهُمَا اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ۔ یعنی ہم نے
عیسیٰ اور اُس کی والدہ کو ایک ایسے ٹیلے پر جگہ دی۔ جو آرام کی جگہ تھی۔ اور
پانی صاف یعنی چشموں کا پانی وہاں تھا۔ سو اس میں خدا تعالےٰ نے کشمیر
کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اور اٰوٰی کا لفظ لُغت عرب میں کسی مصیبت
یا تکلیف سے پناہ دینے کے لئے آتا ہے۔ اور صلیب سے پہلے عیسیٰ
اور اس کی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گذرا۔ جس سے پناہ دیجاتی

پس متعین ہوا۔ کہ خدا تعالےٰ نے عیسیٰ اور اُس کی والدہ کو واقعہ صلیب کے بعد اُس ٹیلے پر پہنچایا تھا۔" (کشتی نوح صـ۱۶ حاشیہ)

(ج) "اور جب وہ صلیب سے نجات پاکر کشمیر کی طرف چلے آئے۔" (کشتی نوح صـ۶۰ حاشیہ)

(د) "کہ عیسیٰ بن مریم صلیب سے نجات پاکر اپنی موت طبعی سے بمقام سرینگر کشمیر مرگیا۔" (کشتی نوح صـ۶۸ حاشیہ)

(ہ) "عیسیٰ مسیح کو صلیبی بلا سے رہائی دے کر اُسکو اوراس کی ماں کو ایک ایسی اُونچے ٹیلے پر جگہ دی تھی۔ کہ وہ آرام کی جگہ تھی۔ اوراس میں چشمے جاری تھے۔ یعنی سری نگر کشمیر۔" (کشتی نوح صـ۶۹ حاشیہ)

(و) "ورنہ وہ مصنوعی خدا جو سری نگر (محلہ خانیار) کشمیر میں مدفون ہے۔" (چشمۂ مسیحی صـ۲)

(ز) "پس یقیناً سمجھو کہ وہ خدا (عیسیٰ (ناقل)) مرگیا اور سری نگر محلہ خان یار میں اُس کی قبر ہے۔" (چشمۂ مسیحی صـ۱۲)

ان تمام حوالہ جات سے ظاہر ہوگیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ حضرت عیسےٰ واقعہ صلیب کے بعد ہجرت فرماکر کشمیر چلے آئے اور وہیں فوت ہوئے۔ اگر کوئی عبارت کسی دوسری کتاب میں گلیل[1] یا یروشلم یا شام کے متعلق ملے تو وہ از روئے عقاید نصاریٰ آپ نے بصورت تردید مذہب نصاریٰ لکھی ہے۔ یعنی وہ قبر جس کی آج کل پرستش ہورہی ہے۔ وہ عارضی قبر تھی۔ جس میں حضرت مسیح بحالت "مدہوشی" تین دن رہے تھے۔ اور پھر وہاں سے ہجرت فرماکر کشمیر چلے آئے اور وہیں فوت ہوئے۔ پس مرتد دھرم کوٹی نے جسکو اختلاف قرار دیا ہے۔ وہ اختلاف نہیں۔ اور گلیل میں فوت ہونے کا عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نہیں ہے۔ بلکہ نصاریٰ کا ہے۔ فلا اعتراض

دُوسرا اختلاف

مرتد دھرم کوٹی نے دوسرا اختلاف یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کبھی اپنے آپ کو وہابی کہتے ہیں۔

[1] یاد رہے کہ گلیل، یروشلم اور شام کا ایک ہی مطلب ہے یعنی ملک شام صوبہ گلیل اور شہر یروشلم ہے۔

اور کبھی وہابیوں کے برخلاف اپنا مذہب بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ اسس نے دو حوالے پیش کئے ہیں :-

(۱) "اور اُس شخص کا مجھ کو وہابی کہنا غلط نہ تھا۔ کیونکہ قرآن شریف کے بعد صحیح احادیث پر عمل کرنا ضروری سمجھتا ہوں" (ترک صفہ ۹۰ بحوالہ کلام مرزا صاحب از بدر ۴ جولائی سنہ ۱۹۰۷ء)

(۲) "ہمارا مذہب وہابیوں کے برخلاف ہے" (کلام مرزا صاحب از ڈائری سنہ ۱۹۰۱ صفہ ۲۶)

الجواب :- ان ہر دو عبارتوں کو پڑھکر کوئی سمجھ دار انسان یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان میں تناقض ہے۔ کیونکہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعوٰے اور مذہب موجودہ وہابیوں کے برخلاف ہے۔ اگر آپ کا مذہب وہابی ہوتا تو تمام دنیا کے وہابی اس آپ کے دعوے کو تسلیم کر لیتے۔ اور آپ کو وہابی کہنے اسس شخص کا (جو قادیان کا باشندہ تھا) یہ کہنا محض طنزاً تھا۔ اور آپ نے اُسکی طنز کو اُسی کے سر پر اُلٹ دیا۔ کہ اگر وہ اسس رنگ میں مجھے وہابی کہتا ہے۔ کہ میں موحد ہوں۔ اور ان تمام موجودہ بدعات سے بیزار ہوں۔ جو آج کل حنفیوں میں پائی جاتی ہیں تو اسس لحاظ سے اسکا وہابی کہنا غلط نہیں" کیونکہ حضرت اقدس قرآن مجید کے بعد صحیح احادیث پر عمل کرنا ضروری سمجھتے ہیں + اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آپ موجودہ وہابیوں کے مذہب پر ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ باطل ہے۔ اور ان ہر دو اقوال میں کوئی اختلاف نہیں۔ جیساکہ ہم ثابت کریں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

(الف) "اس میں کیا شک ہے۔ کہ مدار نجات و رضامندی حضرت باری عزاسمہٗ اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ۔ لیکن اس دوسری بات میں بھی کچھ شک نہیں۔ کہ آج کل جو دو گروہ اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے ایک گروہ اہلحدیث یا موحّد کہلاتے ہیں۔ اور دوسرے گروہ اکثر حنفی یا شافعی وغیرہ ہیں اور دونوں گروہ اپنے تئیں اہل سنت سے موسوم کرتے ہیں۔ انمیں سے ایک گروہ نے تفریط کی راہ لی۔ اور دوسرے گروہ نے افراط کی۔

اور اصل منشائے نبوی کو یہ دونوں گروہ اس افراط و تفریط اور غلو کی وجہ سے چھوڑ بیٹھے ہیں۔ تفریط کا طریق موحدین نے اختیار کیا ہے۔ اس گروہ نے ہر ایک طبقہ کے مسلمان اور ہر ایک مرتبہ کی عقل کو اس قدر آزادی دے دی ہے۔ جس سے دین کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور درحقیقت اسی آزادی سے فرقہ نیچریہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت سیدنا نبی علیہ السلام اور خدا کے پاک کلام کی باقی نہیں رہی۔ جس حالت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لا یمسّہٗ الا المطہّرون اور ایسا ہی حدیث نبوی میں بھی ہے۔ کہ تم دیکھ لیا کرو۔ کہ اپنے دین کو کس سے لیتے ہو پس یہ کیونکر ہو سکے۔ کہ ہر ایک شخص جسکو ایک کامل حصہ تقویٰ کا بھی حاصل نہیں۔ اور نہ وہ بصیرت اُسکو عطا کیگئی ہے۔ جو پاک لوگوں کو دی جاتی ہے۔ وہ جس طرح چاہے۔ قرآن کے معنے کرے اور جس طرح چاہے حدیث کے معنے کرے۔ بلاشبہ وُہ ضلّوا و اضلّوا کا مصداق ہوگا۔ اگر یہی خدا تعالےٰ کا بھی منشاء تھا۔ کہ تمام لوگوں کو اس قدر آزادی دی جائے۔ تو پھر انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ سے صرف آسمان سے بغیر توسط کسی انسان کے قرآن شریف نازل ہو سکتا تھا۔ پس جبکہ یہ سلسلہ ہدایتِ الٰہی کا انسانی توسط سے ہی شروع ہُوا ہے۔ اور توسط اُن لوگوں کا جو خدا سے ہدایت پاتے ہیں۔ پس اس سے سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہی طریق قیامت تک جاری رہیگا۔ اسی کی طرف اشارہ وہ حدیث کرتی ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے۔ کہ ہر ایک صدی کے سر پر مجدّد مبعوث ہوگا۔ اور اس کی طرف یہ آیت کریمہ اشارہ کرتی ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحٰفظون۔ یعنی خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ میں نے اس دین کی محافظت اپنے ذمّہ لی ہے۔

پس جبکہ خدا کے ذمہ اس دین کی محافظت ہے۔ تو اس سے سمجھا جاسکتا ہے۔ کہ محافظت کے بارہ میں جو قدیم قانون خدا کا ہے۔ اسی طریق اور منہاج سے وہ دین اسلام کی محافظت کریگا۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً۔ اور وہ طریق مجددین و مصلحین کا ہے۔ غرض موحدین نے تو حد سے زیادہ بے قیدی اور آزادی کا راستہ کھول دیا ہے۔ بغل میں مشکوٰۃ یا بخاری یا مسلم چاہیئے اور عربی خوانی کی استعداد۔ پھر ایسے اشخاص کو حسب رائے موحدین کسی امام کی ضرورت نہیں ؛

اور فرقہ مقلدین اس قدر تقلید میں غرق ہیں۔ کہ وہ تقلید اب بُت پرستی کے رنگ میں ہو گئی ہے۔ غیر معصوم لوگوں کے اقوال حضرت سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کے برابر سمجھے جاتے ہیں۔ صدہا بدعات کو دین میں داخل کر دیا ہے قرأت فاتحہ خلف الامام اور آمین بالجہر پر یُوں چڑتے ہیں جس طرح ہمارے ملک کے ہندو بانگ نماز پر۔ خوب جانتے ہیں۔ کہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب حدیث صحیح ہے اور قرآن کریم فاتحہ سے ہی شروع ہُوا ہے۔ مگر پھر بھی اپنی ضد کو نہیں چھوڑتے۔ پس اس تنازع میں فیصلہ یہ ہے۔ کہ اہل بصیرت اور معرفت اور تقوے اور طہارت کے قول اور فعل کی اس حد تک تقلید ضروری ہے۔ جب تک کہ بہداہت معلوم نہ ہو۔ کہ اس شخص نے عمداً یا سہواً قرآن اور احادیث نبویہ کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک نظر دقائق دنیا تک پہنچ نہیں سکتی۔ لا یمسّہ الا المطھرون۔ مطہر کا دامن پکڑنا ضروری ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ شرط ہے۔ کہ وہ شخص جس کی ان شرطوں کے ساتھ تقلید کی جاوے۔

معضلات دین جو حالات موجودہ زمانے کے موافق پیش آویں۔ اس سے حل کر سکیں۔ اسی کی طرف اشارہ صداقت من لم یعرف امام زمانہ کرتی ہے۔" (فتاویٰ احمدیہ ص۵۹ طبع اوّل)

(ب) "میں نے ایک دفعہ ایک غیر مقلد سے جو اہل حدیث کہلاتے ہیں پوچھا۔ کہ جب کہ بقول تمہارے حضرت مسیح نے ہزار ہا پرندے بنائے ہیں۔ تو کیا تم ان دو قسم کے پرندوں میں کچھ فرق کر سکتے ہو۔ کہ مسیح کے کون سے ہیں اور خدا کے کون سے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ آپس میں مل گئے۔ اب کیونکر فرق ہو سکتا ہے۔ اس اعتقاد سے نعوذ باللہ خدا تعالےٰ بھی دھوکہ باز ٹھہرتا ہے۔ کہ اپنے بندوں کو تو حکم دیا۔ کہ میرا کوئی شریک نہ بناؤ۔ اور پھر آپ حضرت مسیح کو ایسا بڑا شریک اور حصہ دار بنا دیا۔ کہ کچھ تو خدا کی مخلوقات اور کچھ حضرت مسیح کی مخلوقات ہے، بلکہ مسیح خدا کے بعث بعد الموت میں بھی شریک اور علم غیب میں بھی شریک۔ کیا اب نہ کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔" (تحفہ گولڑویہ ص۱۱۳ حاشیہ)

(ج) "اس جگہ ان لوگوں پر سخت افسوس آتا ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ ہم **اہل حدیث ہیں**۔ اور سورۃ فاتحہ پر ہمیشہ زور دیتے ہیں۔ کہ اس کے بغیر نماز پوری نہیں ہوتی۔ حالانکہ سورۃ فاتحہ کا مغز مسیح موعود کی تابعداری ہے۔ جیسا کہ متن میں ثابت کیا گیا۔"

(تحفہ گولڑویہ ص۱۲۴ حاشیہ)

(د) "اہل حدیث فعل رسول اور قول رسول دونوں کا نام حدیث ہی رکھتے ہیں۔ ہمیں ان کی اصطلاح سے کچھ غرض نہیں۔ دراصل سنت الگ ہے۔ جس کی اشاعت کا اہتمام خود آنحضرتؐ نے بذاتِ خود فرمایا اور حدیث الگ ہے۔ جو بعد میں جمع ہوئی۔" (کشتی نوح ص۵ حاشیہ)

(ذ) "ورنہ سنت نے ایک ہی طریق بتلایا تھا۔ پھر روایات کے تداخل نے اس طریق کو جنبش دے دی۔ اسی طرح احادیث کی غلط فہمی نے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ شیعہ بھی اسی سے ہلاک ہوئے۔ اگر قرآن کو اپنا حَکَم ٹھیراتے۔ تو ایک سورت نُور ہی ان کو نور بخش سکتی تھی۔ مگر حدیثوں نے ان کو ہلاک کیا۔ اسی طرح حضرت مسیح کے وقت وہ یہودی ہلاک ہو گئے۔ جو اہلحدیث کہلاتے تھے۔" (کشتی نوح ص۵۹)

ناظرین کرام! ان پانچ حوالوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب ثابت ہے۔ کہ آپ کا مذہب حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مذہب تھا۔ آج کل جس قدر مسلمانوں میں گروہ پائے جاتے ہیں۔ وہ یا تو افراط کا راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یا تفریط کا۔ لیکن حضرت مسیح موعود ؑ کا مذہب صراط مستقیم ہے۔ لہذا معترض کا حضرت اقدس کے اقوال میں اختلاف قرار دینا پرلے درجہ کی کذب بیانی ہے۔ ہم نے اس اختلاف کی تردید کرتے ہوئے اصولی طور پر بذریعہ ان حوالہ جات کے اختلاف ۳۲ اور ۳۳ کے جواب بھی اسی میں درج کر دئے۔ اور تفصیلی جواب موقعہ پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

یاد رہے۔ کہ مرتد دھرم کوٹی کے مزعومہ اختلاف کی تردید کے لئے اُن عبارات اور حوالہ جات کو مدِنظر رکھا گیا ہے۔ جو متفقہ طور پر کثرت کے ساتھ آپ کی کتب میں ملتے ہیں۔ اور وہی آپ کا عقیدہ اور قطعی رائے متصور ہونی چاہیئے۔ جس میں کسی عقیدہ کے متعلق آپ کی تحریرات اور اقوال کثرت کے ساتھ متفق ہوں۔

تیسرا اختلاف	مرتد دھرم کوٹی نے جس قدر آج تک اپنی کتاب کے صفحات سیاہ کئے ہیں۔ اس کے

ساتھ ہی اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتا آیا ہے۔ اس نادان کو اتنا پتہ نہیں۔ کہ حنفیّت کیا چیز ہے۔ اور حنفی کہلانا کیا معنے رکھتا ہے۔ اگر اُسے معلوم ہوتا۔ تو وہ اس "بھونڈے اختلاف" کو نہ پیش کرتا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

(۱) "لوگوں نے جو اپنے نام حنفی۔ شافعی وغیرہ رکھے ہیں۔ یہ سب بدعت ہیں۔" (ترک ص۹ بحوالہ ڈائری ص۵)

(۲) "ہمارے جو آتا ہے۔ اُسے پہلے ایک حنفیّت کا رنگ چڑھانا پڑتا ہے۔ میرے خیال میں یہ چاروں مذہب اللہ تعالےٰ کا فضل ہیں اور اسلام کے واسطے ایک چار دیواری۔"

(ترک ص۹ بحوالہ کلام مرزا ڈائری لنہ ۱۹ء ص۲۷)

الجواب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس **حنفیّت** کا رنگ چڑھانا بیان فرمایا ہے۔ وہ وہی **حنفیّت** ہے۔ جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام قائم تھے۔ اور وہی **حنفیّت** کا رنگ ہے۔ جو **لا الٰہ الا اللہ** سے چڑھایا جاتا ہے۔ اُسی رنگ کو **صبغۃ اللہ** قرار دیا گیا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام پر چڑھایا۔ جسکو توحید الٰہی کہا جاتا ہے۔ دنیا میں جس قدر انبیاء اور اولیائے کرام آئے۔ وہ اسی رنگ کو چڑھانے کے لئے آئے تھے۔ اور اس زمانہ میں **موحّد اعظم** نے اُسی **حنفیّت** کا رنگ چڑھایا۔ اور ان مختلف رنگوں سے آلودہ لوگوں کو بچایا۔ جو اپنا اپنا رنگ بنائے ہوئے تھے۔

کوئی کہتا تھا۔ کہ میں حنفی ہوں اور کوئی کہتا تھا۔ کہ میں شافعی ہوں۔ لیکن وہ دراصل نہ حنفی تھے اور نہ شافعی۔ اس لئے خدا نے ایک **پکّے حنفی** کو بھیجا۔ جس نے لوگوں پر از سر نو **حنفیّت** کا رنگ چڑھایا۔

حضرت اقدس کا ہر چہار مذاہب کو اللہ تعالےٰ کا فضل قرار دینا یہ مطلب نہیں

رکھتا۔ کہ موجودہ حنفی اور شافعی۔ حنبلی اور مالکی جنھوں نے اسلام کو بدنام کر رکھا ہے۔ خدا کا فضل ہیں اور اسلام کے لئے چار دیواری۔ بلکہ ان چار مذہبوں سے ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ جنھوں نے ایک ایسے زمانہ میں اسلام کی خدمت کی۔ جب کہ اسلام پر طرح طرح کے حملے ہو رہے تھے۔ اور اسلام اپنی ظاہری شان و شوکت کے ساتھ نمایاں فتوحات حاصل کر رہا تھا۔ ہزارہا بے دین لوگوں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور ایسے لوگوں کے لئے تفقّہ فی الدّین کا خیال ضروری تھا۔ مگر کسی نے نہ کیا۔ اس وقت ایک طرف شیعیت کا زور تھا۔ اور دوسری طرف فلسفہ کا۔ اسلامیات کے متعلق اور اسلام کے مستقبل کے متعلق چند خدا کے پاکباز لوگوں کو خیال آیا۔ اور انہوں نے علمی جہاد شروع کیا۔ اور علی الخصوص عِلمِ فِقہ کے میدان میں اُترے۔ یعنے حضرت امام مالک۔ حضرت امام ابوحنیفہ۔ حضرت امام ادریس شافعی۔ اور حضرت احمد بن حنبل نے قرآن اور حدیث کی خدمت کی۔ اور اس طریقہ سے وہ اسلام کے محافظ قرار دئے گئے۔ وہ واقعی خدا کا فضل تھے۔ اور اسلام کے لئے چار دیواری تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

(الف) "ہاں جس قدر آئمہ اربعہ رضی اللہ عنہم یا ان کے شاگردوں نے دین میں کوشش کی ہے۔ حتے المقدور ان کی کوششوں سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور ان بزرگوں کے اجتہادات کو نیک ظن کے ساتھ دیکھنا چاہیئے۔ ان کا شکر کرنا چاہیئے۔ اور تعظیم اور نیکی کے ساتھ ان کو یاد کرنا چاہیئے۔ اور ان کی عزت اور قبولیّت کو رد نہیں کرنا چاہیئے۔" (فتاویٰ احمدیہ صہ طبع اوّل)

(ب) "امام بزرگ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض تابعین کو بھی دیکھا تھا۔ اور وہ فانی فی سبیل اللہ اور علم دین کا ایک بحرِ اعظم تھا۔ اور دوسرے

سب اُس کی شاخیں ہیں۔ اس کا نام اہل الرائے رکھنا ایک بھاری خیانت ہے۔ امام بزرگ ابو حنیفہ کو علاوہ کمالات علم آثار نبویہ کے استخراج مسائل قرآن میں ید طولیٰ تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی پر خدا تعالیٰ رحمت کرے۔ انہوں نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ امام اعظم صاحب کی آنے والے مسیح کے استخراج مسائل قرآن میں ایک روحانی مناسبت ہے" (فتاویٰ احمدیہ ص۳ طبع اوّل)

ان ہر دو اقتباسات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت اقدس کا چار مذہبوں کو اللہ تعالیٰ کا فضل قرار دینا حضرات آئمہ اربعہ کے متعلق ہے۔ جو کہ حنفیّت کے پکّے حامل تھے۔ اور اس **حنفیّت** کے معنے قرآن مجید نے یوں بیان فرمائے ہیں :-

ثُمَّ اوحینا الیك ان اتّبع ملّۃ ابراھیم حنیفا ۚ وما کان من المشرکین (النحل ع ۱۵) اے رسول ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملّت ابراہیم کی تابعداری کر جو کہ موحّد تھا۔ اور ہرگز مشرک نہ تھا"

پس حضرت اقدس کی حنفیّت وہی ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ اور آپ کا دوسرا قول اس کے مخالف نہیں۔ بلکہ موجودہ حنفی اور شافعی کہلانے والوں کا دعویٰ اور رنگ میں ہے۔ وہ ابراہیمی اور محمدی حنفیّت کی طرف یہ بات منسوب نہیں کرتے۔ بلکہ انہوں نے یہ نام تفرقہ اندازی کی نیت سے ان اماموں کی طرف منسوب کر دئے ہیں۔ جن کے وہ ادعائی مقلّد ہیں۔ حالانکہ مسیح موعودؑ کے آنے کے بعد یہ تقلید باطل ہو جاتی ہے۔ اور اصل بات یہ ہے۔ کہ اُن کا اصلی حنفیّت کو ترک کر کے اپنے فرقہ کے نام کو کسی امام کی طرف منسوب کرنا بدعت ہے۔ اور اسلام میں تفرقہ پیدا کرنا ہے۔ آئمہ اربعہ کے اختلافات اس رنگ

کے نہیں تھے۔ اور نہ ہی انہوں نے قوم کو یہ حکم دیا تھا۔ کہ تم ہمارے نام پر الگ فرقے قائم کر کے حنفی اور شافعی کہلاؤ۔ یہ جو کچھ ہُوا۔ لوگوں نے پیدا کیا۔ امام اعظم کی کنیت پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھنا ہی بدعت ہے۔ اور اس صورت میں "حنفی" کوئی مذہب نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح شافعی وغیرہ ؛

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آئمہ اربعہ کے مذاہب کو بدعت نہیں فرمایا۔ بلکہ موجودہ تفرّقہ انداز فرقوں کو بدعت قرار دیا ہے۔ اور اس بدعت کی صورت جبکہ مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے موجود تھی۔ اور آپ کے آنے کا یہی مطلب تھا۔ کہ اس تفرقہ کو مٹائیں۔ اور اس بدعت کو دُور کریں۔ پس آپ کی آمد پر ان لوگوں کا حنفی اور شافعی کہلانا ایک بہت بڑی بدعت ٹھیری۔ کیونکہ حَکَم اور عَدل نے آکر فیصلہ کر دیا۔ کہ اسلام ایک سچّا مذہب ہے۔ اس میں کوئی فرقہ پیدا کرنا اور اماموں کی طرف اپنے فرقہ کو منسوب کرنا غلط ہے۔ قرآن ہی ایک قبلہ ہے۔ جس کی طرف تمام فرقوں کو جُھک جانا چاہیئے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:—

"افترقت الامّة وتشاجرت الملّة فمنهم حنبلیٌ وشافعیٌ ومالکیٌ وحنفیٌ وحزب المتشیعین ولا شك ان التعلیم کان واحداً ولاکن اختلفت الاحزاب بعد ذالك فترون کل حزبٍ بما لدیهم فرحین وکل فرقة بنی لمذهبه قلعة ولا یرید ان یخرج منها ولو وجد احسن منها صورة وکانوا لعماس اخوانهم متحصّنین فارسلنی الله لاستخلص الصیاصی واستدنی القاصی وانذر

العاصی ویرتفع الاختلاف ویکون القراٰن مالك النواصی وقبلة الدّین ؎

(فتاویٰ احمدیہ صٹ طبع اوّل بحوالہ آئینہ کمالات اسلام)

ترجمہ:۔ امت کے کئی فرقے بن گئے۔ اور ملّت میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ کچھ حنبلی، شافعی، مالکی، حنفی اور کچھ اہل تشیّع بن گئے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ابتدا میں تعلیم اسلام ایک ہی تھی۔ لیکن بعد ازاں کئی مختلف گروہ بن گئے۔ اور ہر گروہ اپنے عندیہ پر مسرور رہے۔ ہر فرقے نے اپنے مذہب کا کا ایک قلعہ بنا رکھا ہے۔ اور اس سے نکلنا نہیں چاہتے۔ اگرچہ اس سے بہتر صورت اُن کو مل جائے۔ اور اپنے بھائیوں کی جہالت اور تاریکی کے قلعے کو مضبوط بنا رہے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ کہ اہل قلعہ کو خلاصی دوں۔ اور دور کو نزدیک کروں۔ اور سرکشوں کو عذاب الٰہی کی خبر سناؤں۔ اور اختلاف رفع ہو جائیں۔ اور قرآن کریم پیشانیوں کا مالک اور دین اسلام کا قبلہ ہو؎

اب ظاہر ہے۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اس بدعت کو مٹانے کے لئے تھی۔ اب اگر کوئی آپ کے دعوے کو یا آپ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور اُسی بدعت پر قائم ہے۔ جس پر پہلے تھا۔ تو اس صورت میں باوجود موعود آخر الزمان کی آمد کے حنفی اور شافعی کہلانا بدعت نہیں تو اور کیا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہر دو اقوال میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور مرتد دھرم کوٹی کا اعتراض باطل ہے ؂

ان الباطل کان زھوقا

چوتھا اختلاف

"حضرت مسیح کے پرندے"۔ مرتد دھرمکوٹی نے حضرت اقدس کے دو اقتباس پیش کئے ہیں۔ کہ آپ ایک طرف تو مسیحؑ کی چڑیوں کا پرواز تسلیم کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف انکار کرتے ہیں"۔ ناظرین کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ "اختلاف" کا ہونا یا نہ ہونا جب ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ پوری عبارتیں درج کی جائیں۔ معترض کا مقصد صرف مغالطہ دہی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ لوگ نامکمل حوالے درج کر کے بات کا تبنگڑ بنا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہی ان کے مدنظر ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اقتباس حسب ذیل ہیں۔

(۱) "حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھی"۔ (ترک ص ۹۰/۹۱ بحوالہ آئینہ کمالات اسلام ص ۶۵)

(۲) "اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ان پرندوں کا پرواز قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا"۔ (ترک ص ۹۰/۹۱ بحوالہ ازالہ اوہام ص ۳۰۷)

الجواب:۔ ہم اگر انہی دو حوالجات کو ہی سامنے رکھ لیں۔ تب بھی انمیں کوئی اختلاف نظر نہیں آتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آئینہ کمالات اسلام میں جو یہ لکھا ہے۔ کہ قرآن کریم سے حضرت مسیح کی چڑیوں کا پرواز معجزہ کے طور پر ہے"۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ معجزہ کے طور کا پرواز دائمی نہیں تھا۔ بلکہ عارضی تھا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا سانپ بنجاتا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ لاٹھی کی لاٹھی ہی تھی۔ اسی طرح ازالہ اوہام کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید سے ہرگز اُن پرندوں کا حقیقی پرواز اور دائمی پرواز ثابت نہیں۔ پہلے حوالہ میں حضرت اقدس کا "مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھی"۔ فرمانا ظاہر کرتا ہے۔ کہ اُن کا پرواز عارضی تھا۔ اور نمبر ۲ میں فرمانا کہ اُن کا پرواز حقیقی یا دائمی قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں۔ ایک ہی معنیٰ رکھتا ہے چنانچہ آپ اس کی تشریح دوسری کتاب میں فرماتے ہیں:۔

(الف) "ایک صاحب ہدایت اللہ نام جنہوں نے انکار معجزات عیسوی کا الزام اس عاجز کو دیکر ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے۔ وہ اپنے زعم میں ہماری کتاب ازالہ اوہام کی بعض عبارتوں سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ گویا ہم نعوذ باللہ سرے سے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات سے منکر ہیں۔ مگر واضح رہے کہ ایسے لوگوں کی اپنی نظر اور فہم کی غلطی ہے ہم یں حضرت مسیح علیہ السلام کے صاحب معجزات ہونے سے انکار نہیں۔ بیشک اُن سے بھی بعض معجزات ظہور میں آئے"۔ (شہادت القرآن ص ۳۸)

(ب) "مخالف لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے خالق طیور اور محی اموات کا منکر ہے۔ اور اسکو نہیں مانتا۔ مگر میرا جواب یہ ہے۔ کہ میں حضرت مسیح کے اعجازی احیاء اور اعجازی خلق کو مانتا ہوں۔ ہاں اس بات کو نہیں مانتا۔ کہ حضرت مسیح نے خدا تعالےٰ کیطرح حقیقی طور پر کسی مردہ کو زندہ کیا ہو۔ یا حقیقی طور پر کسی پرندہ کو پیدا کیا ہو۔ کیونکہ اگر حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مردہ زندہ کرنے اور پرندہ پیدا کرنے کو تسلیم کیا جائے۔ تو اس سے خدا تعالےٰ کی خلق اور اُس کا احیاء مشتبہ ہو جائیگا۔ مسیح علیہ السلام کے پرندوں کا حال عصائے موسیٰ کی طرح ہے۔ جیسے وُہ سانپ کیطرح دوڑتا تھا۔ مگر ہمیشہ کے لئے اُس نے اپنی اصلی حالت کو نہ چھوڑا تھا۔ ایسا ہی محققین نے لکھا ہے۔ کہ مسیح کے پرندے لوگوں کے نظر آنے تک اُڑتے تھے۔ لیکن جب نظر سے اوجھل ہو جاتے۔ تو زمین پر گر پڑتے۔ اور اپنی اصلی حالت پر آ جاتے تھے۔" (حمامۃ البشریٰ صہ ۹۰)

(ج) "واضح ہو کہ انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک وُہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں۔ جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ جیسے شق القمر جو ہمارے سیّد و مولیٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اور خدا تعالےٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راستباز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اسکو دکھایا تھا (۲) دوسری عقلی معجزات ہیں۔ جو اس خارقِ عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جو الہام الٰہی سے ملتی ہے۔ جیسے حضرت سلیمان کا وہ معجزہ جو صرح ممرد من قواریر ہے۔ جس کو دیکھکر بلقیس کو ایمان نصیب ہوُا۔ اب جاننا چاہیئے۔ کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کیطرح صرف عقلی تھا۔" (ازالہ اوہام طبع اول صہ ۳۰۱)

ناظرین! ان ہر سہ عبارات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مسیح کے معجزہ پرواز طیور کا انکار ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ان اقتباسات سے ظاہر ہے۔ یعنی اُن کا پرواز جو قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے۔ وُہ عارضی ہے۔ اور جس پرواز کا انکار کیا گیا ہے۔ وہ دائمی پرواز ہے۔ بات ایک ہی ہے۔ ہر دو حوالوں میں آپ نے حقیقی پرواز سے انکار فرمایا ہے۔ اور انمیں کوئی اختلاف نہیں۔ پس مرتد کا اعتراض ان ہر سہ عبارات سے باطل ہو جاتا ہے ؎

یاد رہے۔ کہ قرآن مجید میں بیشک خلق الطیور کو حضرت مسیحؑ سے منسوب کیا گیا ہے۔ مگر دوسری آیات قرآنیہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل اللہ خالق کل شیءٍ وھو الواحد القھار (رعد ع ۱) خلق کل شیءٍ فقدرہٗ تقدیراً (فرقان ع ۱) ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (البقرہ ع ۳) ھو اللہ الخالق الباریٔ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ (الحشر ع ۳) ھل من خالق غیر اللہ (فاطر ع ۱) اے رسول کہدے کہ صرف اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے اور وہی قہار ہے۔ اُسی نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔ اور اسکے لئے اندازہ فرمایا۔ وہی ایک اللہ تعالےٰ ہے۔ جس نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے پیدا کیا۔ وہی اللہ ہے۔ جو خالق اور باری اور مصوّر ہے۔ اسی کیلئے اسماء الحسنیٰ ہیں۔ اے مشرکو! کیا خدا کے سوا کوئی خالق ہے۔ ہرگز نہیں۔

اس قسم کی سینکڑوں آیات ہیں۔ جو اس مشرکانہ خیال کو پارہ پارہ کر رہی ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے ہرگز ہرگز ایسے پرندے نہیں بنائے۔ جنکا پرواز دائمی ہو۔ اور وہ حقیقی پرندے ہوں۔ انہی آیات کی رُو سے مسئلہ خلق الطیور کی تاویل کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں مفسرین کا عقیدہ پیش کرینگے۔ جس سے یہ صاف طور پر معلوم ہو جائیگا۔ کہ جس پرواز کو حضرت مسیح موعود نے بیان فرمایا ہے۔ اسکو مفسرین بھی تسلیم کرتے ہیں۔

مفسّرین اور حضرت مسیحؑ کے پرندے

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات کی موجودگی میں کوئی حقیقی مسلمان اس بات کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ کہ واقعی حضرت مسیحؑ کے پرندے حقیقی تھے۔ اور وہ خدا کے پیدا کئے ہوئے پرندوں کی طرح ہمیشہ کے لئے پرواز کرتے تھے۔ اور انہیں خلط ملط ہو گئے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مفسّرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح کے مخترعہ پرندے صرف ناظرین کی نظروں تک پرواز کرتے تھے۔ اور اوجھل ہوتے ہی پھر مٹی کی مٹی ہو جاتے تھے۔

(۱) علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:-

"خلق لھم الخفاش لانہ اکمل الطیر خلقاً فکان یطیر وھم ینظرونہ فاذا غاب عن اعینھم سقط میتاً" (جلالین مطبع مجتبائی صفحہ ۴۹)

ترجمہ :- اُن کے لئے چمگادڑ بنایا کیونکہ وہ پرندوں میں سے کامل ہے۔ از روئے بناوٹ کے۔ پس وہ اڑتا تھا۔ اور وہ اسکو دیکھتے تھے۔ پھر جب اُن کی آنکھوں سے غائب ہو جاتا تھا۔ تو مردہ ہو کر گر جاتا تھا؟

(۳) امام وہب کا قول ہے :-

"کان یطیر ما دام الناس ینظرون الیہ فاذا غاب عن اعینھم سقط میتاً" (تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۹۵)

ترجمہ :- وہ اڑتا تھا جبتک وہ لوگوں کی نظر میں تھا۔ اور جب غائب ہو جاتا۔ تو مردہ ہو کر گر جاتا تھا۔

(۴) علامہ ابن حیان فرماتے ہیں :-

"تواطأ النقل عن المفسرین ان الطائر الذی خلقہ عیسیٰ کان طیرا ما دام الناس ینظرون الیہ فاذا غاب عن اعینھم سقط میتاً۔

(البحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۴۶۶)

ترجمہ :- مفسرین سے اس نقل کے ساتھ پوری مطابقت ہے۔ کہ جس پرندہ کو عیسیٰ نے بنایا تھا۔ وہ لوگوں کے سامنے اڑتا۔ اور جب غائب ہوتا۔ تو مردہ ہو کر گر جاتا تھا۔

اسی طرح تمام مفسرین نے یہی تاویل کی ہے۔ کہ وہ مصنوعی پرندہ لوگوں کے سامنے پرواز کرتا تھا۔ لیکن بعد او جھل ہونیکے پھر میت کا میت ہو جاتا تھا۔

اس جگہ ہم مرتد دھرمکوٹی سے پوچھینگے۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ ان تمہارے مفسرین نے بھی وہی خیال ظاہر کیا ہے۔ جس خیال کے متعلق تمہارا اعتراض ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اُن پرندوں کا پرواز تسلیم نہیں کیا۔ اسکے متعلق ہم دوبارہ تشریح کر دیتے ہیں۔ کہ جس پرواز کو تسلیم کیا ہے۔ وہ عارضی پرواز ہے۔ اور جس سے انکار کیا ہے۔ وہ دائمی پرواز ہے۔ پس یہ ہر دو صورتیں اپنے اندر تناقض نہیں رکھتیں۔ بلکہ ہر دو حوالہ جات آئینہ کمالات اسلام اور ازالۂ اوہام کے جن میں تمہیں اختلاف نظر آتا ہے۔ تمہارے مشرکانہ عقیدہ پر بجلی گراتے ہیں۔

واضح رہے۔ کہ معترض نے اس فصل میں اُن اختلافات پر ضمنی اعتراض کوئی نہیں

کیا۔ جس سے ہمیں زیادہ بحث کرنے کی ضرورت پڑتی۔ اُسکے خیال کے لحاظ سے اس "اختلاف" مزعومہ کی حقیقت منکشف ہو گئی ہے۔ اور اُسکے اعتراض کو واضح طور پر رفع کر دیا گیا ہے۔ بفضلہ تعالےٰ

پانچواں اختلاف

اس نمبر میں مرتد دھرمکوٹی نے جو "مزعومہ اختلاف" پیش کیا ہے۔ اُس سے وُہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک طرف تو کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے اُن کی وفات کے بعد اور قبل از قیامت نصاریٰ کے عقیدہ فاسدہ کے متعلق سوال ہو چکا ہے۔ اور دوسری طرف کہتے ہیں۔ کہ یہ سوال بروز قیامت ہو گا۔ چنانچہ اس نے دو اقتباس پیش کئے ہیں:۔

(۱) آیت فلما توفیتنی سے پہلے یہ آیت ہے۔ واذ قال اللہ یا عیسےٰ ءانت قلت للناس الخ اور ظاہر ہے۔ کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے۔ اور اس کے اوّل اِذْ موجود ہے۔ جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا۔ نہ زمانہ استقبال کا"

(ترک ص۹۱ بحوالہ ازالہ اوہام ص۶۰۲ طبع اوّل)

(۲) "جس شخص نے کافیہ یا ہدایت النحو بھی پڑھی ہو گی۔ وُہ خوب جانتا ہے۔ کہ ماضی مضارع کے معنوں پر بھی آجاتی ہے۔ بلکہ ایسے مقامات میں جبکہ آنیوالا واقعہ متکلم کی نگاہ میں یقینی الوقوع ہو۔ مضارعہ کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون اور جیسا کہ فرمایا۔ وَاِذْ قال اللہ یعیسےٰ ابن مریم ءَانتَ قُلتَ لِلنّاس اتخذونی و امی الٰھین من دون اللہ۔ قال اللہ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم"

(ترک ص۹۱ بحوالہ براہین پنجم ص۹۱)

الجواب ۱:۔ معترض کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ یہ دونو حوالے اپنے اپنے مقام پر الگ الگ مطلب رکھتے ہیں۔ اور نفسِ مضمون کے لحاظ سے ایک نہیں۔ حوالہ ۱ میں مسئلہ وفات مسیح پر بحث کرتے ہوئے قرآن مجید کے دوسرے مقامات کو پیش کر کے "ماضی" کی ایک صورت پیش کی گئی ہے۔ جیسا کہ

مکمل حوالہ سے خوب روشن ہو جائیگا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"افسوس کہ بعض علماء جب دیکھتے ہیں۔ کہ توفّی کے معنے حقیقت میں موت دینے کے ہیں۔ تو پھر یہ دوسری تاویل پیش کرتے ہیں۔ کہ آیت فلما توفیتنی میں جس توفی کا ذکر ہے۔ وہ حضرت عیسےٰؑ کے نزول کے بعد واقع ہوگی لیکن تعجب کہ وہ اس قدر تاویلات رکیکہ کرنے سے ذرہ بھی شرم نہیں کرتے۔ وہ نہیں سوچتے کہ آیت فلما توفیتنی سے پہلے یہ آیت ہے۔ واذ قال اللہ یا عیسےٰ ءانت قلت للناس الخ اور ظاہر ہے۔ کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے۔ اور اسکے اوّل اِذْ موجود ہے۔ جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا۔ پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسےٰؑ کی طرف سے ہے۔ یعنی فلما توفیتنی وہ بھی بصیغہ ماضی ہے۔ اور اس قصہ سے پہلے جو بعض دوسرے قصے قرآن کریم میں اسی طرز سے بیان کئے گئے ہیں۔ وہ بھی انہی معنوں کے مؤید ہیں، مثلاً یہ قصہ واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ کیا اسکے یہ معنی کرنے چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ کسی استقبال کے زمانہ میں ملائکہ سے ایسا سوال کریگا۔ ماسوا اسکے قرآن شریف اس سے بھرا پڑا ہے۔ اور حدیثیں بھی اس کی مصدق ہیں۔ کہ موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور باز پرس سوالات ہوا کرتے ہیں۔" (ازالہ اوہام صہ ۶۰۲ طبع اوّل)

یہ وہی مکمل حوالہ ہے۔ جہاں سے معترض نے مغالطہ دہی کیلئے دو تین فقرے پیش کرکے اختلاف ثابت کرنا چاہا تھا۔ لیکن یہ حوالہ اُسکے مسلّمہ عقائد پر بھی تبر کا حکم رکھتا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے مخالفین کے سامنے اُنکی ناجائز تاویلات کو ردّ کرتے ہوئے ایک ایسی صورت پیش کی ہے۔ جو مخالفین علماء اور نحو کے مسلمات میں سے ہے۔ کہ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ کہ اِذْ خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔ اور قرآنی آیت واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ سے یہ بات ظاہر ہے۔ تو اس صورت میں یہ قصہ بھی جو توفیتنی کا مؤید ہے وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا قصہ تھا۔ کیونکہ آیت واذ قال ربک یہ ظاہر

کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے زمانہ ماضی میں فرمایا تھا۔ کہ میں آدم کو پیدا کرنیوالا ہوں۔ یہ ایک ایسی دلیل تھی جسکا مخالفین کے پاس کوئی جواب نہیں پس اس اعتراض کو حل کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) اگر ماضی اور مضارعہ کے اختلاف پر اعتراض کیا جائے۔ تو قرآن مجید پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید نے کئی مقامات میں صیغہ ماضی کو زمانہ ماضی کیلئے استعمال کیا ہے۔ اور یہ قصہ جو حضرت عیسےٰؑ سے سوال کرنے کا ہے۔ یہ بھی صیغہ ماضی سے بیان کیا ہے۔ اس صورت میں یہ سوال قبل از قیامت ہوگیا۔ اور حدیث من مات فقد قامت قیامتہٗ بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ کہ متوفی کی وفات کے بعد اُس کے لئے قیامت بپا ہو جاتی ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی حضرت عیسےٰؑ پر قیامت واقع ہوگئی ؛

(ب) اگر کہا جائے۔ کہ یہ سوال نہیں ہوا۔ کیونکہ حضرت عیسےٰؑ ابھی تک زندہ ہیں۔ تو اس کا بھی جواب ہے۔ کہ فرشتے بھی موجود ہیں۔ اور ان سے بھی یہ سوال نہیں ہوا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں سے آدم کی پیدائش کے بارہ میں پوچھیگا اور پھر آدم کو پیدا کریگا۔ نہ تو ابھی تک آدم ہوا۔ اور نہ اور کچھ۔ اس صورت میں بھی ماضی اور مضارع کی بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے ؛

اصل مطلب اس بحث کا یہ ہے۔ کہ علماء کی یہ تاویل غلط ثابت کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک صورت پیش کی۔ کہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ ورنہ یہ کس شخص کا ایمان نہیں۔ کہ بروز قیامت حقیقی طور پر ہر نبی سے اُس کی قوم کی بابت پوچھا جائیگا۔ لیکن یہ تاویل کیسی بودی ہے۔ کہ حضرت عیسےٰؑ دوبارہ آسمان سے آئینگے۔ اور نصاریٰ کے عقاید فاسدہ کا اُن کو علم بھی ہو جائیگا۔ اور وہ زمین پر چالیس برس رہینگے۔ اور قیامت والے دن اُس ذات علام الغیوب کے سامنے ایک صریح جھوٹ بولیں گے (معاذ اللہ) کہ مجھے اپنی قوم کی حالت معلوم نہیں۔ کہ انہوں نے کب مجھے اور میری والدہ کو معبود بنایا۔ حالانکہ صاف بات ہے۔ کہ نصاریٰ حضرت عیسےٰؑ کی قوم آئندہ بعثت میں ہرگز نہیں ہو سکتی۔ آپ کا زمانہ نبوت (بقول مخالف) حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ختم ہوگیا۔ اب جس وقت آسمان سے آپؑ تشریف لائیں گے۔ تو نصاریٰ آپؑ کی قوم نہیں ہوگی۔ بلکہ یہ زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا۔ پس اگر کوئی یہ اعتراض پیش کرے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ

جب چالیس برس کے بعد فوت ہو جائیں گے۔ اُسوقت نصاریٰ کے بگڑنے کا انہیں کیا پتہ ہوگا۔ سو یہ عذر بھی قابل قبول نہیں۔ کیونکہ آنجناب جب تشریف لائینگے۔ تو اپنی قوم کی حالت کو دیکھ لیں گے۔ کہ میری قوم اسوقت کس عقیدہ پر ہے۔ گرجاؤں کی کیا حالت ہے۔ اور نصاریٰ مجھے ابن اللہ کہہ رہے ہیں۔ اس صورت میں اگر بروز قیامت خدا کے سامنے انکار کرینگے۔ تو جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ پس علماء کی یہ تاویل خدا کے ایک برگزیدہ نبی کو جھوٹا بناتی ہے۔ (معاذ اللہ)

چونکہ مسئلہ وفات مسیح اسوقت زیر بحث نہیں۔ اسلئے ہم اسپر اکتفا کرتے ہوئے معترض کو یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ جبکہ وفاتِ مسیح متذکرۃ الصدر بیان سے ثابت ہوگئی کہ حضرت عیسےٰؑ اگر دنیا میں تشریف لائیں۔ اور اپنی قوم کی حالت کو دیکھکر خدا تعالےٰ کے سامنے اپنی بے علمی کا اظہار کریں۔ اور ایک شہادت کا اخفاء فرمائیں۔ تو یہ اُن کی شان سے بعید ہے۔ تو مسئلہ سوال و جواب کا یوں حل ہوگیا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات سے لیکر اس آیت کے نازل ہونے کے زمانہ تک بطور بازپرس کے اللہ تعالےٰ نے یہ سوال کرلیا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسےٰؑ کی قوم نصاریٰ اس آیت کے نزول سے کئی سال پہلے آپؑ کو معبود ٹھہرا چکی تھی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں یہ ظاہر کردیا اور یہ فریقین کا مسلّمہ ہے۔ کہ قبل از قیامت ارواح سے بعض وقت بطور بازپرس کے سوالات ہو جایا کرتے ہیں۔ لیکن یہ عالم برزخ کے سوال و جواب بطور فیصلہ مابین مدعی و مدعا علیہ کے نہیں۔ اور یہ مستقل صورت نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ بروز قیامت کبریٰ یہ سوال آئندہ بھی کریگا۔ پس ہر دو صورتوں میں اختلاف نہیں۔ کیونکہ سوال قبل از قیامت اور سوال بروز قیامت کی حقیقت میں فرق ہے۔ جو سوال قبل از قیامت ہوا۔ وہ حضرت مسیح کی رُوح سے سوال ہوا۔ اور بروز قیامت رُوح اور جسم دونوں سے مستقل طور پر سوال ہوگا۔ فلا اعتراض۔

الجواب ۲:۔ حوالہ نمبر ۲ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے الہام عفت الدیار محلہا و مقامہا کے ثبوت میں یہ جواب دیتے ہیں۔ جس نے یہ اعتراض کیا تھا کہ آپؑ کا الہام زمانہ مستقبل کے لئے ہے۔ اور آپ نے صیغہ ماضی کا استعمال کیا ہے۔ اس پر آپنے جواب دیا۔ کہ قرآن مجید میں اس کی کئی نظیریں موجود ہیں۔ مثلاً آیت

ونفخ فی الصّور۔ و اذ قال اللّٰہ یعیسےٰ ابن مریم وغیرہ۔ یعنی معترض کو اُس کے مسلمات کی رُو سے جواب دیا گیا۔ کہ تم مانتے ہو۔ کہ حضرت عیسےٰ ؑ سے بروز قیامت یہ سوال ہوگا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس جگہ صیغہ ماضی کو مضارع کے معنوں میں کیوں استعمال کیا ہے۔ پس جس طرح اللہ تعالےٰ نے واذ قال اللّٰہ جو کہ ماضی کا صیغہ ہے۔ مضارع کے لئے بیان کیا۔ اسی طرح اس جگہ بھی اللہ تعالےٰ نے عفت السد یاد فرمایا۔

یہ حقیقت ہے۔ ان ہردو بیانات کی جسپر معترض دھرمکوٹی نے اپنے اختلاف کی بنار رکھی ہے۔ سو اس جگہ ہم مکرّر اس "مزعومہ اختلاف" کی دھجیاں اڑانے کے لئے تشریح کر دیتے ہیں۔ کہ حوالہ ۱؎ یعنی ازالہ اوہام میں آپؑ نے حضرت عیسےٰ ؑ کے متعلق جو لکھا ہے۔ کہ قبل از قیامت یہ سوال ہوگیا۔ یہ درست ہے۔ اور اسکا مطلب ہم نے بالتفصیل بیان کر دیا ہے۔ کہ احادیث نبویہ سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ ارواح سے ایسے سوال قبل از قیامت ہوتے ہیں۔ اور مسیح موعود ؑ نے انہی احادیث کی بنار پر یہ لکھا ہے۔ کہ موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور باز پرس سوالات ہوا کرتے ہیں۔ سو واضح رہے۔ کہ اس بیان میں آپؑ نے عیسیٰ علیہ السلام کی روح سے سوال ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور اس سے توفیتنی کے صحیح معنی کھل جاتے ہیں ؛

حوالہ ۲؎ یعنی براہین حصہ پنجم میں جو آپؑ نے و اذ قال اللّٰہ یا عیسےٰ ابن مریم ءانت قلت للنّاس الخ پیش کیا ہے۔ وہ واقعی بروز قیامت کے سوال کے متعلق ہے۔ اور یہ سوال حضرت عیسےٰ کی روح اور جسم دونوں سے ہوگا۔ پس ان ہردو بیانات میں کوئی اختلاف اور کوئی تناقض نہیں۔ کیونکہ ان سوالات کی دو حیثیتیں ہیں۔ پہلا سوال حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی روح سے قبل از قیامت اور دوسرا سوال عیسےٰ علیہ السلام کی روح اور جسم سے بروز قیامت ہوگا۔ اب کون نادان ہے۔ جو اسکو اختلاف کہتا ہے۔ ہاں بروز قیامت کے سوال کے متعلق آپنے اپنی دوسری کتب میں نہایت تصریح کے ساتھ لکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازالہ اوہام میں آپنے جو باز پرس کے متعلق لکھا ہے۔ وُہ رُوح سے باز پرس ہے جو قبل از قیامت ہو سکتی ہے۔ اور بروز قیامت جو سوال ہوگا۔ وُہ عدالت اخروی میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے جسم و رُوح سے ہوگا۔ چنانچہ آپؑ نے اپنی کتاب کشتی نوح کے کئی مقامات پر لکھا ہے :۔

(الف) "اسی آیت (فلما توفیتنی) سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پھر نہیں آئیں

نہیں آئینگے۔ کیونکہ اگر وُہ دنیا میں آنیوالے ہوتے۔ تو اس صورت میں یہ جواب حضرت عیسیٰؑ کا محض جھوٹ ٹھہرتا ہے۔ کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔ جو شخص دوبارہ دُنیا میں آیا۔ اور چالیس برس رہا۔ اور کروڑہا عیسائیوں کو دیکھا۔ جو اُسکو خدا جانتے تھے۔ اور صلیب توڑا اور تمام عیسائیوں کو مُسلمان کیا۔ وُہ کیونکر قیامت کو جناب الٰہی میں یہ عذر کرسکتا ہے۔ کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں" (کشتی نوح صہ۱۵ حاشیہ متعلق آیت فلمّا توفیتنی)

(ب) "اور یاد رکھو۔ کہ اب عیسےٰ ہرگز نازل نہیں ہوگا۔ کیونکہ جو اقرار اُسنے آیت فلمّا توفیتنی کے رُو سے قیامت کے دن کرنا ہے۔ اس میں صفائی سے اُسکا اعتراف پایا جاتا ہے۔ کہ وُہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیگا۔ اور قیامت کو اسکا یہی عذر ہے۔ کہ عیسائیوں کے بگڑنے کی مجھے خبر نہیں۔ اور اگر وُہ قیامت کے پہلے دُنیا میں آتا۔ تو کیا وہ یہی جواب دیتا۔ کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی کچھ خبر نہیں۔ لہذا اس آیت میں اُسنے صاف اقرار کیا ہے۔ کہ میں دوبارہ دُنیا میں نہیں گیا۔ اور اگر وُہ قیامت سے پہلے دُنیا میں آنیوالا تھا۔ اور برابر چالیس برس رہنے والا تب تو اُسنے خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولا۔ کہ مجھے عیسائیوں کے حالات کی کچھ خبر نہیں"۔ (کشتی نوح صہ۶۹)

(ج) "جو لوگ مسلمان کہلاکر حضرت عیسیٰ کو مع جسم عنصری آسمان پر پہونچاتے ہیں۔ وہ قرآن شریف کے برخلاف ایک لغویات منہ پر لاتے ہیں۔ قرآن شریف تو آیت فلمّا توفیتنی میں حضرت عیسےٰ کی موت ظاہر کرتا ہے۔ اور آیت قل سبحان ربّی ہل کنت الّا بشرًا رسُولًا میں انسان کا مع جسم عنصری آسمان پر جانا ممتنع قرار دیتا ہے۔ پھر یہ کیسی جہالت ہے، کہ کلام الٰہی کے مخالف عقیدہ رکھتے ہیں۔ توفی کے یہ معنی کرنا کہ مع جسم عنصری آسمان پر اٹھائے جانا اس سے بڑھکر کوئی جہالت نہیں ہوگی۔ اوّل تو کسی کتاب لغت میں توفی کے یہ معنے نہیں لکھے کہ مع جسم عنصری آسمان پر اٹھایا جانا پھر ماسوا اسکے جبکہ آیت فلما توفیتنی قیامت کے متعلق ہے۔ یعنی قیامت کو حضرت عیسےٰ خدا تعالیٰ کو یہ جواب دینگے۔ تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ قیامت تو آجائیگی مگر حضرت عیسےٰ نہیں مرینگے۔ اور مرنے سے پہلے ہی مع جسم عنصری خدا کے سامنے پیش ہو جائینگے۔ قرآن شریف کی یہ تحریف کرنا یہودیوں سے بڑھکر مقام ہے"۔

(چشمہ مسیحی صہ۸ حاشیہ)

(د) "قرآن شریف میں صریح یہ آیت موجود ہے۔ فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم

اور اس آیت کے معنے یہ لوگ یہ کرتے ہیں۔کہ جبکہ تو نے مع جسم عنصری مجھکو آسمان پر اٹھا لیا۔یہ عجیب لغت ہے۔جو حضرت عیسےٰ ہی سے خاص ہے۔افسوس اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جیسا کہ قرآن شریف میں تصریح ہے۔یہ سوال حضرت عیسےٰؑ سے قیامت کے دن ہوگا" (چشمۂ مسیحی صدا حاشیہ)

ان ہر چہار اقتباسات سے ظاہر ہے۔کہ آپؑ کا عقیدہ قیامت کے سوال کے متعلق کثرت کے ساتھ آپؑ کی کتب میں ملتا ہے۔اور ازالہ اوہام میں جس سوال کی صورت پیش کی ہے۔وہ حضرت عیسےٰ کی رُوح سے سوال تھا۔اور اُس لحاظ سے واذ قال اللّٰہ کا صیغہ ماضی بھی درست ہے۔اور جب قیامت والے دن سوال ہوگا۔تو وہ ایک دوسری صُورت ہوگی اُس لحاظ سے یہ صیغہ مضارع کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔کیونکہ قرآن مجید میں اسکی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔اگر وہ مثالیں درست ہیں۔تو یہ بھی درست ہیں۔اگر وہ مثالیں غلط ہیں تو یہ بھی غلط ہو سکتی ہیں۔ہم اس جگہ چند آیات پیش کر دیتے ہیں۔جن میں بزعم مرتد دھرمکوٹی "ماضی مضارع" کا اختلاف موجود ہے:۔

صیغہ ماضی زمانہ ماضی کے متعلق	صیغہ ماضی قیامت کے متعلق
(۱) واذ قال ربك للملٰئكة انی جاعلٌ الخ	(۱) اذ قال اللّٰہ یا عیسیٰ ابن مریم ءانت قلت للناس الخ
(۲) اذ قال اللّٰہ یعیسےٰ انی متوفیك الخ	(۲) وقال الشیطٰن لما قضی الامر الخ
(۳) وقال الذین کفروا لولا انزل علیه القراٰن جملةً واحدةً الخ	(۳) وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتاب اللّٰہ الیٰ یوم البعث الخ
(۴) قال قائل منھم لا تقتلوا یوسف الخ	(۴) وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھٰذا القراٰن مھجورا۔
(۵) قالوا ان ھٰذا الّا سحرٌ مبین الخ	(۵) وقالوا یٰویلنا ھٰذا یوم الدّین
(۶) قال قائل منھم لا تقتلوا یوسف الخ	(۶) قال قائل منھم انّی کان لی قرین

ان آیات سے صاف ظاہر ہے۔کہ جب قرآن شریف میں ایسی مثالیں موجود ہیں۔تو پھر دوسرے پر اعتراض کرنے سے کیا فائدہ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو فرمایا۔کہ قال کا صیغہ واسطے ماضی کے آتا ہے۔وُہ بھی صحیح ہے۔اور جو آپؑ نے فرمایا۔کہ ماضی مضارع کی

معنوں پر بھی آجاتی ہے۔ یہ بھی درست ہے۔ یعنی ماضی اگر یہاں پر خاص ہے، تو یہ سوال قبل از قیامت یا قبل از نزول آیت ہذا ہو گیا۔ اور اگر اس ماضی کو مضارع کے معنوں میں لایا جائے۔ تو یہ سوال بروز قیامت ہو گا۔ پس اسمیں کوئی اختلاف نہیں۔

فصل ہفتم

"پانچ جھوٹ"

حضرت مسیح موعود

واہ رے جوش جہالت خوب دکھلائی ہیں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت آدمؑ سے لیکر آج تک جسقدر خدا تعالیٰ کیطرف سے مرسل اور نبی۔ صدیق اور اولیاء آئے۔ اُسوقت کے مکذبین نے انکو بُرے بُرے ناموں سے یاد کیا۔ حضرت صالح کو "کذاب اشر" کہا گیا۔ موسیٰؑ کو ساحر اور سارے نبیوں کے سردار اور سرچشمۂ ہدایت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جادوگر اور ابتر کہا گیا۔ وہ لوگ جو کل آپؐ کو امین اور صدیق کہتے اور سمجھتے تھے۔ آج کاذب قرار دیتے ہیں۔ یہی حال اس زمانہ کے راستباز اور محمد صلعم کے بروز اتم کا ہوا۔ ایک زمانہ تھا جبکہ براہین کے زمانہ میں آپکو حق کے طالبوں کا باپ کہا گیا۔ اور جسوقت آپؑ نے خدا تعالیٰ کا پیغام جو اُسی براہین میں تھا۔ لوگوں تک پہونچایا۔ تو فوراً آپؑ کو جھوٹا قرار دیا گیا پس مکذبین کی یہ قدیم سے عادت چلی آرہی ہے۔ کہ وہ خدا کے انبیاء کو جھوٹا کہتے ہیں۔ اور در اصل خود جھوٹے اور بے ایمان ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام آئینہ ہوتے ہیں۔ اور مکذبین چونکہ خود پرلے درجہ کے منافق اور حریص۔ دغاباز۔ مکاّر مذہب اور جھوٹے ہوتے ہیں۔ اسلئے وُہ نبیوں پر بھی یہی بدگمانی کر بیٹھتے ہیں۔

ع "یہ تو ہے سب شکل اُن کی ہم تو ہیں آئینہ دار"

بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس پیشہ کے عادی ہو چکے ہیں۔ ہمارے مخالفین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تو دشمن ہیں۔ اور دشمن بات کرے انہونی۔ لیکن جن انبیاء علیہم السلام کو یہ مانتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی ایسے ہی عقائد رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے تین مرتبہ جھوٹ بولا" (ثلاث کذبات) حضرت موسیٰؑ۔ حضرت یوسفؑ۔ سلیمانؑ۔ اور داؤد و دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق ان لوگوں کے ایسے گندے عقیدے ہیں۔ کہ تو بہ ہی بھلی۔ ان کی تفاسیر ان الزامات سے مملو ہیں۔ اب اگر مرتد دھرمکوٹی گندہ دہن اُس فرشتہ معصومیت حضرت مسیح قادیانی علیہ السلام کیطرف "پانچ جھوٹ" منسوب کرے تو جائے تعجب نہیں۔ بلکہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو تعجب کا مقام تھا۔ اسی ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے :۔

"مجھ میں وُہ یقین اور بصیرت اور معرفت کا نور پیدا کیا۔ جو مجھے اس تاریک دنیا سے ہزاروں کوس دُور تر کھینچکر لے گیا۔ اب اگرچہ میں دنیا میں ہوں۔ مگر دنیا میں سے نہیں ہوں۔ اگرچہ دنیا مجھے نہیں پہچانتی تو کچھ تعجب نہیں۔ کیونکہ ہر ایک چیز جو بہت دور اور بہت بلند ہے۔ اُسکا پہچاننا بہت مشکل ہے۔ میں کبھی امید نہیں کرتا۔ کہ دنیا مجھ سے محبت کرے۔ کیونکہ دنیا نے کبھی کسی راستباز سے محبت نہیں کی۔ مجھے اس سے خوشی ہے۔ کہ مجھے گالیاں دی گئیں دجال کہا گیا۔ کافر ٹھہرایا گیا۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ میں ایک مخفی پیشگوئی موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ جسطرح یہودی لوگ حضرت عیسےٰ کو کافر اور دجال کہہ کر مغضوب علیہم بن گئے۔ بعض مسلمان بھی ایسے ہی بنینگے۔" (نزول المسیح ص ۳۶)

اِس فصل میں مرتد دھرمکوٹی نے جو الزام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر لگایا ہے۔ دشمن ایک طرف تو بزعم خویش پانچ جھوٹ منسوب کرتا ہے۔ اور دوسری طرف لکھتا ہے کہ:۔

"مرزا صاحب نے بھی جھوٹ کی مذمت کی ہے" (ترک مرزائیت ص ۹۱)

ناظرین آپ لوگ اسی بات سے اندازہ فرمالیں۔ اگر مرزا صاحبؑ معاذ اللہ جھوٹ بولتے تھے۔ تو پھر انہوں نے جھوٹ کی مذمت کیوں کی۔ اور ان کو کیا ضرورت پیش آئی۔ کیا جھوٹا اور دغاباز انسان جھوٹ کی مذمت کیا کرتا ہے؟ پس آنحضور ارواحنا لہ الفدا کا جھوٹ کی مذمت کرنا ہی بتلاتا ہے۔ کہ آپؑ نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ یہ تمام مکذبین کے دماغوں کا اختراع ہے۔ اب ہم اُسکے اعتراضات کا تفصیلی جواب شروع کرتے

ہیں۔ بفضلہ تعالےٰ۔

پہلا الزام مرتد دھرمکوٹی نے حضرت مسیح موعودؑ کی مندرجۂ ذیل عبارت کتاب حقیقۃ الوحی سے درج کی ہے :۔

"بات یہ ہے۔ کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں۔ اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں۔ وہ نبی کہلاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۹۰)

اس حوالہ کو درج کرکے لکھتا ہے :۔

قولہٗ :۔ "مرزا صاحب نے حضرت مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ کی کتاب سے حوالہ نقل کرتے ہوئے عمداً لوگوں کو دھوکہ دینے اور اپنی نبوت باطلہ کو ثابت کرنے کیلئے صریح تحریف کی ہے۔ عبارت بالا میں مرزا صاحب نے جس مکتوب کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ وَاذا اکثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثاً (مکتوبات جلد ثانی ص۹۹) یعنی جب اس قسم کا کلام ان میں سے ایک کے ساتھ کثرت سے ہو تو اسکا نام محدث رکھا جاتا ہے۔ اسی مکتوب کو مرزا صاحب نے اپنی کتاب "ازالہ اوہام" کے ص۹۱۵ پر اور کتاب تحفہ بغداد حاشیہ ص۲۱ پر بھی نقل کیا ہے۔ اور ان دونوں کتابوں میں لفظ محدث لکھا ہے۔ لیکن حقیقۃ الوحی کی محولہ بالا عبارت میں اپنا مطلب نکالنے کیلئے محدّث کی جگہ نبی لکھ کر صریح خیانت کی اور جھوٹ بولا۔" (ترک مرزائیت ص۹۲)

الجواب ۱ :۔ حضرت مسیح موعودؑ کے اس حوالہ کو "خیانت" قرار دینا پرلے درجہ کی بے ایمانی اور کھلی سفاہت ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرتد نے حضرت مجدد سرہندی کا پورا حوالہ نہیں دیکھا۔ اگر دیکھا بھی ہو۔ تو اُسے سمجھا نہیں۔ اور نہ ہی اُس نے حضرت اقدسؑ کے حوالہ کو اُسکے ساتھ ملایا۔ چنانچہ مکتوب کا مکمل حوالہ یہ ہے :۔

"اعلم ایّھا الاخ الصدیق انّ کلامہٗ سبحانہٗ مع البشر قد یکون شفاھاً وذالک لافرادٍ من الانبیاء علیھم الصّلوات والتّسلیمات وقد یکون ذالک لبعض الکمّل من متابعیھم بالتبعیۃ والوراثۃ ایضاً واذا اکثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمّی محدثاً کما کان

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھٰذا غیر الالہام و غیر الالقاء فی الروع و غیر الکلام الذی مع الملک انما یخاطب بھٰذا الکلام الانسان الکامل" (مکتوبات جلد ۲ صہ ۹۹)

ترجمہ :- جان لے اے میرے بھائی صدیق کہ اللہ سبحانہٗ کا کلام اپنے بندوں کے ساتھ کبھی مشافہۃً ہوتا ہے۔ اور یہ اکثر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا کلام انبیاء علیہم السلام کے کامل تابعداروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو انبیاء کی پیروی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور جب اس قسم کا کلام کثرت سے کسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ تو اُس کا نام محدث رکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور مکالمہ الٰہیہ کی یہ قسم الہام کے سوا ہے۔ اور یہ القاء فی الروع بھی نہیں۔ اور نہ اس قسم کا کلام ہے۔ جو بذریعہ فرشتہ ہوتا ہے۔ اور اس کلام سے وُہ شخص مخاطب کیا جاتا ہے۔ جو انسان کامل ہو"

اب ناظرین کے سامنے مکتوب کی عربی عبارت اور اُسکا اردو ترجمہ موجود ہے۔ خود ہی انصاف کرلیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حوالہ عربی عبارت کے کس فقرہ کا ترجمہ ہے' اور مرزند دھر مکوٹی کو ہمارا چیلنج ہے۔ کہ وہ ہمیں ثابت کر کے دکھلائے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے معاذ اللہ اس میں کونسا دھوکہ دیا ہے۔ حضرت اقدس نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ مجدد الف ثانی کے فقرہ اوّل کا مفہوم لیکر لکھا ہے۔ اور فقرہ یہ ہے :-

"ان کلامہٗ سبحانہٗ مع البشر قد یکون شفاھًا وذالک لافرادٍ من الانبیاءُ علیھم الصلوات والتسلیمات"

یعنی خدا تعالیٰ کا بکثرت مکالمہ مخاطبہ صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ سے مخصوص ہیں۔ اور مخصوص رہینگے لیکن اُن کیساتھ بکثرت نہیں ہوُا۔ اور مجدّد صاحب نے اُنہیں محدث قرار دیا ہے۔ اور اسکے ساتھ قرینہ یہ ہے کہ مکتوب میں "اکثر" اور "کبھی" کے الفاظ موجود ہیں۔ یعنی یہ مشافہۃً کلام انبیاء کے ساتھ اکثر ہوتا ہے۔ اور دیگر "افراد امت" کے ساتھ کبھی کبھی ہوتا ہے۔ اور دوسرا قرینہ اسمیں یہ ہے۔ کہ جیساکہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوُا۔

معترض کا یہ لکھنا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے "محدث" کا ترجمہ "نبی" کیا ہے۔ باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ خود لکھتا ہے۔ کہ :-

"اسی مکتوب کو مرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۹۱۵[1] پر اور کتاب تحفہ بغداد حاشیہ صفحہ ۲۰ ۲۱ پر بھی نقل کیا ہے اور ان دونوں کتابوں میں لفظ محدث لکھا ہے" (زنرک صفحہ ۹۲)

اب غور کا مقام ہے۔ کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی مکتوب کو دو مقامات پر نقل کیا اور اُسکا ترجمہ محدث کیا۔ تو حقیقۃ الوحی میں آپؑ نے نبی کیوں لکھدیا۔ معلوم ہوُا۔ کہ مرتد کو سخت دھوکہ لگا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جسوقت ازالہ اوہام اور تحفہ بغداد میں یہ مکتوب نقل کیا تھا۔ اُسوقت بھی آپؑ "مدعی نبوت" تھے اور جسوقت حقیقۃ الوحی میں اس مکتوب کا مفہوم لیا گیا اُسوقت بھی آپؑ نبی تھے۔ صرف بات یہ ہے۔ کہ ازالہ اوہام کے زمانہ میں اکثر مخالفین نے یہ سمجھ لیا تھا کہ آپکا دعویٰ مستقل نبوت کا ہے۔ حالانکہ یہ خیال مخالفین کا سراسر غلط تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پر یکجائی نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور کا دعویٰ براہین احمدیہ کے زمانہ سے یوم وصال تک یہی رہا ہے، کہ خدا تعالیٰ مجھ سے بکثرت مکالمہ و مخاطبہ کرتا ہے۔ وہ مجھ پر غیب کی خبریں ظاہر فرماتا ہے اور اپنے الہام میں میرا نام نبی رکھتا ہے۔ ان امور ثلاثہ کے مجموعہ کو آپؑ اوائل میں محدثیت کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ کیونکہ آپؑ کے نزدیک بھی نبی کیلئے جدید شریعت لانا ضروری تھا "مستقل نبوت" کی تردید میں آپؑ ان امور ثلاثہ کے مجموعہ کو اوائل میں محدثیت قرار دیتے تھے۔ اور اُسوقت آپنے اس مکتوب امام ربانی کے فقرہ دوم کو لیا تھا۔ کیونکہ اسوقت آپ کثرت مکالمہ مخاطبہ کو محدثیت قرار دیتے تھے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک بھی نبی کیلئے جدید شریعت لانا ضروری تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں" (الحکم جلد ۳ نمبر ۲۹ ۱۸۹۹ء)

مرتد دھرمکوٹی نے بھی لکھا ہے کہ:۔

"مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی تحقیقات کرنے کیلئے مرزا صاحب کی کتابوں کو نہایت غور و خوض سے مطالعہ کرنیکے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ مرزا صاحب دعویٰ مسیحیت کے ابتدائی ایام میں اپنے آپکو محدث کہتے تھے۔ اور اپنی محدثیت کی تعریف ایسی کیا کرتے تھے۔ جس کا

[1] یہ ایڈیشن اوّل کا صفحہ ہے۔

مفہوم نبوت ہونا تھا۔" (ترک صـ۳۲)

پس مرتد خود معترف ہے۔ کہ ابتدائی ایام میں اپنے آپکو محدث کہتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ اس کثرت مکالمہ مخاطبہ کا ذکر جو مکتوب کے فقرہ دوم میں ہے۔ لیا۔ اور فقرہ اول کے مخاطبہ کو نبیاء علیہم السلام کے لئے مخصوص سمجھا لیکن جب اللہ تعالےٰ نے آپؑ پر واضح کر دیا۔ کہ نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں۔ یا آنحضرت صلعم کا اُمتی نہ ہونا شرط نہیں۔ تو آپؑ نے صاف فرما دیا:۔

(الف) "نبی کے معنے صرف یہ ہیں۔ کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۱۳۸)

(ترک مرزائیت صـ۳۸)

(ب) "اگر خدا تعالےٰ سے غیب کی خبریں پانیوالا نبی کا نام نہیں رکھتا۔ تو پھر بتلاؤ۔ کہ کس نام سے اسکو پکارا جائے۔ اگر کہو۔ کہ اُسکا نام محدث رکھنا چاہیئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب نہیں۔"

(ترک صـ۳۷ بحوالہ ایک غلطی کا ازالہ)

یہ ہر دو اقتباس مرتد دھرمکوٹی نے اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جسوقت حقیقۃ الوحی میں آپؑ نے مکتوب کا حوالہ دیا۔ تو اسوقت آپؑ کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ (جس کے اندر اظہار غیب پایا جائے) کا نام نبوت رکھتے تھے جیسا کہ محولہ بالا حوالجات سے ظاہر ہے۔ اور حقیقۃ الوحی کے بیان میں آپؑ نے اُس مکتوب کا آخری حصہ نہیں لیا۔ جس طرح ازالہ اوہام میں آپؑ نے نقل فرمایا تھا۔ مکتوب کے دو حصے سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل قرینے ضروری یاد رکھنے چاہئیں۔

اللہ تعالےٰ کا مشافہۃً کلام جو اپنے بندوں کیساتھ ہوتا ہے۔ اسکے دو حصے ہیں:۔

(۱) جو کلام نبیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ کثرت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اسمیں اظہار غیب ہوتا ہے۔ یا کثرت مکالمہ مخاطبہ صرف انبیاء کیلئے مخصوص ہے۔ اور جو مکالمہ مخاطبہ نبی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کا اصل مقصد اظہار غیب ہے۔

(۲) جو کلام محدث کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ مطلق کلام ہے۔ اس میں کثرت کے ساتھ

غیب نہیں ہوتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مکتوب کے مفہوم کو یوں لیا ہے:۔

(۱) "جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے۔ اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں۔ وہ نبی کہلاتا ہے۔"

(۲) "اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے۔"

پس مرتد دھرمکوٹی کا یہ کہنا کہ سمّی محدثا کے معنے سمّی نبیاً کے ہیں۔ باطل ہے اور اُسکا اپنا جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہرگز ہرگز تحریف نہیں کی اور نہ ہی آپکو اس بات کی ضرورت تھی۔ کوئی شخص یہ بات قیامت تلک ثابت نہیں کرسکتا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے مکتوبات کا ترجمہ کیا ہے۔ اور اسجگہ ہم حقیقۃ الوحی کی پوری عبارت درج کرتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

"کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ یہ اُن کا سراسر افترا ہے بلکہ جس نبوّت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کی رُو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا۔ صرف یہ دعویٰ ہے۔ کہ ایک پہلو سے میں اُمتی ہوں۔ اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کیوجہ سے نبی ہوں۔ اور نبی سے مراد صرف اسقدر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں۔ بات یہ ہے۔ کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ اگرچہ اس اُمّت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں۔ اور قیامت تک مخصوص رہینگے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

یہ وہی مکمل حوالہ ہے۔ جس کے آخری دو فقرے لیکر اُسنے اعتراض کی بنا رکھی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم ثابت کرچکے ہیں۔ مرتد لعین خود جھوٹا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مکتوبات کا اشارہ فرمایا ہے۔ وہ کثرت مکالمہ مخاطبہ کے متعلق ہے۔ اور جن فقروں پر آپنے لکیریں کھینچی ہیں۔ یہ اُس مکتوب کے فقرہ اوّل کا مفہوم ہے۔ اور مفہوم میں بعض دفعہ تقدیم و تاخیر ہو جاتی ہے۔ اور معترض کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ قرآن کریم کی آیت "انی متوفیک

میں تاخیر اور تقدیم ہے۔ اس بحث کی ہمیں کوئی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اس جگہ مخالف کیطرف سے ہمارے گذشتہ بیان پر اگر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ تو یہی ہے۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحبؑ نے مکتوب کے فقرہ اوّل کو لینا تھا۔ تو چاہیئے تھا کہ آپؑ یوں لکھتے۔ کہ

"جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے۔ اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔ اور اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں۔ اور قیامت تک مخصوص رہینگے"۔

پس اس اعتراض میں بھی کوئی جان نہیں۔ کیونکہ آپ نے مکتوب کا ترجمہ نہیں فرمایا۔ بلکہ فقرہ اوّل کی تشریح فرماتے ہوئے آپ نے مکتوب کیطرف اشارہ فرما کر امت کے بعض افراد کے مکالمہ و مخاطبہ کا ذکر بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔ اور لیکن کا لفظ لاکر استدراک فرمایا۔ کہ جب مکتوب میں یہ بات مانی ہوئی ہے۔ کہ اس امت کے بعض افراد کے ساتھ خدا تعالےٰ کلام کرتا رہا ہے۔ لیکن جس شخص کے ساتھ بکثرت مکالمہ و مخاطبہ ہو۔ اور اسپر بکثرت امور غیبیہ ظاہر کئے جائیں۔ وہ نبی کہلاتا ہے۔ پس ہر دو اعتراض باطل ہو جاتے ہیں کیونکہ محدّث کے ساتھ جو مکالمہ و مخاطبہ ہوتا ہے۔ اس میں امور غیبیہ کا اظہار نہیں ہوتا جیساکہ ہمنے حضور علیہ السلام کے حوالہ سے ثابت کیا ہے۔ اسجگہ آپ نے لفظ محدّث مطلق نہیں لیا۔ معترض خود جھوٹا ہے۔ اور اُسکا جھوٹ صاف ظاہر ہے۔

الجواب ۲: مفہوم کے اندر تقدیم و تاخیر ہو جانا غیر احمدیوں کے نزدیک ضروری ہے۔ اور وہ قیامت تک یہ اعتراض کر ہی نہیں سکتے۔ تاہم ہمنے آیت انی متوفیک کو پیش کر دیا ہے۔ اگر کوئی شخص باوجود اسقدر تصریح کے اپنی ضد پر قائم رہے۔ اور کہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لفظ "محدث" کی جگہ نبی لکھا ہے۔ تو ہم علی الاعلان کہینگے کہ اسطرح ایک مقدس کلام پر جس پر تمہارا کچھ نہ کچھ ایمان رکھنے کا دعوٰی ہے۔ بہت سے جھوٹ منسوب کئے جا سکتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) شاید کوئی شخص اس بحث کو الزامی سمجھے۔ ہرگز نہیں۔ ہم اسوقت مخالفین سے ایک سوال کرنیکا حق رکھتے ہیں۔ کہ اگر تم یہ کہو۔ کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوب میں معاذ اللہ تحریف کی ہے۔ اور لفظ محدث کی جگہ نبی لکھا ہے۔ حالانکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ محدّث کی جگہ نبی نہیں لکھا ہے۔ اسوقت ہم کہیں گے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنا اختیاری مفہوم لیکر اگر غلطی کی

ہے۔ تو آپ انسان تھے۔ اور انسان سے سہو ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں لیکن خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کہ فیھا کتبٌ قیّمۃٌ (البیّنۃ ع۱) یعنی قرآن مجید میں تمام پچھلی آسمانی قدیمی کتابیں ہیں۔ کیا لال حسین اور اسکے حمایتی قرآن مجید میں توریت اور انجیل دکھلا سکتے ہیں۔ جو بعینہٖ اپنی عبارت اور مضمون میں اصلی تورات اور انجیل کے ساتھ متفق ہو جائے۔ پھر فرمایا۔ کہ انّ ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ (اعلیٰ ع۱) یعنی قرآن مجید کی اس سورۃ اعلیٰ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ حضرت ابراہیم ؑ کے اور موسیٰ ؑ کے صحیفوں میں بھی ہے۔ کیا کوئی ہے۔ جو یہ ثابت کر سکے۔ کہ سبّح اسم ربّک الاعلیٰ آیت اوّل سے لیکر آخری آیت ابراہیم ؑ و موسیٰ ؑ تک کی آیات توریت یا انجیل یا کسی دوسری کتاب میں موجود ہیں۔ کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا اور کسی آسمانی کتاب میں یہ عبارت نہیں پائی جاتی۔ کیا اسکو جھوٹ کہنا مناسب ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ بیشک یہ قرآن کا دعویٰ ہے۔ کہ یہ عبارت پچھلی کتابوں میں بھی ہے۔ لیکن اُن کے مضمون اور قرآن کے مضمون میں کوئی جوڑ نہیں۔ تو ثابت ہوا۔ کہ اس جگہ پچھلی کتابوں کی عبارت کا مفہوم اللہ تعالےٰ نے بیان کیا ہے۔ یہ ایک ظاہر دلیل ہے۔ جس کو کوئی ردّ نہیں کر سکتا۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مفہوم اپنی تصریح کے لحاظ سے لفظی اختلاف بھی پیدا کر لیتا ہے۔ لیکن اصل عبارت اور مفہوم میں معنوی اختلاف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ نبی اور رسول یا محدّث۔ ان ہر سہ عہدوں میں مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہی کے معنی لیئے جاتے ہیں۔ جن کی تعریف حسب ذیل ہے :۔

(۱) نبی کے ساتھ بکثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے وُہ محدث بھی ہے۔ اور بکثرت امور غیبیہ ظاہر کئے جاتے کی وجہ سے وہ نبی کا نام پاتا ہے۔ یعنی پیش خبری کرنیوالا مطلق کلام کے لحاظ سے وہ محدث ہوتا ہے۔ اور مصفّٰی غیب پانے سے نبی کہلاتا ہے۔

(۲) رسُول محدث بھی ہوتا ہے۔ مجدد بھی ہوتا ہے۔ اور مامور نبی بھی۔

(۳) محدّث کے ساتھ مطلق کلام ہوتا ہے۔

میں دوسری طرف چلا گیا۔ اصل مطلب یہ بیان کرنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جو تمام عیوب سے مبرّہ اور منزّہ ہے۔ اُسنے بھی معاذ اللہ بقول مرتد دھرمکوٹی کے جھوٹ

بولاہے۔ کہ سورت اعلیٰ کی عبارت توریت میں موجود ہے۔ اور اسکے علاوہ ہم ایک اور ثبوت پیش کرتے ہیں۔ کہ جو عبارت تورات میں ہے۔ اور جو قصہ تورات میں بیان کیا گیا تھا۔ وہ قرآن مجید میں اور طرح پر بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں کتابیں خدا کی طرف سے ہیں۔ ناظرین کے سامنے حضرت یوسف کا "قصہ" پیش کیا جاتا ہے جس کے اندر مرتد کے "اختلاف" اور "جھوٹ" کا سوال پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ اور آپ دیکھیں گے۔ کہ جن باتوں کو وہ اختلاف اور جھوٹ کہتا ہے حقیقت میں وہ سچ ہیں۔

آیات قرآنی متعلقہ سورۂ یوسفؑ

وراودتہ التی ھو فی بیتھا عن نفسہٖ وغلقت الابواب وقالت ھیت لکؕ قال معاذ اللہؕ انہٗ ربیّ احسن مثوایؕ انہٗ لا یفلح الظٰلمون ولقد ھمت بہٖ وھمّ بھا لولا ان رّا برھان ربہٖؕ کذالک لنصرف عنہُ السّوء والفحشآءؕ انہ من عِبَاد نا المخلصین۔ واستبقا الباب وقدت قمیصہٗ من دبرٍ والفیا سیّدھا لدا الباب۔ قالت ما جزاء من ارد باھلک سوٓءًا الّا ان یسجن اوعذاب الیم۔ قال ھي راودتنی عن نفسی وشھد شاھدٌ من اھلھاج ان کان قمیصہٗ قد من قبلٍ فصدقت وھُو من الکاذبین۔ وان کان قمیصہٗ قدّ من دبرٍ فکذبت وھو من الصادقین فلمّا را قمیصہٗ

عبارت تورات متعلقہ قصہ یوسفؑ

"فلما کان بعد ھٰذہ الاقاویل لمحت امرأتہ سیّدہ بصرھا الیٰ یوسف فقالت ضاجعنی فابیٰ ذالک وقال امرأۃ سیّدہ ان سیّدی لثقتہ بی لیس یعلم ما فی بیتہٖ وسلّطنی علیٰ کمالہٖ ولیس فی ھٰذا اعظم منّی ولم یمنعنی شیئًا ما خلا انت امرأتہٗ۔ فکیف ارتکب ھٰذا الشرّ العظیم واخطی بین یدی اللہ واذ کانت تراودہٗ فی کل یومٍ لم یطعھا لیضاجعھا ویصر معھا فبینما ھو ذات یومٍ دخل یوسف الی البیت لیعمل ولم یکن احدًا من اھل البیت ھناک فتعلّقت بردائہ وقال لہٗ واقعنی فترک ثوبہٗ فی یدھا وھرب وخرج الی السّوق فلما رأت انّہٗ ترک ثوبہٗ فی یدھا وھرب فخرج الی السّوق فدعت باھل بیتھا وقالت

قدّ من دبرٍ قال انّہٗ من کیدکنّ انّ کیدکنّ عظیم۔ یُوسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذا۔ واستغفری لذنبک ۵ انّکِ کنتِ مِنَ الخاطئین۔

لھم انظروا انّہٗ اتانا بعبدٍ عبرانیّ لیفضحنا لانّہ دخل علیّ لیرید مضاجعتنی فھتفت بصوت عالی فلمّا رانی قد رفعت صوتی وھتفت ترک ثوبہٗ فی یدیّ وھرب فخرج الی السوق فصیرت ثوبہٗ عندھا حتّٰی دخل سیّدہٗ الی البیت فقالت مثل ھٰذہ الاقاویل دخل علیّ ھٰذا العبد العبرانی الذی جلبتہٗ علینا یرید فضیحتی فلمّا رفعت صوتی فضحت ترک ثوبہٗ فی یدیّ وھرب فخرج الی السّوق"

قرآن مجید اور توریت دونوں کتابیں خدا کا کلام ہیں۔ لیکن وہ حضرت یوسف کے قصہّ پر متفق نہیں۔ جو باتیں توریت میں لکھی ہیں۔ قرآن مجید میں اُن کا نام ونشان ہی نہیں۔ دراصل بات یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں عبارت کو فصیح اور بلیغ ثابت کرتے ہوئے اُس قصہّ کا مفہوم لیا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی مکتوب کے فقرہ اوّل کا مفہوم لیا ہے۔ اور اُسکو جھوٹ کہنا لعنتیوں کا کام ہے۔

دوسرا الزام مرتد دھرمکوٹی نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی حسب ذیل عبارت درج کرکے آپ کیطرف جھوٹ منسوب کیا ہے۔ کہ مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں:۔

"اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے۔ اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا ہے۔ جس کے دیکھنے کیلئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔" (ترک صہ ۹۲ بحوالہ اربعین ۴ صہ ۱۳)

اس کے بعد معترض لکھتا ہے:۔

قولہٗ:۔ "مرزائی بتائیں۔ کہ جن پیغمبروں نے مرزا صاحب کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ وہ کون کون سے نبی تھے۔ انہوں نے مرزا صاحب کے درشن کرنیکا اظہار کس کے سامنے کیا تھا۔ اور ان کے اس اشتیاق کا کس کتاب میں ذکر ہے۔ ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں۔ کہ یہ مرزا صاحب

کی الہامی گپ اور صریح جھوٹ ہے"۔ (نزک صـ۹۳)

الجواب:۔ واہ رے تیری بصیرت! کیا بصیرت اسی کا نام ہے۔ کہ آفتاب سر پہ ہے اور ہنوز سورہے ہو۔ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جسقدر نبی گذرے ہیں۔ انہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں موعود آخر الزمان کی بشارت ضرور دی ہے۔ اور اس بات کی تصدیق حضرت مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی ہے۔

(الف) "ومامن نبیٍ الّا وقد أنذر قومہٗ" الحدیث (بخاری جلد ۴ صـ۱۱۵ کتاب الفتن باب ذکر الدجال) یعنی دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں گذرا۔ جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ دیکھئے حضرت رسول کریمؐ نے تمام نبیوں کیطرف سے ایک ہی شہادت دیدی۔ اور یہ شہادت ایسی ہے۔ جسے کوئی متدین انسان ہرگز ردّ نہیں کرسکتا۔ بشرطیکہ اُسکے دل میں نبی صلعم کے قول کی عظمت موجود ہو۔ مطلب اس حدیث کا یہ ہے۔ کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے۔ اور دوسرے پہلو کے لحاظ سے "قاتل دجّال" کی بھی خوشخبری دی ہے۔ ورنہ صرف دجّال سے ڈرانیکا کیا فائدہ۔ نبیوں نے بتلایا۔ کہ ہماری قوم کو اُس قوم دجّال سے خبردار رہنا چاہیئے۔ کہ آخری زمانہ میں ایک دجل پھیلایا جائیگا۔ اور اس دجل کو پاش پاش کرنیکے لئے ایک شخص آئیگا۔ تم اُس کی حمایت میں کھڑے ہو جانا۔ اور اس قوم دجّال کیساتھ نہ ہونا۔ پس جب ہر نبی نے دجّال سے ڈرایا۔ تو دوسری طرف یعنی انذار کی ضد بشارت قائم ہوگئی۔ اور ثابت ہوگیا۔ کہ تمام نبیوں نے موعود آخر الزمان کی ضروری بشارت دی ہے۔ ورنہ صرف دجّال سے ڈرانے کے کوئی معنے نہیں۔ افسوس کہ یہ لوگ قولِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی قدر نہیں کرتے۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ کی دشمنی میں انکو تمام حدیثیں بھول جاتی ہیں۔

(ب) حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں:۔

"کہ قومیں کس لئے جوش میں ہیں۔ اور لوگ باطل خیال کرتے ہیں۔ زمین کے بادشاہ سامنا کرتے ہیں۔ اور سردار آپس میں خداوند کے اور اُسکے اور اُسکے مسیح کے مخالف منصوبے باندھتے ہیں"۔ (زبور باب ۲)

کیسی واضح بشارت ہے۔ اور حضرت داؤدؑ اس بشارت کو ایک ایسے طریقہ سے بیان فرمارہے ہیں۔ جیساکہ وہ خود اس پاک مسیح کا درشن کشفی حالت میں کر رہے تھے۔ فرماتے ہیں کہ قومیں کس لئے جوش میں ہیں۔ یعنی مسیح موعود کی مخالف اُسوقت تمام دنیا کی قومیں ہوں گی۔

اور لوگوں کے خیال باطل ثابت ہوں گے۔ زمین کے بادشاہ یعنی دنیا کے فرزند ایمان سے کورے لوگ اُسکا سامنا کرینگے۔ اور سردار یعنی علمائے سوء منصوبہ باز اسکی طرف جھوٹ منسوب کرینگے۔ اب مرتد اس پیشگوئی اور بشارت کو کس کے لئے قرار دیگا۔ اگر وہ کہے۔ کہ اس مسیح کے مصداق حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ تو یہ بات بھی غلط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جس مسیح کی اس پیشگوئی میں بشارت دی گئی ہے۔ اُسکے ساتھ قوموں کی مخالفت کا قرینہ موجود ہے' اور حضرت عیسےٰ ؑ کی مخالفت قوموں نے نہیں کی۔ وہ تو صرف رسولاً الیٰ بنی اسرائیل تھے۔ زمین کے کسی بادشاہ نے اُن کی مخالفت نہیں کی اور نہ کسی نے اُنکا سامنا کیا۔ یہ دو قرینے ایسے ہیں۔ جو اس پیشگوئی کا مصداق حضرت عیسےٰ ؑ کو نہیں ہونے دیتے۔ پس داؤد علیہ السلام نے بھی حضرت مسیح موعود ؑ کے متعلق بشارت فرمائی۔

(ج) حضرت یسعیاہ فرماتے ہیں :-

(۱) "آخری دنوں میں ایسا ہوگا۔ کہ خداوند کے گھر کا پہاڑ پہاڑوں کی چوٹی پر قائم کیا جائیگا۔ ساری قومیں اُس کی طرف روانہ ہوں گی۔" (باب ۲ آیت ۳)

(۲) "اور وُہ (موعود) اپنے منہ کی لاٹھی (تقریر) سے زمین سے مارے گا۔ اور اپنے لبوں کے دم سے شریروں کو فناء کرے گا۔" (آیت ۵)

(۳) "قومیں طالب ہوں گی اور اُسکی آرام گاہ جلال بنیگی۔" (آیت ۱۱)

ان ہر سہ پیشگوئیوں میں "آخری دنوں میں ایسا ہوگا" قرینہ ہے۔ کہ قرب قیامت کے وقت وہ موعود آئے گا۔ اور دوسرا قرینہ بتلایا۔ کہ وُہ اپنے منہ کی لاٹھی سے یعنی دلائل کے ساتھ زمین کو ماریگا۔ اور اس کی بددعا سے بہت سے شریر ہلاک ہوں گے۔ کیا معترض بتلا سکتا ہے۔ کہ اِس منہ کی لاٹھی کا کوئی اور نبی مصداق ہے۔ اور نبیوں نے تلوار اٹھائی۔ اور تم بھی "جہاد" کے قائل ہو۔ لیکن حضرت المسیح فرماتے ہیں۔ کہ وُہ بذریعہ تلوار جہاد نہیں کرے گا۔ بلکہ دلائل کے ساتھ لڑے گا۔ اور بہت سے لوگ اُسکے ساتھ مباہلہ کرکے ہلاک ہو جائینگے۔ کیا حضرت عیسےٰ ؑ کی بددعا سے کوئی دشمن ہلاک ہوا۔ یا حضرت عیسےٰ ؑ نے مباہلہ کیا۔ پس اس بشارت کے مصداق حضرت مسیح موعود ؑ ہی ہیں۔ جو آخری زمانہ میں مبعوث ہوئے۔ اور دلائل کے ذریعہ آپؑ نے جنگ کیا۔ اور مباہلے بھی کئے۔ اور آپؑ کے دشمن ہلاک ہوئے۔ مثلاً مولوی اسمٰعیل علیگڑھی۔ محی الدین لکھو کے والا۔ محمد حسن فیضی ساکن بھیاں تحصیل چکوال۔ عبدالحق

غزنوی۔ چراغدین جمونی۔ غلام دستگیر قصوری۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ لیکھرام پشاوری الیگزنڈر ڈوئی۔ وغیرہم۔

(د) حضرت دانیال فرماتے ہیں :۔

"اور اُسوقت مبعوث ہوگا۔ وہ جو خداوند کی مانند ہے۔ حاکم اعلیٰ وُہ مبعوث ہوگا۔ تیری قوم کی حمایت میں۔ اور دشمنوں کا زمانہ ہوگا۔ ایسا زمانہ کہ اُمت کے ابتدار سے لے کر اُسوقت تک نہ ہوا ہوگا۔ اور اُسوقت ایسا ہوگا۔ کہ تیری قوم میں سے ہر ایک نجات پائیگا۔ اور یہ کتاب میں لکھا ہوا پایا جائیگا۔ اور زمین کے اندر بہت جو سُست پڑے ہیں۔ ہمیشہ کی زندگی کیواسطے جاگ اُٹھینگے۔ اور بعض یہ انکار ابدی لعنت کیواسطے کرلینگے۔ اور اہل دانش آسمان کی چمک کی مانند چمکینگے۔ اور صادقوں میں سے اکثر ستاروں کی مانند چمکینگے۔ اور ہمیشہ اسی طرح چمکا کرینگے۔ اے دانیال ان باتوں کو سربمہر اور پوشیدہ رکھ اُس آخروقت تک جبکہ لوگ زمین پر پریشان طلطو ہونگے۔ وہ ادھر اُدھر دوڑینگے۔ اور سیر کرینگے۔ اور آپس میں ملینگے۔ اور علم بہت بڑھ جائیگا۔ اور مَیں دانیال نے نظر کی۔ اور دیکھے " دو کھڑے ہونگے۔ ایک اس طرف دریا کے اور دوسرا اُس طرف دریا کے اور اُس آدمی کو کہا جسکا لباس لمبے تاگوں کا تھا۔ جوکہ دریا کے پانی کے اوپر تھا۔ کب مصائب کا انجام ہوگا۔ اور میں نے اُس آدمی کو جو لمبے تاگوں والا لباس پہنے تھا جوکہ اوپر دریا کے پانیوں کے تھا۔ اور اُسنے اپنا دایاں اور بایاں بلند کیا۔ آسمان کیطرف۔ اور ابدی زندہ خدا کی قسم کھائی۔ کہ اس زمانہ کی مدت کیلئے دو زمانے ہیں۔ اور ایک زمانہ کا حصہ یہ پورا ہوگا۔ اور مقدس جماعت میں تفرقہ پڑیگا۔ اور اُن کا زور ٹوٹ جائیگا۔ اور یہ سب باتیں پوری ہونگی۔ اور میں نے سنا پر نہ جانا۔ اور میں نے کہا۔ اے خداوند ان سب باتوں کا کیا انجام ہے۔ خدا نے کہا۔ کہ دانیال چلا جا۔ کیونکہ یہ باتیں سربمہر اور پوشیدہ رہینگی۔ آخروقت تک بہتوں کا برا کیا جائیگا۔ اور بہتوں کو سفید کیا جائیگا۔ اور بہتوں کو آزمائش میں ڈالا جائیگا۔ اور شریر شرارت اور شور اور غوغا مچائیں گے۔ اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھے گا۔ پر اہل دانش سمجھ لینگے۔ اور اسوقت سے جبکہ دائمی قربانی موقوف ہوگی۔ اور بتوں کو تباہ کیا جائے گا۔ اسوقت تک بارہ سو نوے (۱۲۹۰) دن ہوں گے مبارک ہے جو انتظار کیا جائیگا۔ اور اپنا کام محنت سے کریگا۔ تیرہ سو پینتیس روز تک اور تو چلا جا آخر تک۔ اے دانیال اور آرام کر اور اپنے حصے پر اخیر پر کھڑا ہوگا۔ اسے جز بہ دم میرے آگے خاموش ہو جاؤ۔

اُمّت از سرِ نو سرسبز ہوگی اور قوت پکڑیگی۔ وے قریب پہونچینگے۔ پھر سب ایک
بات پر متفق ہوں گے۔ ہم قضیٰ (فیصلہ) کے قریب آئینگے کس نے صادق کو مشرق
کی طرف سے مبعوث کیا۔ اُسے اپنے حضور میں بلایا۔ اسکے منہ کے آگے سب کچھ
دھر دیا۔ اور اُسے قوموں اور بادشاہوں پر حاکم کیا۔ اُس نے اسکی تلوار کو خاک کی مانند
اور اسکی کمان کو اڑتے ہوئے بھوسے کی مانند کردیا۔ اور اُس نے اُن کا تعاقب کیا۔ اور
ایسی راہ سے سلامت گذر گیا۔ جس پر کہ وُہ اپنے پاؤں پر نہیں چلا۔ کس نے یہ کام کیا۔
اور اسے انجام دیا۔ وُہ جس نے ساری پشتوں کو ابتدا سے پڑھ سنایا۔ میں وُہی پہلا
خدا ہوں۔ اور آخرین کے ساتھ ہوں" (دانیال باب ۱۲)

اللہ اللہ اُس خدا کے پیارے دانیال نے بکمال تصریح کے ساتھ اس زمانہ
کے متعلق بشارت دی۔ کہ آخرین کے ساتھ اُسوقت خدا ہوگا۔ اور وُہ مسیح موعودؑ اپنے
آقا کی حمایت کے لئے کھڑا ہوگا۔ اور حکم اور عدل ہو کر آئیگا۔ اور وُہ لوگ جو اُمّت
محمدیہ میں سے طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوں گے۔ اُنہیں نجات بخشے گا۔ اور
اُسوقت ہر ایک قوم بیدار ہوگی۔ اور مسیح موعودؑ کی قوم ستاروں کی مانند چمکیگی یعنی
اپنی روشنی سے بہرہ ور کرے گی۔ اور اس زمانہ میں لیثؔ ططو ایک قوم ہوگی۔ جن کے پاس
ادھر اُدھر سیر کرنے کے پورے سامان ہونگے۔ اُسوقت علم بہت بڑھ جائیگا۔ اور اس زمانہ
کے دو حصّے ہونگے۔ یعنی پہلا زمانہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنکے بعد امت میں
تفرقہ پڑ جائیگا۔ اور حکومت اسلامیہ کا زور ٹوٹ جائے گا۔ اور دوسرا زمانہ مسیح موعود کا ہوگا۔
جس کے بعد بھی لوگ اسکے سلسلہ کو مٹانے کی کوشش کرینگے۔ بہت سے الگ کردیئے
جائینگے۔ مگر اُن شریروں میں سے کوئی یہ نہ سمجھیگا۔ کہ ہم کیوں الگ ہوئے۔ دوسرے زمانہ
کی میعاد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بتلائی۔ کہ آنحضرتؐ کے زمانہ کے
بعد ۱۲۹۰ دن ہوں گے۔ اور یہ اصطلاح خدائی کلام کے لحاظ سے ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف
کی آیت انّ یوماً عند ربک کالف سنۃٍ مما تعدّون سے معلوم ہوتا ہے۔
یعنی خدا کا ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ تو ۱۲۹۰ دن سے مراد بارہ سو
نوّے سال مراد ہیں۔ یعنی مسیح موعودؑ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۲۹۰ سال
کے بعد مبعوث ہوگا۔ اور اُس کے بعد ایک اور مبارک شخص کا انتظار ہوگا۔ جس کا ظہور

۱۳۳۵ ہجری میں ہوگا۔ اور وہ اپنے کاموں میں اولوا لعزم ہوگا۔ اور امت از سر نو کھڑی ہوگی۔ اور وہ جو مسیح موعودؑ کا نائب ہوگا۔ جزائر والوں سے کہیگا۔ کہ بس قرآن کی تعلیم کے سامنے خاموش ہو جاؤ۔ اور اُسوقت اسلام قوت پکڑیگا۔ کیونکہ جماعت احمدیہ کا نظام تمام دنیا سے لاثانی ہوگا۔ اور پھر بتلایا کہ مسیح موعود جو صادق ہوگا۔ مشرق کیطرف سے مبعوث ہوگا۔ اسقدر اس پیشگوئی میں صفائی ہے۔ کہ اسکو پڑھ کر کوئی شریف النفس انسان یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ مسیح موعودؑ کی بشارت کسی نبی نے نہیں دی۔ ناظرین خود انصاف کر سکتے ہیں۔ کہ جو الزام مرتد نے لگایا تھا۔ وہ باطل ہے یا نہیں۔

(۷) حضرت عیسےٰؑ فرماتے ہیں :۔

(۱) ”جب ”ابن آدم“ اپنے جلال میں آئے گا۔ اور سب فرشتے اسکے ساتھ آئینگے تو اُسوقت وُہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا۔ اور سب قومیں اُسکے سامنے جمع کیجاوینگی اور وُہ ایک دوسرے سے جدا کریگا“ (متی باب ۲۴۔ آیت ۳۲)

(۲) قرآن مجید حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی زبانی فرماتا ہے :۔ واذ قال عیسے ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدیّ من التورات ومبشرا برسولٍ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد

عیسےٰ ابن مریم نے کہا۔ کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔ تورات کی پیشگوئیوں کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور ایک ایسے رسول کی تمہیں خوشخبری دیتا ہوں۔ جس کا نام احمد ہوگا“ (الصف ع۱)

۱ میں بتلایا۔ کہ ابن آدم کے پاس سب قومیں جمع ہوں گی۔ سو اسکے مطابق تمام قومیں جمع ہوئیں۔ اور پاک لوگوں اور ناپاک لوگوں میں تمیز کر دی گئی۔

۲ میں بتلایا۔ کہ اُس کا نام احمد ہوگا۔ ہمارے مخالف کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ پیشگوئی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ السلام کے حق میں ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت نبی کریمؐ کے متعلق تورات میں جو پیشگوئی ہے۔ کہ اُس کی تصدیق حضرت عیسےٰؑ نے پہلے کر دی۔ کہ مصدقا لما بین یدیّ من التورات۔ اور اس پیشگوئی میں آپکا نام محمدؐ بتایا گیا۔ اگر حضرت مسیح آنحضرت کا نام احمدؐ بتائیں۔ تو اس سے دو قصور لازم آتے ہیں۔ ایک تورات کی پیشگوئی کی تردید اور دوسرے قوم کو مغالطہ ہو جانیکا اندیشہ

ہے۔ اور پھر جس شخص کے متعلق یہ پیشگوئی کی جارہی ہے۔ اُسکا نام احمدؐ ہے۔ اور اسمہٗ کا اطلاق اسم ذات پر ہوتا ہے۔ اور حضرت نبی کریم صلعم کا ذاتی نام محمدؐ تھا۔ پس یہ پیشگوئی اس شخص کے متعلق ہے۔ جسکا ذاتی نام احمد ہوگا :

دُوسرا قرینہ اس میں یہ ہے۔ کہ آنحضرتؐ داعی الی الاسلام تھے لیکن اسجگہ اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا۔ کہ وُہ شخص جس کی بابت حضرت عیسےٰ نے پیشگوئی فرمائی ہے۔ جب آئیگا۔ تو لوگ اُسے کہینگے۔ کہ تو مفتری ہے۔ اور تو نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے جیساکہ وھو یدعٰی الی الاسلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس قسم کے ان آیات میں بہت سے قرینے ہیں۔ جو ہماری کتابوں میں وضاحت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ بخوف طوالت کتاب ھذا میں اُن کا اندراج نہیں ہو سکتا۔ اصل مطلب اسجگہ یہ ہے۔ کہ مرتد دھرمکوٹی نے جو مرزا صاحبؒ کیطرف جھوٹ منسوب کیا ہے۔ وُہ باطل ہے۔ کیونکہ جہاں تک آسمانی کتابیں ملتی ہیں۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ موعود آخر الزمان کے متعلق اُن میں بکثرت پیشگوئیاں اور بشارتیں موجود ہیں۔ مگر ان آجکل کے جھوٹوں کو یہ سچ بھی جھوٹ معلوم ہوتا ہے۔ اب اس میں نہ تو حضرت مرزا صاحب کا قصور ہے۔ اور نہ ہی اُن کتابوں کا۔ دشمن بغیر کتابوں کے دیکھنے کے ایک الزام لگا دیتے ہیں۔ پھر ندامت اُٹھاتے ہیں۔

(د) حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

(۱) لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس (بخاری) یعنی جب ایمان لوگوں کے اندر نہیں رہیگا۔ اور ثریا پر چلا جائیگا۔ اسوقت ایک فارسی الاصل شخص اسکو واپس لائیگا۔

(۲) کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم (بخاری جلد ثانی) یعنی تمہاری اسوقت کیا حالت ہوگی۔ خراب ہی ہوگی جب ہی تو مسیح ابن مریم مبعوث ہوگا۔ مگر یاد رکھنا۔ وہ تم میں سے ہی امام ہوگا۔ آسمان سے نہیں آئے گا۔

(۳) یخرج المھدی من القریۃ یقال لھا کدعہ (جواہر الاسرار ص۵۶) یعنی مہدی موعود اُس بستی سے ظاہر ہوگا جسکو لوگ کادعہ کہیں گے۔

(۴) اُسکے مبعوث ہونے سے پہلے ایک نشانی ہوگی۔ یطلع من المشرق قبل خروج المھدی نجم لہٗ ذنب یضئی الحدیث۔ مشرق کیطرف سے ایک روشن دمدار ستارہ مہدی کے ظاہر ہونے سے پہلے نکلیگا۔

(۵) انّ لمہدینا اٰیتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض۔

(دار قطنی صفحہ ۱۸۸) یعنی ہمارے مہدی کیلئے دو نشانِ صداقت ہیں۔ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے۔ وہ نشان ظاہر نہیں ہوئے۔ ماہِ رمضان میں سورج اور چاند دونوں کو ایک ہی مہینہ کے اندر گرہن لگیگا۔ چاند کو پہلی رات یعنی ۱۳ کو اور سورج کو ۲۸ تاریخ چاند کی چنانچہ ۱۳۱۱ھ جو میں لگے۔ اور رسول کریمؐ کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔ کیا یہ بشارت نہیں۔

ناظرین کرام۔ کیا مرتد دھرم کوٹی کا مطالبہ کہ کس کس نبی نے بشارت دی ہے۔ اور وُہ اشتیاق کس کتاب میں مذکور ہے۔ دانیال۔ زبور۔ یسعیاہ سے پورا نہیں ہوا۔ ایماندار آدمی کے لئے صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث ہی کافی ہے۔ پس معترض کا یہ کہنا کہ "یہ ایک الہامی گپ ہے"۔ دھوئیں کیطرح اڑ گیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہام انّی مہین من اراد اھانتك کے مطابق مرتد خود جھوٹا ثابت ہوگیا۔ کیونکہ اس نے خدا کے راستباز اور صادق انسان کو جھوٹا قرار دیا تھا۔ پس وہ جھوٹ اسکے گلے کا ہار بن گیا۔ اور تا قیامت اسکے گلے کا ہار بنا رہے گا۔

تیسرا الزام اس نمبر میں معترض نے حضورؑ کی کتاب کشتی نوح کا ایک فقرہ درج کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"اور یہ بھی یاد رہے۔ کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے۔ کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی"۔ (ترک صفحہ ۹۳ بحوالہ کشتی نوح صفحہ ۵)

اس فقرہ کے نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:۔

"ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں الحمد کے الف سے لیکر والناس کے س تک کوئی ایسی آیت نہیں جسکا ترجمہ ہو۔ کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ یہ مرزا صاحب کی غلط بیانی اور قرآنِ اقدس کے متعلق بہتان طرازی ہے۔ مرزائیو! اگر ہمت ہے۔ تو قرآن مجید میں سے کوئی آیت ایسی بتاؤ۔ جسکا یہ ترجمہ ہو۔ کہ مسیح موعود کیوقت طاعون پڑے گی۔ اور اگر نہ بتا سکو تو زبان سے اتنا ہی کہدینا کہ لعنت اللہ علے الکاذبین"۔ (ترک صفحہ ۹۳)

الجواب ۱:۔ مرتد دھرمکوٹی نے توریت کے بعض صحیفوں کا مطالبہ نہیں کیا۔ تاہم یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکے متعلق بھی آگاہ کردیا جائے۔ تاکہ آئندہ کوئی دشمن مخالف

اس فقرہ پر اعتراض نہ کرسکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس فقرہ کے آگے حوالہ دیا ہے کہ:۔
"بلکہ حضرت مسیح علیہ السّلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے"۔ (کشتی نوح ص۵)
اور حاشیہ میں توریت کے صحیفوں کا حوالہ دیا ہے۔ کہ:۔
"مسیح موعود کے وقت میں طاعون کا پڑنا بائیبل کی مندرجہ ذیل کتابوں میں موجود ہے۔ ذکریا ۱۴/۱۲، انجیل متی ۲۴/۸، مکاشفات ۲۲/۸" (کشتی نوح ص۵ حاشیہ)

الجواب ۲ :۔ قرآن مجید میں جو خبر طاعون کے متعلق ہے۔ اس کی بابت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی مختلف کتب میں نہایت وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ یہ خبر قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں موجود ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:۔
"تب میرے دل میں ڈالا گیا۔ کہ یہی طاعون ہے۔ اور یہی وُہ دابۃ الارض ہے۔ جسکی نسبت قرآن شریف میں وعدہ تھا۔ کہ آخری زمانہ میں ہم اسکو نکالیں گے۔ اور وہ لوگوں کو اسلئے کاٹے گا۔ کہ وہ ہمارے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابّۃً من الارض تکلّمھم انّ النّاس کانوا بایاتنا لا یوقنون اور جب مسیح موعود کے بھیجنے سے خدا کی حجّت اُن پر پوری ہو جائے گی۔ تو ہم زمین میں سے ایک جانور نکال کر کھڑا کرینگے۔ وُہ لوگوں کو کاٹے گا۔ اور زخمی کرے گا۔ اسلئے کہ لوگ خدا کے نشانوں پر ایمان نہیں لائے تھے۔ دیکھو سورت النمل الجزو نمبر ۲۰۔ اور پھر آگے فرمایا ہے۔ ویوم نحشر من کلّ امّۃٍ فوجًا ممّن یکذّب بایاتنا فھم یوزعون۔ حتّٰی اذا جاؤ قال اکذبتم بایاتی ولم تحیطوا بھا علمًا امّا ذا کنتم تعملون۔ ووقع القول علیھم بما ظلموا فھم لا ینطقون۔ ترجمہ:۔ اُس دن ہم ہر ایک اُمّت میں سے اس گروہ کو جمع کرینگے جو ہمارے نشانوں کو جھٹلاتے تھے۔ اور انکو ہم جدا جدا جماعتیں بناوینگے۔ یہاں تک کہ جب وہ عدالت میں حاضر کئے جاوینگے۔ تو خدائے عزّوجلّ ان کو کہیگا۔ کہ کیا تم نے میرے نشانوں کی بغیر تحقیق کے تکذیب کی۔ یہ تم نے کیا کیا۔ اور ان پر بوجہ ان کے ظالم ہونے کے حجت پوری ہو جائے گی۔ اور وُہ بول نہیں سکینگے۔ سورت النمل الجزو نمبر ۲۰
اب خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ یہی دابۃ الارض جو ان آیات میں مذکور ہے۔ جس کا مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ظاہر ہونا ابتدا سے مقرر ہے۔ یہی وُہ مختلف صورتوں کا

جانور ہے۔ جو مجھے عالم کشف میں نظر آیا۔ اور دل میں ڈالا گیا۔ کہ یہ طاعون کا کیڑا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کا نام دابۃ الارض رکھا۔ کیونکہ زمین کے کیڑوں میں سے ہی یہ بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے پہلے چوہوں پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ انسان کو ایسا ہی ہر ایک جانور کو یہ بیماری ہو سکتی ہے۔ اسی لئے کشفی عالم میں اس کی مختلف شکلیں نظر آئیں۔ اور اس بیان پر کہ دابۃ الارض درحقیقت مادہ طاعون کا نام ہے۔ جس سے طاعون پیدا ہوتی ہے۔ مفصلہ ذیل قرائن اور دلائل ہیں (۱) اوّل یہ کہ دابۃ الارض کے ساتھ عذاب کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ و اذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض۔ یعنی جب اُن پر آسمانی نشانوں اور عقلی دلائل کے ساتھ حجت پوری ہو جائیگی تب دابۃ الارض زمین میں سے نکالا جائیگا۔ اب ظاہر ہے۔ کہ دابۃ الارض عذاب کے موقعہ پر زمین میں سے نکالا جائیگا۔ نہ یہ کہ یوں ہی بیہودہ طور پر ظاہر ہوگا۔ جس کا نہ کچھ نفع نہ نقصان۔ اگر کہو کہ طاعون تو ایک مرض ہے۔ مگر دابۃ الارض لغوی معنوں کی رُو سے ایک کیڑا ہونا چاہئے۔ جو زمین میں سے نکلے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حال کی تحقیقات سے یہی ثابت ہوا ہے۔ کہ طاعون پیدا کرنیوالا وہی ایک کیڑا ہے۔ جو زمین میں سے نکلتا ہے۔ بلکہ ٹیکا لگانے کے لئے وُہی کیڑے جمع کئے جاتے ہیں۔ اور اُن کا عرق نکالا جاتا ہے۔ اور خوردبین سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اُن کی شکل یوں ہے (ہ ہ) یعنے یہ شکل دو نقطہ گویا آسمان پر بھی نشان کسوف وخسوف دو کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور ایسا ہی زمین میں (۲) دوسرا قرینہ یہ ہے۔ کہ قرآن شریف کے بعض مقامات بعض کی تفسیر ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں یہ مرکب لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد کیڑا لیا گیا ہے۔ مثلاً یہ آیت فلمّا قضینا علیہ الموت ما دلّھم علیٰ موتہٖ اِلّا دابۃ الارض تاکل منسأتہ۔ یعنی ہمنے سلیمان پر جب موت کا حکم جاری کیا۔ تو جنّات کو کسی نے اُن کے مرنے کا پتہ نہ بتایا۔ مگر گھن کے کیڑے نے کہ جو سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا۔ سورۃ السبا الجزو نمبر ۲۲۔ اب دیکھو۔ اس جگہ بھی ایک کیڑے کا نام دابۃ الارض رکھا گیا۔ پس اس سے زیادہ دابۃ الارض کے اصلی معنوں کی دریافت کے لئے اور کیا شہادت ہوگی۔ کہ خود قرآن شریف نے اپنے دوسرے مقام میں دابۃ الارض کے معنے

کیڑا کیا ہے۔ سو قرآن کے برخلاف اسکے اور معنے کرنا یہی تحریف اور الحاد اور دجل ہے۔
(۳) تیسرا قرینہ یہ ہے۔ کہ آیت میں صریح معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کے نشانوں کی تکذیب کے وقت میں کوئی امام الوقت موجود ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وقع القول علیہم کا فقرہ یہی چاہتا ہے۔ کہ اتمام حجت کے بعد یہ عذاب ہو۔ اور یہ تو متفق علیہ عقیدہ ہے۔ کہ خروج دابۃ الارض آخری زمانہ میں ہوگا۔ جبکہ مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ تاکہ خدا کی حجت دنیا پر پوری کرے۔ پس ایک منصف کو یہ بات جلد تر سمجھ آ سکتی ہے۔ کہ جبکہ ایک شخص موجود ہے۔ جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور آسمان اور زمین مین بہت سے نشان اس کے ظاہر ہو چکے ہیں۔ تو بلاشبہ دابۃ الارض یہی طاعون ہے۔ جس کا مسیح کے زمانہ میں ظاہر ہونا ضروری تھا۔ اور چونکہ یاجوج اور ماجوج موجود ہے۔ اور من کلّ حدبٍ ینسلون کی پیشگوئی تمام دنیا میں پوری ہو رہی ہے۔ اور دجّالی فتنے بھی انتہا تک پہونچ گئے ہیں۔ اور پیشگوئی دلیترکنّ القلاص فلا یسعیٰ علیھا بھی بخوبی ظاہر ہو چکی ہے۔ اور شراب اور زنا اور جھوٹ[۱] کی بھی کثرت ہوگئی ہے۔ اور مسلمانوں میں یہودیت[۲] کی فطرت بھی جوش مار رہی ہے۔ تو صرف ایک بات باقی تھی۔ جو دابۃ الارض زمین میں سے نکلے۔ سو وہ بھی نکل آیا۔ اس بات پر جھگڑنا جہالت ہے۔ کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فلاں جگہ پھٹے گی۔ اور دابۃ الارض وہاں سے سر نکالے گا۔ پھر تمام دنیا میں چکر مارے گا۔ کیونکہ اکثر پیشگوئیوں پر استعارات کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ جب ایک بات کی حقیقت کھل جائے۔ تو ایسے اوہام باطلہ کے ساتھ حقیقت کو چھوڑنا کمال جہالت ہے۔ اسی عادت سے بدبخت یہودی قبولِ حق سے محروم رہ گئے۔ (۴) قرینہ چہارم دابۃ الارض کے طاعون ہونے پر یہ ہے۔ کہ سورت فاتحہ میں ایک رنگ میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ کسی وقت بعض مسلمان بھی وہ یہودی بن جائیں گے۔ جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے وقت میں تھے۔ جو آخرکار طاعون وغیرہ بلاؤں سے ہلاک کئے گئے تھے۔

---

[۱] جیسا کہ مرتد کذّاب نے پانچ جھوٹ بولے ہیں۔ اور الزام لگایا ہے۔ فلعنت اللہ علی الکاذبین۔ [۲] جیسا کہ مرتد کی یہودیت ہم ثابت کر چکے ہیں۔
(فاروقی)

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ عادت ہے۔ کہ جب ایک قوم کو کسی فعل سے منع کرتا ہے تو ضرور اس کی تقدیر میں یہ ہوتا ہے۔ کہ بعض اُن میں سے اس فعل کے ضرور مرتکب ہوں گے۔ جیساکہ اسلئے توریت میں یہودیوں کو منع کیا تھا۔ کہ تم نے توریت اور دوسری خدا کی تحریف نہ کرنا۔ سو آخر اُن میں سے بعض نے تحریف کی۔ مگر قرآن میں یہ نہیں کہا گیا۔ کہ تم نے قرآن کی تحریف نہ کرنا۔ بلکہ یہ کہا گیا۔ انا نحن نزلنا الذکر و انّا لہٗ لحافظون۔ سو سورہ فاتحہ میں خدا نے مسلمانوں کو یہ دعا سکھلائی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اس جگہ احادیث صحیحہ کی رُو سے بکمال تواتر یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ المغضوب علیھم سے مراد بدکار اور فاسق یہودی ہیں۔ جنہوں نے حضرت مسیح کو کافر قرار دیا۔ اور قتل کے درپئے رہے۔ اور اور اُس کی سخت توہین و تحقیر کی۔ اور جنپر حضرت عیسےٰ نے لعنت بھیجی۔ جیساکہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ اور الضالین سے مراد عیسائیوں کا وُہ گمراہ فرقہ ہے۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا سمجھ لیا۔ اور تثلیث کے قایل ہوگئے۔ اور خون مسیح پر نجات کا حصر رکھا۔ اور انکو زندہ خدا کے عرش پر بٹھا دیا۔ اب اس دعا کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدایا ایسا فضل کر کہ ہم نہ تو وہ یہودی بنجائیں۔ جنہوں نے مسیح کو کافر قرار دیا تھا۔ اور ان کے قتل کے درپئے ہوئے تھے۔ اور نہ ہم مسیح کو خدا قرار دیں اور تثلیث کے قائل ہوں۔ چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا۔ کہ آخری زمانہ میں اسی امت میں سے مسیح موعود آئیگا۔ اور بعض یہودی صفت مسلمانوں میں سے اُسکو کافر قرار دینگے۔ اور قتل کے درپے ہونگے۔ اور اس کی سخت توہین و تحقیر کرینگے۔ اور نیز جانتا تھا۔ کہ اس زمانہ میں تثلیث کا مذہب ترقی پر ہوگا۔ اور بہت سے بدقسمت انسان عیسائی ہوجائیں گے۔ اسلئے اس نے مسلمانوں کو یہ دُعا سکھلائی۔ اور اس دعا میں مغضوب علیھم کا جو لفظ ہے۔ وہ بلند آواز سے کہہ رہا ہے۔ کہ وہ لوگ جو اسلامی مسیح کی مخالفت کریں گے۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کی نظر میں مغضوب علیھم ہوں گے۔ جیساکہ اسرائیلی مسیح کے مخالف مغضوب علیھم تھے اور حضرت مسیح خود انجیل میں اشارہ کرتے ہیں۔ کہ میرے منکروں پر

مَرِیْ یعنے طاعون پڑیگی۔ اور بعد اسکے دوسرے عذاب بھی نازل ہوں گے اسلئے ضروری تھا۔ کہ مسیح اسلامی کی تائید میں بھی یہ باتیں ظہور میں آتیں اور بھی دلائل اس بات پر بہت ہیں کہ یہی دابۃ الارض جسکا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ طاعون ہے۔ اور بلاشبہ یہ زمینی بیماری ہے۔ اور زمین میں سے ہی نکلتی ہے" (نزول المسیح ص ۴۰ تا ۴۲)

اس طویل اقتباس کے پڑھنے کے بعد کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ قرآن میں طاعون کا ذکر نہیں۔ اور اس مدلّل اقتباس کے بعد ہماری کسی تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ہرنند دھر مکوٹی کا یہ مطالبہ کہ قرآن میں یہ لکھا ہو۔ کہ مسیح موعود کیوقت طاعون پڑے گی۔ اسکے مسلمات کی رُو سے باطل ہے۔ کیونکہ یہ فریقین کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ مسیح موعود کیوقت میں دابۃ الارض زمین سے نکلے گا۔ اور احادیث صحیحہ نے بھی واضح طور پر اس مسئلہ کو بیان کیا ہے۔ کہ آخری زمانہ میں جبکہ مسیح موعود آئیگا۔ اُسوقت دابۃ الارض زمین سے نکلیگا۔ اور قرآن مجید نے بھی بتلایا کہ واذا وقع القول یعنی جب امام الوقت کے بھیجنے سے خدا کی حجت اُن پر پوری ہو جائیگی۔ اُس وقت دابۃ الارض نکلیگا۔ پس معترض کا حضرت جری اللہ کیطرف جھوٹ منسوب کرنا باطل ہے۔ اور مسل خود جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا۔

یاد رہے۔ کہ اگر یہ اعتراض قائم کیا جائے۔ کہ صاف لفظوں میں طاعون نہیں لکھا۔ تو اسکا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مکمل دیدیا ہے۔ ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اگر خدا کی کتابوں میں استعارات کا رنگ غالب نہ ہوتا۔ تو آنحضرت صلعم کا انکار نہ ہوتا حضرت عیسےٰؑ کو کافر نہ قرار دیا جاتا۔ قطع نظر اسکے ہم اس جگہ خود معترض سے پوچھتے ہیں کہ قرآن مجید نے فرمایا ہے۔ کہ یجدونہ مکتوبًا عندھم فی التوراۃ والانجیل (اعراف ع ۱۹) یعنی جو لوگ رسول کریم کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ توریت میں اور انجیل میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں"۔ اب ذرا ہمیں وُہ مقام بتادیا جائے۔ جہاں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہو۔ کہ "ایک شخص حضرت محمد بن عبد اللہ قریشی جو مکے کا باشندہ ہوگا"۔ توریت یا انجیل میں کتاب پیدائش سے لیکر یوحنا کے مکاشفہ تک ایسی کوئی آیت بتلادے تو پھر ہم مانیں۔ کہ اُنکا مطالبہ درست ہو سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ خدا کے کلام میں استعارات ہوتے ہیں۔ سعید الفطرت اُن کے مطابق ایمان لے

آتے ہیں۔ اور گندی فطرت کے مالک یہ چاہتے ہیں۔ کہ صاف الفاظ میں یہ لکھا ہوا ہو۔ تو پھر ہم تسلیم کرتے ہیں۔ پس یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر اس صفائی کی حاجت ہوتی۔ تو ایمان بالغیب کی ضرورت نہ ہوتی اور دہریوں کو قائل کرنے کے لئے خدا سامنے آجاتا۔ تورات اور انجیل میں صاف محمد (صلعم) لکھا ہوتا۔ اور اسی طرح قرآن مجید میں میرزا غلام احمد لکھدیا جاتا۔ اور مرتد کیلئے قرآن مجید میں صاف لفظ طاعون لکھا ہوتا۔ تو پھر یہ اُسکو سچ مانتا۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ چونکہ قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق تورات و انجیل میں صاف طور پر اس قسم کی کوئی آیت نہیں جسمیں یہ مذکور ہو۔ کہ " حضرت محمد بن عبداللہ مکہ میں نبی آخرالزمان ہوں گے " اسلئے قرآن نے غلط بیانی کی۔ (نعوذ باللہ) پس ان باتوں کو جھوٹ قرار دینا بیوقوفی ہے۔

میرے پیارو۔ مرتد دھرمکوٹی کو خوب معلوم ہے۔ کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں یہ صاف لکھا ہے۔ کہ آخری زمانہ میں مسیح موعود کیوقت دابۃ الارض نکلیگا۔ اور قرآن مجید سے لفظ دابۃ الارض کے معنے حضرت مسیح موعودؑ نے جو فرمائے ہیں۔ کوئی اہل علم اُن سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ پس ہم نے آپ کے اقوال سے ثابت کر دیا۔ کہ معترض کا مطالبہ کہ " مسیح موعود کیوقت طاعون پڑیگی " قرآن مجید کے دابۃ الارض سے ثابت ہے۔ کیونکہ مرتد بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ دابۃ الارض مسیح موعود کیوقت زمین سے نکلیگا۔ باقی یہ کہ کس لفظ کا ترجمہ طاعون ہے۔ اس کا جواب مسیح موعود علیہ السلام نے واضح طور پر لکھدیا ہے۔ کہ دابۃ الارض کے معنی قرآن مجید کے دوسرے مقام سے " زمین کا کیڑا " ثابت ہیں۔ اور طاعون ایک بیماری کا نام ہے۔ جو اس کیڑے کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے۔

چوتھا الزام مرتد دھرمکوٹی نے چوتھا الزام یہ لگایا ہے کہ معاذ اللہ حضرت مسیح موعودؑ نے جھوٹ بولا ہے۔ کہ قرآن نے میرا نام ابن مریم رکھا۔ چنانچہ اُس نے ایک فقرہ حسب ذیل نقل کیا ہے۔ کہ " مرزا صاحب رقمطراز ہیں ":-

" اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں "

(ترک مرزائیت صـ۹۳ بحوالہ تحفۃ الندوہ صـ۵)

اسکے بعد مرتد مذکور نے مکفرین انبیاء کی سنت قدیمہ کا یوں حق ادا کیا ہے:-

"ایھا الناظرین! کیا اب بھی آپکو مرزا صاحب کے کاذب ہونے میں شک ہے اتنا بڑا جھوٹ اتنی مکروہ کذب بیانی پنجابی مدعی نبوت کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ ہم علیٰ وجہ البصیرت ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتے ہیں۔ کہ کرشن قادیانی کا کوئی چیلہ قرآن مجید کی ایسی کوئی آیت ہمیں نہیں بتا سکتا۔ جس میں اُن کے کرشن رودر گوپال مرزا غلام احمد کا نام ابن مریم رکھا گیا ہو۔ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ مرزا صاحب کے مخلص مریدو! اگر تم مرزا صاحب کا نام قرآن کریم میں ابن مریم لکھا ہوُا نہ بتا سکو۔ اور یقیناً نہ بتا سکو گے۔ تو خوفِ خدا اور اپنے ضمیر کی آواز کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مرزا صاحب کو جھوٹا سمجھنے میں ہمارے ہمنوا ہو جاؤ۔ کیونکہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں۔ کہ اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں۔ یاد رکھو۔ کہ قرآن حکیم میں ایسی کوئی آیت نہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہو۔ کہ مرزا غلام احمد ابن مریم ہے"۔ (ترک ص ۹۳)

الجواب:۔ سورت التحریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

"وضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرأۃ نوح و امرأۃ لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتاھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئاً وقیل ادخلا النار مع الداخلین۔ وضرب اللہ مثلاً للذین اٰمنوا امرأۃ فرعون اذ قالت رب ابن لی عندك بیتاً فی الجنۃ ونجّنی من فرعون وعملہ ونجّنی من القوم الظٰلمین و مریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات ربّھا وکتبہٖ وکانت من القانتین (التحریم ع۲)

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ کہ کافر لوگ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیوی سے مشابہ ہیں۔ کہ نبوت ان کے گھر میں تھی۔ مگر وہ اپنی کرتوتوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم رسید ہوئیں۔ اس طرح خدا تعالیٰ کا نبی منکرین اور دنیا کے فرزندوں کے پاس آتا ہے۔ اور بغیر کسی معاوضہ لینے کے ان کو ہدایت کرتا ہے۔ مگر کفار اسکے دشمن بنکر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور مومنوں کی مثال فرعون کی بیوی اور حضرت مریم صدیقہ سے دی۔ یعنی مومن دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) وہ جو

نیکی اور تقویٰ پر قائم ہوتے ہیں۔ مگر مس شیطان سے بکلّی پاک نہیں ہوتے۔ بلکہ کبھی کبھی نفسانی خواہشوں اور جذبات کے نیچے دب جاتے ہیں۔ لیکن پھر رب نجنی من القوم الظلمین کی دعا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اُن کی تلافی ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت اُنکی دستگیری فرماتی ہے۔ اور اُن کا نفس لوّامہ نفس امّارہ پر غالب آجاتا ہے۔ یہ مومن حضرت آسیہ زوجہ فرعون سے مشابہت رکھتے ہیں۔ (۲) وُہ مومن جو شیطان کی مَس سے بکلّی پاک ہوتے ہیں۔ اور شیطان اُن کے پاس پھٹکنے ہی نہیں پاتا۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو مقام مریمیت کے وارث ہوتے ہیں۔ اور ان ہی متذکرۃ الصدر آیات میں بعض عورتوں کو حضرت صدّیقہ سے مشابہ قرار دیا ہے۔

اس قرآنی حقیقت کے ماتحت تمام اولیائے امّت محمدیّہ اور متکلمین کا یہ خیال و اعتقاد ہے کہ بعض صفات میں مماثلت کی بنا پر ایک کا نام دوسرے کو دیدیا جاتا ہے۔ اور یہ محاورہ ہر قوم میں پایا جاتا ہے۔ کہ سخی کو حاتم اور شہ زور کو رستم کہتے ہیں۔ اسی اصول کیطرف متوجہ کرنے کی خاطر علاّمہ فخرالدین رازی تحریر فرماتے ہیں:۔

"اطلاق اسم الشئ علی ما یشابھہ فی اکثر خواصہ وصفاتہ جائز حسنٌ" (تفسیر کبیر جلد ۲ صـ ۶۸۹)

یعنی کسی کا نام اُسکے خواص اور صفات میں مشابہ پر بولنا بطریقِ احسن جائز ہے۔ اسی بناء پر فقہاء کا مشہور مقولہ ہے "ابو یوسف ابو حنیفہ" یعنی امام ابو یوسف حضرت امام ابو حنیفہ سے ایسے مشابہ ہیں۔ کہ وہی ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم[۲] نے فرمایا:۔ "من احب ان ینظر عیسٰی بن مریم فی زھدہ فینظر الی ابی الدرداء" (منصب امامت مصنفہ سیّد اسمٰعیل شہیدؒ صـ ۳۵) یعنے جو شخص زہد کے لحاظ سے عیسےٰ بن مریم کو دیکھنا چاہے۔ وہ حضرت ابو الدرداء کو دیکھ لے۔ گویا حضرت ابو الدرداء زاہدانہ رنگ میں حضرت مسیح بن مریم کے مثیل تھے۔

اس باب میں صوفیائے[۳] کرام کا قول حسب ذیل ہے:۔

"روحانیت کمل گاہے بر ارباب ریاضت چناں تصرّف مے فرماید کہ فاعل افعال شاں میگردد و ایں مرتبہ را صوفیا بروز میگویند۔" (اقتباس الانوار صـ ۵۲)

خواجہ میر درد[۴] صاحب دہلوی فرماتے ہیں:۔

"الله الله! ہر انسان بقدرتِ کاملۂ حق تعالیٰ عیسیٰؑ وقتِ خویش است وہر دم اورا برائے خود معاملۂ نفس عیسوی در پیش است" (رسالہ درود مطبوعہ مطبع شاہجہانی بھوپال ص۲۱۱)

شاہ نیاز احمدؒ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:۔ ؎

عیسیٰ مریمی منم احمدِ ہاشمی منم ✿ حیدرِ شیر نر منم من نہ منم من منم

(دیوان مولانا شاہ نیاز احمدؒ صاحب ص۲۲ مطبوعہ ۱۲۹۰ھ)

حضرت شیخ معین الدین صاحب اجمیریؒ فرماتے ہیں:۔ ؎

دمبدم رُوح القدس اندر معینے میدمد ✿ من نمیگویم مگر من عیسیٰؑ ثانی شدم

قرآن مجید مماثلت کیوجہ سے بعض مومنین کا نام مریم اور بعد ازاں ابنِ مریم رکھتا ہے۔ اور اسی کے مطابق اولیائے اُمّت محمدیہ اسی طریق پر گامزن ہیں۔ اور انہوں نے اپنے آپکو ابن مریم قرار دیا ہے۔ یعنی اُن کے نزدیک بوجہ صفاتی مشابہت بعض لوگ گذشتہ بزرگوں کے نام سے موسوم ہو سکتے ہیں۔ یہ اشتراک جو نام کا ہے بعض صفاتی تشارک پر مبنی ہوگا۔ بلکہ خصوصیّت سے بہ تصریح موجود ہے۔ کہ مسلمانوں میں بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق مریم بھی ہیں۔ اور ابنِ مریم بھی۔ چنانچہ بخاری شریف کی مشہور اور معروف حدیث ما من مولود یولد الّا والشیطان یمسّہ حین یولد الّا مریم وابنھا کو صحیح تسلیم کر کے علامہ زمخشری لکھتے ہیں:۔

"معناہ ان کل مولود یطمع الشیطان فی اغوائہ الّا مریم وابنھا فانھما کان معصومین وکذالك کل مَن کان فی صفتھما" (تفسیر کشاف جلد ا ص۳۰۳)

علامہ زمخشری نے اس عبارت کے آخری فقرہ "وکذالك کل مَن کان فی صفتھما" میں بتایا ہے۔ کہ اس حدیث کے لفظ مریم اور ابن مریم کا اطلاق ان تمام پر ہو سکتا ہے جو صفاتی طور پر مریمیت اور عیسویت کے رنگ میں رنگین ہیں۔ اسی لئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ کہ جو شخص بوقتِ مجامعت بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا پڑھ لیگا۔ اسکا بچہ مسِ شیطان سے پاک ہوگا۔ (مشکوٰۃ باب الدعوات ص۲۱۲)

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک طرف اپنی اُمّت کو وہ طریق بتلا دیا جس سے اولاد مسِ شیطان سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ اور دوسری طرف بطور حصر فرمایا۔ کہ ہر بچہ

بجز مریم و ابنِ مریم مس شیطان سے ملوث ہو جاتا ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں صاف فرما دیا۔ کہ اُمت کے بعض بچے صفت مریمی سے متصف ہوں گے۔ اور بعض عیسوی رنگ کو لیکر ابن مریم کہلائیں گے :۔

اس سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مومنین میں سے صفاتی طور پر مریم بھی بن سکتے ہیں۔ اور ابن مریم بھی۔ اور قرآن میں اُن کا نام ابن مریم ہے۔ پس جس شخص کے اندر یہ صفات پیدا ہونگی۔ اس کا نام قرآن نے ابنِ مریم رکھا ہے۔ اور اسکو جھوٹ کہنا۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ اور اقوال بزرگان کی تکذیب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسی طریق پر ابن مریم قرار دیا ہے۔ اور اسی حقیقت کے ماتحت آپؑ نے فرمایا ہے۔ کہ قرآنِ کریم نے میرا نام ابنِ مریم رکھا ہے۔ یعنی اسمیں حضرت مسیح موعودؑ اشتراک صفاتی رکھتے ہیں۔ اور اسکے لحاظ سے آپؑ کا نام ابن مریم ہے۔ چنانچہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں :۔

(الف) "بعض افراد اُمت کی نسبت فرمایا ہے۔ کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھینگے۔ جس نے پارسائی اختیار کی۔ تب اُسکے رحم میں عیسیٰؑ کی رُوح پھونکی گئی۔ اور عیسیٰؑ اُس سے پیدا ہوا۔ اس آیت میں اس بات کیطرف اشارہ تھا۔ کہ اس اُمت میں ایک شخص پیدا ہوگا۔ کہ پہلے مریم کا مرتبہ اُسکو ملیگا۔ پھر اُسمیں عیسےٰؑ کی رُوح پھونکی جائیگی تب مریم میں سے عیسیٰ نکل آئیگا۔ یعنی وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کیطرف منتقل ہو جائیگا۔ گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسےٰ ہونے کا بچہ دیا۔ ....

پس اس لحاظ سے میں عیسیٰ بن مریم کہلایا۔ کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی۔" (کشتی نوح صہ ۴۵)

(ب) ؎

مدتے بودم برنگِ مریمی
دست نا دادہ بہ پیرانِ ہمی

ہمچو بکرے یافتم نشو و نما
از رفیقِ راہِ حق ناآشنا

بعد ازاں آں قادر و ربِّ مجید
رُوحِ عیسےٰ اندراں مریم دمید

پس بہ نفخش رنگ دیگر شد عیاں
زاد ازاں مریم مسیحِ ایں زماں

زیں سبب شد ابن مریم نامِ من
زانکہ مریم بود اوّل گامِ من

بعد ازاں نفخِ حق عیسےٰ شدم
شد زجائے مریمی برتر قدم

(حقیقۃ الوحی صہ ۳۴۳)

اب ناظرین خود انصاف کرلیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس طریق پر اپنے آپکو ابن مریم قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے قرآنِ کریم میں آپؑ کا نام ابن مریم ہے۔ اور قرآنِ کریم نے تمام مومنین کو ابن مریم کا نام دیا ہے۔ پس اس رنگ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ قرآن نے میرا نام ابن مریم رکھا ہے۔ اسپر اعتراض کرنا معارف قرآنیہ سے بیگانگی کا ثبوت دینا ہے ؎

پانچواں الزام

مُرتد دھرمکوٹی کی خیانت گو عالم آشکارا ہو چکی ہے۔ لیکن اس نمبر میں اُس نے ایک ایسی مکروہ کذب بیانی کی ہے۔ جس کے باعث اس کی دیانت اور امانت کے تمام پردے چاک ہوگئے ہیں۔ اور اس کی حق پوشی بالکل عیاں ہوگئی ہے۔ چنانچہ اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ازالہ اوہام سے صرف نصف فقرہ نقل کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں :-

" اور میں نے کہا۔ کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان" (ترک ص۹۴ بحوالہ ازالہ اوہام ص۳۳)

اِس کے بعد لکھتا ہے :-

" احمدی دوستو! مرزا صاحب کا یہ حوالہ اگر تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یا کسی سے سنا ہے تو بتاؤ۔ کہ تم نے قرآن مجید میں قادیان کا نام تلاش کیا؟ اگر تمہیں باوجود تلاش کرنے کے بھی قرآن مجید میں قادیان کا نام نہیں ملا۔ اور یقیناً کبھی نہیں مِلسکتا۔ تو کیا اب بھی مرزا صاحب کو راستگو ہی سمجھتے رہوگے؟ اگر اتنی بڑی کذب بیانی کرنے کے بعد کوئی شخص محدث، مجدد، مسیح موعود اور ظلّی و بروزی نبی ہو سکتا ہے۔ تو کیا کذّابوں کے سر پر سینگ ہوا کرتے ہیں؟" (ترک ص۹۴)

الجواب ۱ :- او عقل و انصاف کے دشمن! کیا تجھے خدا کا خوف نہیں۔ جو اس بے باکی سے دروغ بافی کا شیفتہ ہو رہا ہے۔ جس کتاب میں سے تُو نے صرف نِصف فقرہ لیکر لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ وہاں پر صاف لکھا ہے۔ کہ یہ کشفی حالت ہے۔ اور خواب کو ظاہر پر محمول کرنا پرلے درجہ کی سفاہت اور نادانی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعی راستگو تھے۔ اور آپؑ نے بالکل سچ فرمایا۔ کہ مجھے خواب میں ایسا دکھائی دیا۔ کیا خواب

ہیں قادیان کا نام قرآن میں دیکھنے سو"کذب پروری" ہے۔ اگر ہے۔ تو آؤ ہم تمہیں بتلائیں۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا۔ کہ انہیں سورج اور چاند اور گیارہ ستارے سجدہ کر رہے ہیں۔ کیا اسکو ظاہر پر محمول کیا گیا اور حضرت یوسفؑ کو جھوٹا قرار دیا گیا۔ کہ تمہیں سورج اور چاند کیونکر سجدہ کر سکتے تھے۔ پھر حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بحالتِ کشف سونے کے کنگن اپنے ہاتھوں میں دیکھے۔ تو کیا آپؐ نے واقعی سونا پہن لیا تھا۔ اور یوں شریعت اسلامیہ کے خلاف عمل کر لیا تھا۔ اور آپؐ نے جنگ اُحد کے شہداء کو گائیوں کی شکل میں دیکھا۔ (مسلم باب الرؤیا) کیا وُہ واقعی گائیں ہو گئے ہرگز نہیں۔ الغرض مرتد کے کشف کو ظاہر پر محمول کر کے اعتراض کرنے سے اس کی ایمانداری کا جنازہ نکل چکا ہے۔

اس نے لا تقربوا الصلوٰۃ کہنے والے کی طرح پورا حوالہ درج نہیں کیا۔ حالانکہ وُہ سارا واقعہ جو قادیان کا نام قرآن میں دیکھے جانے کا ہے۔ خواب میں دیکھا گیا۔ یہ اُس کی سب سے بڑی بددیانتی اور مکروہ کذب بیانی ہے۔

الجواب ۲:۔ مرتد دھرمکوٹی کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ خدا کا وعدہ ہے۔ کہ "انی مھین من اراد اھانتك"۔ جو شخص تجھے رسوا کرنا چاہتا ہے۔ میں اُس کو خود رسوا کرونگا اور جو تیری طرف "جھوٹ" منسوب کرے گا۔ وہ خود جھوٹا ثابت ہو جائیگا اب دیکھ لے۔ کہ اس خدا کے مقدس نبی پر تو نے جھوٹ کا الزام لگایا لیکن تجھے خدا نے فوراً ذلیل و رسوا کر دیا۔ تیرا دعویٰ اور تیرا یقین اور تیری بصیرت ناظرین پر ظاہر ہو گئی۔ کہ تو خود کذاب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کشف کے متعلق ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:۔

"کشفی طور پر میں نے دیکھا۔ کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر

میرے قریب بیٹھکر باواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا۔ کہ اِنّا انزلناہ قریبًا من القادیان تو میں نے سُنکر بہت تعجب کیا۔ کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوُا ہے۔ تب انہوں نے کہا۔ کہ یہ دیکھو لکھا ہُوا ہے۔ تب مَیں نے نظر ڈال کر جو دیکھا۔ تو معلوم ہوُا۔ کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شائد قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے۔ اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکّہ اور مدینہ اور قادیان۔ یہ کشف تھا۔ جو کئی سال ہُوئے۔ کہ مجھے دکھلایا گیا تھا۔ اور اس کشف میں جو مَیں نے اپنے بھائی صاحب مرحوم کو جو کئی سال سے وفات پاچکے ہیں۔ قرآن شریف پڑھتے دیکھا۔ اور اس الہامی فقرہ کو اُن کی زبانی قرآن شریف میں پڑھتے سنا۔ تو اُس میں یہ بھید مخفی ہے۔ جس کو خدائے تعالیٰ نے میرے پر کھول دیا۔ کہ اُن کے نام سے اس کشف کی تعبیر کو بہت کچھ تعلق ہے۔ یعنی اُن کے نام میں جو قادر کا لفظ آتا ہے۔ اس لفظ کو کشفی طور پر پیش کرکے یہ اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ یہ قادر مطلق کا کام ہے۔ اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ اُس کے عجائباتِ قدرت اسی طرح پر ہمیشہ ظہور فرما ہوتے ہیں۔ کہ وُہ غریبوں اور حقیروں کو عزت بخشتا ہے۔ بڑے بڑے معزّزوں اور بلند مرتبہ لوگوں کو خاک میں ملادیتا ہے۔ بڑے بڑے علماء و فضلا اُس کے آستانۂ فیض سے بکلّی بے نصیب اور محروم رہ جاتے ہیں۔ اور ایک ذلیل حقیر اُمّی جاہل نالائق منتخب ہوکر مقبولین کی جماعت میں داخل کرلیا جاتا ہے۔ ہمیشہ سے اس کی کچھ ایسی ہی عادت ہے۔ اور قدیم سے وُہ ایسا ہی کرتا

چلا آیا ہے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء“

(ازالہ اوہام ص ۳۲ طبع سوم)

اِس اقتباس نے مرتد دھرمکوٹی کی دغابازی ظاہر کردی۔ کہ اُس نے محض دھوکہ دینے کی غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صرف نصف فقرہ نقل کرکے پبلک کو دھوکہ دینے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ اُس کی بطالت واضح ہے۔ اور ناظرین کو معلوم ہوگیا ہے۔ کہ یہ لوگ محض دغابازی سے کام لیکر حضور علیہ السلام پر جھوٹ کے الزام لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور دراصل خود دروغ بیانی سے کام لیتے ہیں۔ فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

فصل ششم

حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق فاضلہ پر اعتراضات

اور

اُن کی تردید

گالیاں سُنکر دُعا دو پاکے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

(حضرت مسیح موعودؑ)

فصل ہذا میں ”مصنف ترک مرزائیت“ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق حسنہ پر یہ الزام لگانے کی کوشش کی ہے۔ کہ آپ نے ”علمائے سوء“ مخالفین۔ اور حضرت یسوع کو گالیاں دی ہیں چنانچہ اس کا عنوان مرتد نے ”مرزا صاحب کی گالیاں“ قائم کیا ہے۔ لیکن

یہ بات اُسی طرح بے بنیاد ہے۔ جس طرح گذشتہ فصول میں اُس کی کذب بیانیاں عیاں ہو چکی ہیں۔

وہ جس نے اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز اور مظہر ہونے کا دعویٰ کیا وہ مقدس وجود جو اُمّت محمدیہ کیلئے ہادی اور نمونہ بنکر ظاہر ہوا۔ جس نے اپنے سید و مولیٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق عمل کرنے کی نصیحت فرمائی، وہ سراپا خلق اور سراپا تہذیب تھا۔ وہ ایک نور تھا۔ جو آسمان پر چمکا۔ اور اہل بصیرت نے اُسکو دیکھا۔ اُسکے اخلاق کو اپنے رسول کریمؐ کی مانند پایا۔ وُہ خدا کا پیغام لے کر آیا۔ ”مدینے والے“ کے باغ کی حفاظت اُس کا اصل مقصد تھا لیکن دُنیا کے فرزندوں نے اُسے جھوٹا قرار دیا۔ وُہ خدا کی ایک آواز تھا۔ ”اور یہ وہی آواز تھی“۔ جو کسی وقت ”سینا“۔ اور ”شعیر“ اور ”فاران“ سے نکلی تھی۔ اور آج وہی صدا قادیان سے بلند ہوئی۔ اس آواز نے اپنے لئے ایک وجود مقرر کیا۔ جس کا مقدس نام ”غلام احمدؐ تھا“۔ اس نے کہا۔ کہ آؤ میں تمہیں خدا کا پیغام سناؤں۔ تاکہ اُس پیغام کے سننے سے تمہاری فلاح ہو۔ اپنوں اور بیگانوں نے اُس کی مخالفت کی۔ شہر والوں نے اُسے بدنام کیا۔ ملک والوں نے اُسکو گالیاں دیں۔ پتھر مارے۔ الزام اور اتہام لگائے۔ مقدمات چلائے اور کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ لیکن اُس رحم مجسّم، سراپا خلق اور مجسمہ تہذیب نے اپنے آقا کی تعلیم کے مطابق صبر کیا۔ جس طرح حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت تک تلوار نہ اٹھائی جبتک اُنہیں خدا کا حکم نہ پہنچا۔ گو مُسلمانوں کو قتل کیا گیا۔ طرح طرح کے مظالم اُن پر برپا کئے گئے۔ آخر خدا کی غیرت جوش میں آئی۔ اور آپ کو کفار مکّہ کی مدافعت کرنے کا حکم دیا گیا۔ تب تلوار کا جواب تلوار سے دیا گیا۔ اور یہ جواب عین خدا کا منشا تھا۔ اس تلوار کے اُٹھانے سے یہ مطلب نہ تھا۔ کہ کفار کو بزور شمشیر حلقۂ اسلام میں داخل کیا جائے۔ بلکہ یہ تلوار کفار مکّہ کے کبر اور غرور کو پاش پاش کرنے کے لئے اُٹھائی گئی۔ اور اس تلوار میں ایک مخفی ناصحانہ انداز بھی تھا۔ جس سے حضرت ابو سفیان جیسے لوگوں نے فائدہ اُٹھایا۔

پس اس تلوار کے اُٹھانے کا وہ مطلب نہ تھا۔ جو عداوت اور دنیا کے کسی لالچ کے لئے اُٹھائی جاتی ہے۔ اسی طرح اس زمانہ کے حلیم نبی کے مدافعانہ اظہار واقعہ کو "گالیاں" نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ انبیائے کرام بمنزلہ والدین کے ہوتے ہیں۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ اگر اولاد بے ایمان اور بے لگام ہو جائے۔ تو والدین کو اُنکی درستی کے لئے بعض سخت الفاظ استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ اور اُن کو کوئی مہذب انسان بیجا نہیں کہہ سکتا

علمائے سوء کے متعلق

مرتندھر مکوٹی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند حوالے دیکر لکھا ہے کہ ایک طرف ناصحانہ انداز ہے۔ اور دوسری طرف علماء اور مخالفین کو گالیاں دی ہیں۔ مگر یہ بات بالکل غلط ہے جس بات کو گالی کہا گیا ہو وہ اظہار واقعہ ہے۔ اور اظہار واقعہ ضروری چیز ہے اسکو "گالی" قرار دینا قرآن مجید سے لاعلمی کا ثبوت ہے۔ اور یہ سب کچھ اس وقت اختیار کیا گیا۔ جبکہ اُن لوگوں نے خود ابتدا کی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اس معاملہ کو صاف کر دیا ہے فرماتے ہیں

"تمام مخالفوں کی نسبت میرا یہی دستور رہا ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ میں نے کسی مخالف کی نسبت اسکی بدگوئی سے پہلے خود بدزبانی میں سبقت کی ہو۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جرأت کے ساتھ زبان کھولکر میرا نام دجال رکھا۔ اور میرے پر فتویٰ کفر لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں۔ اور مجھے یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا اور میرا نام کذاب۔ مفسد۔ دجال۔ مفتری۔ مکار۔ ٹھگ۔ فاسق۔ فاجر۔ خائن رکھا۔ تب خدا نے میرے دل میں ڈالا۔ کہ صحت نیت کے ساتھ ان تحریروں کی مدافعت کروں۔ میں نفسانی جوش سے کسی کا دشمن نہیں۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ ہر ایک سے بھلائی کروں۔ مگر جب کوئی حد سے بڑھ جائے۔ تو میں کیا کروں۔ میرا انصاف خدا کے پاس ہے۔ ان سب مولوی لوگوں نے مجھے دُکھ دیا۔ اور حد سے زیادہ دُکھ دیا۔ اور ہر ایک بات میں ہنسی اور ٹھٹھا کا نشانہ بنایا۔ پس میں بجز اسکے کیا کہوں۔ کہ "یٰحسرۃ علی العباد مایأتیھم من رسولٍ الّا کانوا بہٖ یستھزءُون" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۲۲)

ناظرین کرام! حضرت کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ میں نے کبھی سخت کلامی میں ابتدا نہیں کی لیکن ان مولوی لوگوں نے جب آپ کو دجال اور کافر کہا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ کہ ان بدذات فرقہ مولویاں کو دفع کرو۔ یہ مدافعت صحت نیت کے ساتھ کی گئی۔

چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری اس بات کی شہادت دیتا ہے :۔
" مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت پر سب سے اول مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اُٹھے۔ جنہوں نے مرزا صاحب کے اقوال کو یکجا جمع کر کے علماء کرام سے اُن کے برخلاف ایک فتویٰ لیا۔ جو اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں چھاپا۔ مگر حق یہ ہے کہ بعد اس کے مرزا صاحب نے بجائے دبنے کے اپنے خیالات اور مقالات میں جو ترقی کی۔ اُن کو دیکھتے ہوئے یہ فتویٰ جن خیالات پر علماء نے دیا تھا۔ وہ کچھ بھی حقیقت نہ رکھتے تھے۔" (رسالہ تاریخ مرزا ص۲۷)
مرتد دھرمکوٹی نے اس فصل میں نمبر ایک ناسات جن "مولویوں" کو پیش کیا ہے وہ تمام کے تمام بدزبانی میں اول نمبر پر تھے۔ اور ابتداء اُنکی طرف سے ہوئی تھی حضور نے اظہار واقعات کو مناسب سمجھا۔ کوئی گالی نہیں دی کیونکہ گالی اور چیز ہے اور اظہار واقعہ اور۔

گالی اور اظہار واقعہ میں فرق

سخت کلامی کی دو قسمیں ہیں۔ اگر اُس سے محض دوسرے کی دل آزاری مقصود ہو۔ نیز وہ کلام کذب ہو۔ تو اُسے گالی کہتے ہیں۔ لیکن اگر بوقت ضرورت مناسب الفاظ میں کسی حقیقت کا اظہار کیا جائے تو یہ امر واقعہ کہلائے گا۔
میرے پیارو۔ میرے مقدس آقا اُس حلیم اور کریم آقا سراپا خلق آقا نے کسی کو گالی نہیں دی۔ بلکہ واقعات کا اظہار فرمایا۔ انبیاء اور خدا کے برگزیدہ بندے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ تو اگرچہ وہ سبقت نہ کریں لیکن حالات کے ماتحت اُن کو مجبوراً لوگوں کی اندرونی و بیرونی امراض کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ وہ ایک ہمدرد طبیب کی طرح روحانی مریضوں اور جذام کے ماروں کو اُن کے مرض سے آگاہ کرتے ہیں۔ نادان لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم کو گالیاں دی گئیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نئی اور جھوٹی تہذیب کے دلدادہ لوگ سب نبیوں پر قریباً اسی قسم کا الزام لگاتے ہیں
ایک دوسری صورت اظہار امر واقعہ کی وہ ہے۔ جو روزمرہ عدالتوں میں پیش آتی ہے۔ جج ایک مجرم کے خلاف فیصلہ کرتے وقت اُس پر فرد جرم لگانے اور اُسکے جرم کا اظہار کرنے پر مجبور ہے۔ نبی دنیا میں جج ہو کر آتا ہے۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح آخرالزمان کو " حَکَمٌ عَدَلٌ " (جج) قرار دیا ہے۔ اس تقریر سے

ظاہر ہے کہ گالی اور امر واقعہ میں فرق ہے اور مرسلین و انبیاء کی سخت کلامی دوسری شق میں ہی آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"میں نے اس (سعد اللہ لدھیانوی) کی بدزبانی پر بہت صبر کیا۔ اور اپنے تئیں روکا کیا۔ لیکن جب وہ حد سے گذر گیا۔ اور اُس کے اندرونی گند کا پُل ٹوٹ گیا۔ تب میں نے نیک نیتی سے اسکے حق میں وہ الفاظ استعمال کئے۔ جو محل پر چسپاں تھے۔ اگرچہ وہ الفاظ جیسا کہ مذکورہ بالا الفاظ میں مندرج ہے۔ بظاہر کسی قدر سخت ہیں۔ مگر وہ دشنام دہی کی قسم میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ واقعات کے مطابق ہیں۔ اور عین ضرورت کے وقت لکھے گئے ہیں۔ ہر ایک نبی حلیم تھا۔ مگر اُن سب کو واقعات کے متعلق ایسے الفاظ اپنے دشمنوں کی نسبت استعمال کرنے پڑے ہیں چنانچہ انجیل میں کس قدر نرم تعلیم کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ تاہم انہی انجیلوں میں فقیہوں فریسیوں اور یہودیوں کے علماء کی نسبت یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ کہ وہ مکار ہیں۔ فریبی ہیں۔ مفسد ہیں۔ سانپوں کے بچے ہیں۔ بھیڑیئے ہیں۔ اور ناپاک طبع اور خراب اندروں ہیں۔ اور کنجریاں اُن سے پہلے بہشت میں جائینگی۔ ایسا ہی قرآن شریف میں زنیم وغیرہ الفاظ موجود ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جو لفظ محل پر چسپاں ہو۔ وہ دشنام دہی میں داخل نہیں۔ اور کسی نبی نے سخت گوئی میں سبقت نہیں کی۔ بلکہ جسوقت بدطینت کافروں کی بدگوئی انتہا تک پہنچ گئی۔ تب خدا کے اذن سے یا اُسکی وحی سے وہ الفاظ انہوں نے استعمال کئے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱)

محدثین کی شہادت

ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ کہ نبیوں کا اپنے مخالفین اور منکرین کے امراض روحانیہ کا اظہار گالی نہیں بلکہ اُن کا فیصلہ اور حقیقت کا بیان ہے۔ اور اس پر ایک پختہ شہادت محدثین کی پیش کی جاتی ہے کسی مُسلم کے عیب کا ذکر کرنا غیبت ہے۔ مگر جناب عفان فرماتے ہیں :-

"کنا عند اسمٰعیل بن علیۃ فحدث رجل عن رجل فقلت ان ھذا لیس بثبت قال فقال الرجل اغتبتہ فقال اسمٰعیل ما اغتابہ ولکنہ حکم انہ لیس بثبت" (مسلم شریف جلد اوّل مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶) کہ ہم امام اسمٰعیل بن علیہ کے پاس تھے۔ ایک آدمی نے کسی سے روایت بیان کی۔ میں نے کہدیا

کہ یہ شخص توثقہ نہیں۔ اُس آدمی نے کہا تونے اسکی غیبت کی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اُسنے غیبت نہیں کی بلکہ اسنے یہ حکم لگایا ہے۔ کہ وہ شخص قابلِ اعتبار نہیں"۔ گویا حکم لگانے اور غیبت میں فرق ہے۔ پس یہاں بھی ضرورت کے وقت کی سختی اظہار امر واقعہ ہوتی ہے۔ گالی نہیں۔

علمار کی حالت

علمائے سور کے متعلق ہم متعدد مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری اُمت پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے۔ کہ اُس وقت کے علمار آسمان کے نیچے سب سے بدتر مخلوق ہوں گے جب یہ حدیث موجود ہے۔ تو مرتد دھرمکوٹی کو چیں بجبیں ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا یہ حالت جو حدیث نبوی میں بیان کی گئی ہے۔ اس وقت کے علمار کی نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس حدیث کے مطابق علمار سور کے گند کا اظہار فرما دیا تو یہ گالی کیوں ہوئی علمار کی حالتِ زبون کے متعلق ہمارا عقیدہ ہی نہیں بلکہ مخالف موافق سب کا یہی یقین ہے۔ چنانچہ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

(۱) "اگر نمونہ یہود خواہی کہ بینی علمار سور کہ طالب دنیا باشد۔ (الفوز الکبیر صفحہ ۱)

(۲) "افسوس ہے ان مولویوں پر جنکو ہم ہادی۔ رہبر۔ ورثۃ الانبیار سمجھتے ہیں۔ ان میں یہ نفسانیت یہ شیطنت بھری ہوئی ہے۔ تو پھر شیطان کو کس لئے بُرا بھلا کہنا چاہیئے

(اہلحدیث ۱۷۔ نومبر ۱۹۱۱ء)

(۳) "آجکل کے تھرڈ کلاس کے مولوی جو ذرہ ذرہ بات پر عدم جواز اقتدار کا فتوٰے دے دیا کرتے ہیں۔ سو انکی بابت بہت عرصہ ہوا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ؎

ھَل افسد الناس الّا الملوک وعلماء سوء و رھبانھا"

(اہلحدیث ۷ رجون ۱۲ء)

(۴) "اس زمانہ میں اکثر واعظین اہلحدیث مقلدین میں جاکر اپنی طمع و لالچ کی غرض سے حسب منشار عوام الناس وعظ گوئی کرتے ہیں"۔ (اہلحدیث ۲۴ مئی ۱۲ء)

(۵) ؎ "مولوی اب طالب دنیائے جیفہ ہوگئے ✦ وارثِ علم پیمبر کا پتہ لگتا نہیں

(اہلحدیث ۳۱ مئی ۱۲ء)

(۶) "علمار اس امت کے بدتر اُن کے ہیں۔ جو نیچے آسمان کے ہیں انہیں سے فتنے نکلتے ہیں۔

ہیں۔ اُنہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔" (اقتراب الساعۃ صلا)

یہ بیانات صاف بتا رہے ہیں۔ کہ یقیناً اس حدیث نبوی کے مطابق علماء کی حالت بگڑ چکی ہے اور جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے انکے متعلق لکھا ہے۔ وہ موقع کے لحاظ سے نہایت مناسب ہے۔ پس مرتد کا اُن کو گالی سمجھنا غلطی ہے۔

کون سے علماء

ناظرین کو یہ بھی معلوم ہو جانا چاہیئے۔ کہ جنکے متعلق حضرت اقدسؑ نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ واقعی اس قابل تھے۔ کہ اُن پر یہ ظاہر کیا جائے لیکن جن علماء کی یہ حالت نہیں وہ مستثنےٰ ہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :-

(الف) ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں۔ انصار دین کے دشمن اور یہودیوں کے قدموں پر چل رہے ہیں۔ مگر ہمارا یہ قول کلّی نہیں ہے۔ راستباز علماء اس سے باہر ہیں۔ صرف خائن مولویوں کی نسبت یہ لکھا گیا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو دُعا کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ جلد اسلام کو ان خائن مولویوں کے وجود سے رہائی بخشے۔ کیونکہ اسلام پر اب نازک وقت ہے۔ اور یہ نادان دوست اسلام پر ٹھٹھا اور ہنسی کرانا چاہتے ہیں۔"

(اشتہار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۲ء بعنوان قیامت کی نشانی ملحقہ آئینہ کمالات اسلام)

(ب) نعوذ باللہ من ھتك العلماء الصالحین وقدح الشرفاء المھذّبین سواءً کانوا من المسلمین او المسیحیین او الاٰریۃ"

ترجمہ:- ہم صالح علماء کی ہتک اور شرفاء کی توہین سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں خواہ ایسے لوگ مسلمان ہوں یا عیسائی یا آریہ (لجۃ النور ص۶۷)

(ج) علماء کے ذکر پر فرمایا :-

"لیس کلامنا ھذا فی اخیارھم بل فی اشرارھم" یعنی ہمارا یہ کلام شریر علماء کے متعلق ہے۔ نیک علماء مستثنیٰ ہیں۔ (الہدیٰ ص۶)

ان ہر سہ عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت الفاظ کے مخاطب محض علماء سوء ہیں۔ جنہوں نے ابتداء کی اور انکے گند کا پُل ٹوٹ گیا۔ مثلاً

(۱) "عبدالحق غزنوی" (تریاق ص۹۵) اسکی بدزبانی حد سے بڑھ گئی تھی۔ اور اُسکی فریب کاریاں پورے زور سے ترقی کر رہی تھیں۔ تب حضرت اقدسؑ نے بطور امر واقعہ اُسے رئیس الدجالین لکھا تھا۔ اور اسی ضمن میں نمبر ۱ و ۲ و ۳ کے مخاطب لوگ آجاتے ہیں۔

(۲) "شیخ محمد حسین بٹالوی" (ترک ص۹۵) یہ وہی شخص ہے جس نے سب سے پہلے کفر کا فتویٰ تیار کر کے علمار سے مہریں لگوائیں - اور اپنی فرعونیت پر مہر کر گیا - اس نے ابتداء کی - دجّال اور کافر قرار دیا - تب حضور نے اسے سمجھایا - کہ تو فرعون کی مانند ہے - یہ بھی امر واقعہ کا اظہار ہے - کیونکہ حضرت موسیٰ سے جو سلوک فرعون نے کیا وہی محمد حسین بٹالوی نے حضور سے کیا -

(۳) "سعد اللہ لدھیانوی" (ترک ص۹۵) اس کے متعلق حضور خود فرماتے ہیں :-

"سعد اللہ کی نسبت میری کتابوں میں بعض سخت لفظ پاؤ گے - اور تعجب کرو گے کہ اس قدر سختی اُسکی نسبت کیوں اختیار کی گئی - مگر یہ تعجب اس وقت فی الفور دُور ہو جاویگا - جب اُسکی گندی نظم اور نثر کو دیکھو گے - وہ بدقسمت اسقدر گندہ زبانی اور دشنام دہی میں بڑھ گیا تھا - کہ مجھے ہرگز امید نہیں - کہ ابوجہل نے آنحضرت صلعم کی نسبت یہ بدزبانی کی ہو - بلکہ میں یقیناً کہتا ہوں - کہ جسقدر خدا کے نبی دنیا میں آئے ہیں - ان سب کے مقابل پر کوئی ایسا گندہ زبان دشمن ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ سعد اللہ تھا" (تتمہ حقیقۃ الوحی)

الغرض سعد اللہ اور اُسکی قماش کے بعض دوسرے بدزبان جنکے حق میں حضرت نے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں - وہ اُسی کے مستحق تھے - جیسا کہ مرتد نے نمبر ۸ سے نمبر ۱۰ تک حوالجات درج کئے ہیں - اور ایسے ہی موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسے حلیم نے بھی ایک کافر کو کہدیا تھا - "امصص بظر اللات" جا - لات کی شرمگاہ چوستا رہ - (زاد المعاد جلد اوّل ص۳۷۵) اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت صدیق رضؓ معاذ اللہ بداخلاق تھے ہرگز نہیں پس مرتد دھرمکوٹی کے اعتراض باطل ہیں -

قرآن مجید نے بھی یہودی علمار اور سجادہ نشینوں اور اپنے مکذبین کی نسبت ایسے الفاظ بیان کئے ہیں - ہم اُن دس نمبروں کے مقابلہ پر جو مرتد نے حضرت مسیح موعود کے حوالہ جات پیش کئے ہیں - قرآن مجید کی آیات پیش کرتے ہیں - تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے - کہ امر واقعہ کا اظہار نہ تو بداخلاقی کہلاتا ہے اور نہ گالی - چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے :-

(۱) "اے بدذات فرقہ مولویان" (ترک ص۹۵)

(الف) یا ایھا الذین امنوا ان کثیرًا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ ط (التوبہ ع ۴)

ف ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے ابتر بنا کر مارا - اس کے حق میں الہام تھا - ان شانئک ھو الابتر فاروقی

(ب) مثل الذین حملوا التورات ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً۔ (الجمعۃ)

(ج) قل ھل انبئکم بشرٍ من ذالک مثوبۃ عند اللہ ط من لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منھم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت اولٰئک شرٌّ مکاناً واضل عن سواء السبیل (المائدہ ع ۹)

(د) یا اھل الکتاب لم تلبسون الحق بالباطل وتکتمون الحق وانتم تعلمون (آل عمران ع)

(۲) "بعض جاہل سجادہ نشین" (ترک ص۹۵)

(الف) یا ایھا الذین آمنوا ان کثیراً من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ (التوبہ ع ۴)

(ب) "ورھبانیۃ ن ابتدعوھا ماکتبنھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا" الخ (الحدید ع ۴)

(۳) "مگر کیا یہ لوگ قسم" کتوں کیطرح" (ترک ص۹۵)

(الف) فلا یتمنونہ ابداً بما قدمت ایدیھم واللہ علیمٌ بالظلمین (الجمعہ ع ۱)

(ب) "فمثلہ کمثل الکلب" (الاعراف ع ۲۲)

(۴) "ظالم مولوی بھی منکر ہیں" لعن اللہ" (ترک ص۹۵)

"ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدیٰ من بعد مابینٰہ للناس فی الکتب اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللٰعنون" (البقرہ ع ۱۹)

(۵) "اے بدذات۔ خبیث نابکار" (ترک ص۹۵)

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت (النور ع ۳)

(۶) "فرعون کے مثیل"

کدأب آل فرعون والذین من قبلھم۔ کذبوا بأیٰتنا۔ (آل عمران ع ۲)

(۷ سے ۔ اتک) (ترک مرزائیت ص۹۵-۹۶)

(الف) استحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللہ ط اولٰئک حزب الشیطٰن الخ (مجادلہ ع ۳)

(ب) اولٰئک کالانعام بل ھم اضل۔

(ج) ولا تطع کل حلافٍ مھین۔ ھمازٍ مشاءٍ بنمیم۔ مناعٍ للخیر معتدٍ اثیم۔ عتلٍ بعد ذالک زنیم" (القلم ع ۱)

"ترجمہ ضروری" اور مت کہا مان سنگدل قسم کھانے والے ذلیل۔ عیب جو۔ چغلی کے ساتھ

چلنے والا۔ منع کرنے والا بھلائی سے سرکش۔ گنہگار۔ سنگدل پیچھے اسکے ولدالزنا۔"

(د) اولئك هم شر البريۃ۔" (البینۃ ع ۱)

(ہ) کانھم حمر مستنفرۃ" (المدثر ع ۲)

دیکھئے بقول مرتد دھرمکوٹی کے معاذاللہ قرآن کریم نے کفار۔ یہودی علماء۔ سجادہ نشینوں کو کیسی سخت "گالیاں" دیں۔ کیا اسکو بداخلاقی کہنا درست ہے۔ ہرگز نہیں۔ قرآن کریم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ سخت الفاظ استعمال فرمائے۔ لیکن یہ امر واقعہ کا اظہار ہے اور یہ تمام حالتیں جو ان سخت الفاظ میں مذکور ہیں۔ اُن تمام مخاطبین میں پائی جاتی تھیں۔ پس اسیطرح حضرت مسیح موعودؑ نے اُن علماء کے مثیل اور مکذبین کے مثیل لوگوں کی نسبت جو الفاظ استعمال کئے۔ وہ عین قرآن کریم کے منشاء کے مطابق ہیں اور سورۃ قلم میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ وانك لعلی خلق عظیم۔ آپ بہت ہی اعلیٰ خلق پر قائم ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تو نرمی کرے۔ تو وہ بھی نرمی اختیار کریں۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کفار نے سختی میں ابتدا کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ رسول کریم کی زبان مبارک سے کہلوائے ورنہ وہ خلق عظیم کا مالک کسی کو ولدالزنا کیوں کہتا۔ پس حضرت مسیح موعودؑ نے اگر کسی کو "ذریۃ البغایا" کتے اور سور کہا ہے۔ تو یہ گالیاں نہیں جسطرح قرآن کریم نے ولدالزنا، شرالبریۃ، کتے۔ گدھے۔ سور۔ عبدالطاغوت کہا۔ مگر اُسکو گالی نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ یہ باتیں صحیح ہیں۔ ان پر یہ اعتراض کرنے والا اور ان کو گالیاں قرار دینے والا دھوکہ خوردہ ہے یا دھوکہ دہندہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت

معترض نے نمبر ۱۱ اور ۱۲ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو حوالے درج کئے ہیں۔ اُن سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ معاذاللہ حضرت اقدس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بُرا بھلا کہا اور آپ کی ہتک کی" یہ الزام جو مرتد دھرمکوٹی نے لگایا ہے۔ ایک ادنیٰ تدبر سے باطل ثابت ہو جاتا ہے بھلا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپ کو مثیل مسیح کہتے ہیں۔ تو پھر حضرت مسیح کو گالیاں کیسی دے سکتے ہیں۔ اور اُنکی طرف بُری باتیں کیونکر منسوب کر سکتے ہیں۔ یہ بات سراسر عقل انسانی کے خلاف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں اس حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت کا ہی اعلان ہے۔ جس مسیح کا ذکر قرآن کریم نے بیان فرمایا۔ بطور نمونہ چند حوالجات درج ذیل ہیں:۔

(۱) "ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں۔ اور اُن کی نبوت پر ایمان لاویں سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے۔ جو اُنکی شانِ بزرگ کے برخلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے۔ تو وہ دھوکا کھانیوالا اور جھوٹا ہے" (ایام الصلح ص۲ ٹائیٹل پیج)

(۲) "ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں۔ تو پھر کیونکر ہمارے قلم سے اُن کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں۔" (کتاب البریہ ص۹۳)

(۳) حضرت مسیح اپنے اقوال کے ذریعہ اور اپنے افعال کے ذریعہ سے اپنے تئیں عاجز ٹھہراتے رہے۔ خدائی کی کوئی بھی صفت اُن میں نہیں۔ ایک عاجز انسان ہیں۔ ہاں نبی اللہ بیشک ہیں۔ خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔" (جنگ مقدس ص۵)

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے شک خدا کا پیارا نبی تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔" (مجموعہ اشتہارات مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب ص۶۸۳)

(۵) اور اگر یہ اعتراض ہو۔ کہ کسی نبی کی توہین کی ہے۔ اور وہ کلمہ کفر ہے۔ تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکافرین اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں بعض عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں وہ بہ نیت توہین نہیں۔ بلکہ بتائید توحید ہیں۔ وانّما الاعمال بالنیّات اور تمہارے جیسے عقل والوں نے صاحب تقویۃ الایمان کو بھی اسی خیال سے کافر کہا تھا۔ کہ بعض کلمات اُن کو اس کتاب میں ایسے معلوم ہوئے۔ کہ گویا وہ انبیاء کی توہین کرتا ہے۔ اور چوہڑوں اور چماروں کو اُن کے برابر جانتا ہے۔ ہماری طرح اُن کا بھی یہی جواب تھا۔ کہ انّما الاعمال بالنیّات" (انوار الاسلام ص۳۴)

(۶) "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تائیدات الٰہیہ بھی شامل تھیں۔ اور فراست صحیحہ کے لئے کافی ذخیرہ تھا۔ کہ یہود اُن کو شناخت کر لیتے اور اُن پر ایمان لاتے۔ مگر وہ دن بدن شرارت میں بڑھتے گئے۔ اور وہ نور جو صادقوں میں ہوتا ہے۔ وہ ضرور انہوں نے حضرت عیسیٰ میں مشاہدہ کر لیا تھا۔" (تذکرۃ الشہادتین ص)

(۷) "میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسین رضہ جیسے راستباز یا حضرت عیسیٰ جیسے یا نبی بدزبانی

کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید من عادٰی لی ولیاً دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔" (اعجاز احمدی ص۳)

(۸) "گو خدا نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔ لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں۔" (کشتی نوح ص۱۶)

(۹) حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اللہ سے ایک نائب کی درخواست کی۔ جو انہی کی حقیقت وجوہر کا متحد و مشابہ ہو۔ اور بمنزلہ انہی کے اعضاء و جوارح کے ہو۔ اللہ نے اُن کی دُعا قبول فرما کر میرے دل میں مسیح کے دل سے پھونکا گیا۔ تو مجھے توجہات وارادات مسیح کا ظرف بنایا گیا۔ حتّٰی کہ میرا نسمہ اس سے بھر گیا۔ اور اب میں وجودِ مسیح کی سلک میں اس طرح پرویا گیا ہوں۔ کہ اُن کا لبد و رُوح میرے نفس کے اندر عیاں ہے۔ اور اُن کا وجود میرے وجود کے اندر پنہاں۔ مسیح کی جانب سے ایک بجلی کوند کر آئی اور میری رُوح نے اس سے کامل طور پر ملاقات کی یعنی وجود مسیح کے ساتھ جو اتصال ہوا ہے۔ وہ تخیل سے بڑھ کر ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میرا دل۔ میرا جگر۔ میرے عروق۔ میرے اوتاد مسیح ہی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور میرا یہ وجود مسیح کے وجود ہی کا ایک ٹکڑا ہے۔" (تبلیغ ص۷۹-۸۰)

(۱۰) "موسٰی کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا۔ اور محمدی سلسلہ میں مَیں مسیح موعود ہوں سو میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ جس کا ہمنام ہوں۔ اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح بن مریم کی عزت نہیں کرتا۔" (کشتی نوح ص۱۶)

ان دس حوالجات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت عیسٰی علیہ السلام کو کس قدر راستباز اور مقدس اور مطہر نبی مانتے ہیں۔ اور آپ کا اُن کے مثیل ہونے کا دعوٰی بھی یہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عیسٰی بن مریم کے متعلق کوئی ناجائز کلمہ استعمال نہیں کیا۔

الزامی جوابات

یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مرتد دھرمکوٹی نے جو دو حوالے پیش کئے ہیں۔ وہ نصارٰی کے مسلمات کی رو سے بطور الزام خصم لکھے گئے ہیں۔ ورنہ حضرت کا عقیدہ یہ نہیں۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام معاذ اللہ شراب پیا کرتے تھے۔ بلکہ اس نصارٰی کے عقیدہ کو جو اناجیل میں موجود ہے پیش کیا ہے کہ نصارٰی کہتے ہیں۔ اناجیل شراب کو جائز قرار دیتی ہیں لیکن ہمارے رسول اکرم صلعم ہر ایک نشہ سے معصوم اور پاک تھے۔ اور

قرآن شریف اس نجس چیز کو حرام ٹھہراتا ہے کشتی نوح کے حوالے کا اصل مقصد یہی ہے۔ باقی "یسوع" کے چال چلن کی نسبت جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

(الف) "یاد رہے۔ کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹمار کہا۔ اور خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا۔ کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔ ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں"
(انجام آتھم صـ۱۳)

(ب) اس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا۔ جیسا کہ وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے اس عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے۔ اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے۔ اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے۔ اور آنحضرت کے بارہ میں پیشگوئی کی تھی۔ بلکہ ایک شخص یسوع نام کو مانتے ہیں۔ جس کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور پہلے نبیوں کو بٹمار وغیرہ ناموں سے یاد کرتا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مکذب تھا اور اس نے یہ بھی پیشگوئی کی تھی۔ کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئینگے۔ سو آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف نے ایسے شخص پر ایمان لانے کے لئے ہمیں تعلیم نہیں دی۔" (آریہ دہرم آخری ورق)

(ج) "ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا۔ کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں۔ چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو زانی لکھا ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں۔ پس اسی طرح اس مردار اور خبیث فرقہ نے جو مردہ پرست ہے۔ ہمیں اس بات کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ کہ ہم بھی ان کے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں" (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صـ۹)

ان ہر سہ بیانات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام نے پادریوں کی گالیوں اور بدزبانیوں سے تنگ آکر یسوع کے متعلق عیسائیوں کے اپنے خیالات یا اُن کے مسلمات کو پیش کر دیا ہے تاکہ وہ اپنی اس ناپاک روش سے باز آجائیں۔ آپ نے جو کچھ یسوع کے

متعلق لکھا ہے۔ وہ نصاریٰ کے مسلمات کی رُو سے ہے۔ چنانچہ آپ نے صاف فرمایا:۔
"ھذا ما کتبنا من الاناجیل علی سبیل الالزام و انا نکرم المسیح و نعلم انہ کان تقیّا و من الانبیاء الکرام" (نزعیب المؤمنین صفحہ ۱۹ حاشیہ)
ترجمہ:۔ یہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ از روئے اناجیل بطور الزام لکھا ہے۔ ورنہ ہم مسیح کی عزت کرتے ہیں۔ اور مانتے ہیں کہ وہ پارسا اور برگزیدہ نبیوں میں سے تھا"
ناظرین کرام۔ آپ نے ان تمام اقتباسات کو پڑھ کر خوب اندازہ کر لیا ہوگا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ یسوع کی نسبت لکھا وہ محض اناجیل وغیرہ کے بیانات کی بناء پر عیسائی مسلمات کے مطابق لکھا۔ مگر وہ بھی کب؟ جب کہ اس ناپاک فرقۂ پادریاں اور نیز دوسرے دیسی عیسائیوں نے آنجناب سرورِ کائنات سید المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بُرے سے بُرے الفاظ استعمال کئے۔ تب آپ کی غیرت نے جوش مارا۔ اور آپ نے عیسائی مسلمات کی رو سے بطور الزام کے وہ جواب دیئے۔ تب عیسائیوں کو بھی معلوم ہو گیا۔ کہ ہم اگر اُن کے نبی کو معاذ اللہ شہوت پرست وغیرہ ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ تو ہمارے یسوع کی نسبت خود ہماری کتابوں میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں"
کیا دھرمکوٹی مرتد اس بات کو نہیں جانتا۔ کہ یہ سب باتیں حضرت نے اس وقت لکھیں جب پاکوں کے سردار حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ان لوگوں نے ایک طومار بنا کر کھڑا کیا۔ پس غیرتِ خداوندی نے اُسکے بروز اتم کو تحریک کی۔ اور اس کا نتیجہ کیا نکلا یہ کہ عیسائیت کے محل میں ایک زلزلہ آگیا۔ اور اُن کے اندر ایک قیامت بپا ہو گئی اور اُن پر ایک ہیبت طاری ہو گئی۔ آؤ اور ان پُر ہیبت الفاظ کو پڑھو۔ اور دیکھو کہ تمہارا الزام باطل ہے۔ اور لغو ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔
"اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ۔ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ یاد رکھو۔ کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گزر گیا۔ اب وہ زمانہ آگیا۔ جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ رسول محمدؐ عربی جسکو گالیاں دی گئیں۔ جس کے نام کی بےعزتی کی گئی جسکی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اُسکے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا۔ مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا۔ اُسکے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں۔

جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور جسپر خدا کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اے نادانو! تم کفر کہو یا کچھ کہو۔ تمہاری تکفیر کی اس شخص کو کیا پرواہ ہے۔ جو خدا کے حکم کے موافق دین کی خدمت میں مشغول ہے۔ اور اپنے پر خدا کی عنایات کو بارش کیطرح دیکھتا ہے۔ وہ خدا جو مریم کے بیٹے کے دل پر بھی اترا تھا۔ وہی میرے دل پر اترا ہے مگر اپنی تجلی میں اس سے زیادہ۔ وہ بھی بشر تھا۔ اور میں بھی بشر ہوں۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۷۴)

اب ہم علمائے اہلسنت والجماعت کی وہ تحریرات پیش کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معجزات اور انکی ذات کے متعلق لکھی ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ الزامی جواب بغرض ہتک نہیں ہوتے اور انکو گالی نہیں قرار دیا جا سکتا۔

الزامی جوابات اور علماء اہلسنت

جناب مولوی آل حسن صاحب اپنی کتاب استفسار میں لکھتے ہیں:۔

(۱) "حضرت عیسٰیؑ نے کونسا مرتبہ درشت گوئی کا اٹھا رکھا۔ جو یہودیوں کے خطاب میں ان کی کفریات پر نہیں کیا۔" (استفسار ص۴۱۷)

(۲) حضرت عیسٰیؑ کا معجزہ احیائے میت کا بعضے یہاں منی کرتے پھرتے ہیں کہ آدمی کا سر کاٹ ڈالا۔ بعد اس کے سب کے سامنے دھڑ سے ملا کر کہا کہ اٹھ کھڑا ہو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔" (ص۳۴۲)

(۳) "اشعیا اور ارمیا اور عیسٰی علیہم السلام کی سی غیب گوئیاں قواعد نجوم اور رمل سے بخوبی نکل سکتی ہیں بلکہ اس سے بہتر۔" (ص۳۳۶)

(۴) کلیتہً یہ بات ہے کہ اکثر پیشگوئیاں انبیائے بنی اسرائیل اور حواریوں کی ایسی ہی ہیں۔ جیسے خواب اور مجذوب کی بڑ۔" (ص۱۳۳)

(۵) یسوع نے کہا۔ کہ لومڑیوں کے لئے گھر ہیں۔ اور پرندوں کے لئے بسیرے ہیں۔ پر میرے لئے کہیں سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ دیکھو یہ شاعرانہ مبالغہ ہے اور صریح دنیا کی تنگی سے شکایت کرنا اقبح ترین ہے۔" (ص۳۴۹)

(۶) "حضرت عیسٰی ایک انجیر کے درخت پر صرف اس جہت سے کہ اس میں پھل نہ تھا۔ خفا ہوئے۔ پس جمادات پر خفا ہونا عقلاً کمال جہالت کی بات ہے۔" (ص۴۱۷)

(۷) "حضرت عیسٰی نے یہودیوں کو حد سے زیادہ جو گالیاں دیں تو ظلم کیا۔" (ص۴۱۹)

(۸) تربیت حضرت عیسٰی کی از روئے حکمت کے بہت ہی ناقص ٹھہری" (ص۱۰۱)

(۹) "حضرت عیسٰی اپنے مخالفوں کو کتا کہتے تھے۔ اگر ہم بھی اُنکے مخالفوں کو کتا کہیں تو دینی تہذیب و اخلاق سے بعید نہیں۔ بلکہ عین تقلید عیسوی ہے۔" (ص۹۸)

(۱۰) "ان (پادری صاحبان) کا اصل دین و ایمان اگر یہ ٹھہرا ہے کہ خدا مریم کے رحم میں جنین بنکر خون حیض کا کئی مہینے تک کھاتا رہا۔ اور علقہ سے مضغہ بنا۔ اور مضغے سے گوشت اور اس میں ہڈیاں بنیں۔ بعد اس کے مخرج معلوم سے نکلا۔ اور ہگنا موتنا یہاں تک کہ جوان ہو کر اپنے بندے یحییٰ کا مرید ہوا۔ اور آخر کار ملعون ہو کر تین دن دوزخ میں رہا۔" ص۳۵۰، ۳۵۱

ان کے علاوہ مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی جو اہل سنت کے مسلم بزرگ گذرے ہیں نے اپنی تصنیف ازالۃ الاوہام میں جو کچھ حضرت عیسٰی وغیرہ کی نسبت لکھا ہے وہ درج ذیل ہے:۔

(۱) "ہمراہ جناب مسیح بسیار زناں مے گشتند و مال خود مے خورانیدند و زناں فاحشہ پایہا آنجناب را مے بوسیدند۔ و آنجناب مرتا و مریم را دوست مے داشت و خود شراب برائے نوشیدن دیگر کساں عطا مے فرمودند" (ازالۃ الاوہام مصنفہ مولوی رحمت اللہ ص۳۷)

(۲) "زہے پاکیزگی فرزندان یعقوب علیہ السلام کہ فرزند کلاں بکنیزک پدر ہمبستر شدند و فرزند دوم زوجہ پسر را در آغوش کرد و دومی وقت زنا کہ بقصد بود ندانست کہ زوجہ پسر من ست وقبل از اطلاع ایں معنی کہ او حاملہ از من ست حکم سوختن آں فرمودند وبعد اطلاع ایں معنی اقرار نیکوکار بودنش فرمودند و یعقوب علیہ السلام سزا را چہ ذکر ملامت و زجر ہم بصا جزادہ والا تبار و آں زن نیکوکار نہ کردند و در اولاد ہمیں فارض کہ از شکم تامار نیکو شعار بر آمد۔ داؤد و سلیمان و مسیح اند" (ازالۃ الاوہام ص۳۵)

ان حوالجات کو پڑھ کر کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان سے کچھ زیادہ لکھا ہے۔ پس اگر حضرت مسیح موعود نے مسیح کو گالی دی ہے اور اُن کو بُرا بھلا کہا ہے تو اس سے دس گنا زیادہ مولوی آل حسن صاحب اور مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی نے لکھا ہے۔ پس جو فتوے تمہارے نزدیک حضرت اقدس پر لگتا ہے۔ کیا اس سے ڈبل ان علماء کرام پر نہیں لگتا۔ اور جو الزام مرتد دھرمکوٹی حضرت اقدس پر لگانا چاہتا ہے کیا وہ مولوی آل حسن صاحب اور مولوی رحمت اللہ صاحب پر نہیں لگتا۔ فتدبرو۔

دیوبندیوں کے لئے

جناب مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے بھی اس قسم کے الزامی جوابات لکھے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اگر قدر شناسوں سے حد سے گذر جانے والے بڑھ جایا کریں۔ اور قدر شناس دشمن سمجھے جایا کریں۔ تو نصاریٰ حضرت عیسیٰ کے محب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی امت کے دشمن ہونے چاہئیں۔ غور کر کے اگر دیکھیں مفرط فی المحبۃ۔ اس کا محب نہیں ہوتا۔ جسکی محبت کا مدعی ہوتا ہے۔ بلکہ اپنی خیالی تصویر کا محب ہوتا ہے۔ نصاریٰ جو دعویٰ محبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے ہیں۔ تو حقیقت میں اُن سے محبت نہیں کرتے کیونکہ دارومدار انکی محبت کا خدا کے بیٹا ہونے پر ہے۔ سو یہ بات حضرت عیسیٰ میں تو معلوم البتہ اُن کے خیال میں تھی اپنی خیالی تصویر کو پوجتے ہیں اور اسی سے محبت رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کو خداوند کریم نے انکی واسطہ داری سے برطرف رکھا ہے۔ ایسے ہی شیعہ بھی اپنی خیالی تصویر سے محبت کرتے ہیں۔ آئمہ اہل بیتؓ سے محبت نہیں کرتے۔ اس محبت پر محبانِ قدر شناس کو دشمن اہل بیت سمجھنا ایسا ہی ہے۔ جیسا نصاریٰ بزعم خود رسول اللہ صلعم اور ان کی اُمت کو دشمنِ عیسےٰ سمجھتے ہیں۔" (رسالہ ہدیۃ الشیعہ ص۲۴۴ ۲۴۵)

اس عبارت میں الزامی جواب کو جائز قرار دیتے ہوئے یہ تشریح کر دی گئی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کی دو صورتیں ہیں ایک حقیقی اور دوسری خیالی۔ حقیقی صورت وہ ہے جو اسلامی عقائد میں نبی اور رسول کی ہے۔ اور خیالی وہ جو عیسائی عقائد میں خدا کا بیٹا ہونے کی ہے۔ یہ سچ ہے کہ یسوع کوئی علیحدہ وجود نہ تھا۔ لیکن درحقیقت الزامی جوابات کے وقت جو یسوع مدنظر ہوتا ہے وہ عیسائیوں کی خیالی تصویر کا ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں اگر بعد وضاحت اس خیالی تصویر پر اعتراض کیا جائے تو وہ اہل دانش و اہل علم کی نظر میں حقیقی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں ہوتا اور اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہتک متصور نہیں ہوتی۔

اس تصریح کے ساتھ جناب مولانا محمد قاسم صاحب نے ایک جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے متعلق بھی لکھا ہے:۔

"اہل بیت جو تمام ولایتوں کے لوگوں کے نامردہ پن میں امام ہیں۔ ان میں کا کھنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیتا جس طرح حضرت امیر نے

اپنی دختر مطہرہ کو حضرت عمرؓ کے حوالہ کر دیا۔ آپ بھی دیکھتے رہے اور صاحبزادے بھی۔ پھر صاحبزادوں میں ایک وہ بھی تھے کہ جنہوں نے تیس ہزار فوج جرار کا مقابلہ کیا۔ حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور تحمل کا تھا۔ اور بہن کے نکاح کے وقت عین شباب تھا۔" (ہدیۃ الشیعہ ص۱۲۷ مطبوعہ مطبع ہاشمی)

ناظرین کرام! اب ہم آپ سے رخصت ہوتے ہیں۔ کیونکہ مرتد کی کافی طور پر گوشمالی ہو چکی ہے۔ لیکن اس جگہ ہم آپ سے پوچھیں گے۔ کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولانا محمد قاسم صاحب کی طرح کہیں ایسی ناگوار عبارتیں لکھی ہیں کیا یہ مرتد دھرمکوٹی اور نیز دیوبندی حضرات کے لئے تازیانہ عبرت نہیں۔ ضرور ہیں۔ اس صورت میں جو جواب اُن کا ہوگا وہی ہمارا جواب گردانا چاہیئے وبس۔

ہم اب اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم کے ساتھ مرتد دھرمکوٹی کے اعتراضات کے جواب سے فارغ ہو گئے۔ الحمد للہ اوّلاً و آخراً۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

مختصر فہرست کتب

بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان

تصانیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
سرمہ چشم آریہ	عہ ۴ر	نور الحق ہر دو حصہ	۱۴ار
فتح اسلام	۳ر	نور الاسلام	۴ر
توضیح مرام	۳ر	منن الرحمٰن	۱۲ر
ازالۂ اوہام	عہ	ضیاء الحق	۲ر
شحنۂ حق	۸ر	نور القرآن ہر دو حصہ	۹ر
آئینہ کمالات اسلام	۸ر	انجام آتھم	۶
آسمانی فیصلہ	۳ر	تحفہ گولڑویہ	۱۲
کشتی نوح	۶ر	کتاب البریہ	عہ
برکات الدعاء	۳ر	سراج منیر	۶ر
حجۃ الاسلام	۲ر	تحفہ قیصریہ	۴ر
سچائی کا اظہار	ار	سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	۲ر
شہادت القرآن	۱۰ر		
فریاد درد	۸ر	ریویو مباحثہ بٹالوی چکڑالوی	ار
نجم الہدیٰ	۱ر	سناتن دھرم	ار
ضرورت الامام	۴ر	تذکرۃ الشہادتین	۱۲ر

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
راز حقیقت	۲ر	لیکچر سیالکوٹ	۴ر
ایام الصلح فارسی	۸ر	چشمۂ مسیحی	۳ر
ستارہ قیصریہ	ار	تجلیات الٰہیہ	ار
تحفہ غزنویہ	۴ر	قادیان کے آریہ اور ہم	۲ر
لجۃ النور	۶ر	حقیقۃ الوحی	ہ
اربعین کامل	۱۲ر	چشمۂ معرفت	۸ر
خطبہ الہامیہ	عہ ۴ر	پرانی تحریریں	۳ر
دافع البلاء	۲ر	درمکنون فارسی	عہ
نزول المسیح	۱۲ر	تقریر جلسہ دعا	۲ر
تحفہ ندوہ	ار	تقریریں	۳ر
اعجاز احمدی	۶ر	درثمین فارسی	۱۲ر
مجموعہ اشتہارات چھ حصے	لعہ	درثمین اردو	۴ر

تصانیف حضرت خلیفہ اول

تصانیف حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ

ردتناسخ ۲ر	نورالدین عیر
ابطال الوہیت مسیح ۳ر	خطبات نورحصہ اوّل ۸ر
فصل الخطاب ۸ر	″ ″ ″ دوم ۸ر
تصدیق براہین احمدیہ ۹ر	دینیات کا پہلا رسالہ ار

تقاریر و تصانیف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

منصب خلافت ار	دعوۃ الامیر اردو ۸ر
برکات خلافت ۴ر	″ ″ فارسی ۸ر
انوار خلافت ۱۲ر	ہستی باری تعالیٰ ۸ر
حق الیقین ۱۲ر	″ انگریزی ۸ر
منہاج الطالبین ۱۰ر	حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے ۶ر
لیکچر شملہ ۳ر	
تقدیر الٰہی عـہ	تبصرہ نہرو رپورٹ ۶ر
عرفان الٰہی ۱۰ر	″ ″ انگریزی ۸ر
ملائکۃ اللہ ۱۰ر	تقریر دلپذیر ۴ر
نجات ۱۳ر	سیاسی مسئلہ کا حل اردو عـہ
تحفۃ الملوک ۱۲ر	″ ″ ″ انگریزی ۸ر
حقیقۃ النبوۃ ۸ر	اسوۂ کامل ار
ترک موالات ۸ر	دنیا کا محسن ۴ر

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

سیرۃ خاتم النبیینؐ حصہ دوم ۴ر	سیرت المہدی حصہ دوم
	ہمارا خدا عـہ

متفرق تصانیف

فقہ احمدیہ ۸ر	فتوحات الٰہیہ ۴ر
اسلام اور قتل مرتد عـہ	احمدیہ پاکٹ بک ۸ر
بہائی مذہب کی حقیقت ۱۰ر	اظہار حق ۱۲
اسباق القرآن ہر حصہ ۸ر	برق احمدیت ۱۰
تواریخ مسجد فضل لندن ۱۲ر	تسہیل العربیہ
جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات	ہندو راج کے منصوبے ۱ ۶
النبوۃ فی القرآن ۸ر	″ ″ ″ ″ ۲ ۶
تفہیمات ربانیہ ۱۲ر	مسلمانان کشمیر و ڈوگرہ راج ۵
تجلیات رحمانیہ ۶ر	مسئلہ کشمیر اور ہندو مہا سبھائی ۶
بٹالوی کا انجام ۴ر	

انگریزی لٹریچر

پارہ اوّل ۸ر احمدیہ سوانح ۸ر	سیرت مسیح موعودؑ
تحفۃ الملوک ۱۲ر	تحفہ پرنس آف ویلز
جواب سپٹ	ہندو راج کے منصوبے انگریزی
تعلیم المسیح ۸ر	
احمدیت حقیقی اسلام انگریزی ۸ر	

ان کے علاوہ باقیماندہ کتب بھی ہمارے ہاں موجود ہیں۔ احباب کرام عند الضرورت بکڈپو سے خرید سکتے ہیں ؂

ملنے کا پتہ:- بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

ملک فضل حسین منیجر بکڈپو پبلشر نے باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں چھپوائی ؂

تصانیف حضرت خلیفہ اول

تصانیف حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ

- ردّ تناسخ ۳؍
- ابطال الوہیت مسیح ۳؍
- فصل الخطاب ۶؍ عہ
- تصدیق براہین احمدیہ ۹؍ عہ
- نور الدین عہ؍
- خطبات نور حصہ اول ۸؍
- ؍؍ ؍؍ ؍؍ دوم ۸؍
- دینیات کا پہلا رسالہ ا؍

تقاریر و تصانیف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

- منصب خلافت ا؍
- برکات خلافت ۴؍
- انوار خلافت ۱۲؍
- حق الیقین ۱۲؍
- منہاج الطالبین ۱۰؍
- لیکچر شملہ ۳؍
- تقدیر الٰہی عـہ؍
- عرفان الٰہی ۱۰؍
- ملائکۃ اللہ ۱۰؍
- نجات ۱۳؍
- تحفۃ الملوک ۱۲؍
- حقیقۃ النبوۃ ۸؍ عہ
- ترک موالات ۸؍
- دعوۃ الامیر اردو عہ؍
- ؍؍ ؍؍ فارسی ۸؍ عہ
- ہستی باری تعالیٰ ۴؍ عہ
- ؍؍ انگریزی ۸؍
- حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے ۶؍
- تبصرہ نہرو رپورٹ ۶؍
- ؍؍ ؍؍ ؍؍ انگریزی ۸؍
- تقریر ولپہ ذیر ۴؍
- سیاسی مسئلہ کا حل اردو عہ؍
- ؍؍ ؍؍ ؍؍ انگریزی ۴؍ عہ
- اسوۂ کامل ا؍
- دنیا کا محسن ۴؍

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

- سیرۃ خاتم النبیینؐ حصہ دوم ۶؍ عہ
- سیرت المہدی حصہ دوم
- ہمارا خدا عہ

متفرق تصانیف

- فقہ احمدیہ ۸؍
- اسلام اور قتل مرتد عہ؍
- بہائی مذہب کی حقیقت ۱۰؍
- اسباق القرآن ہر حصہ ۸؍
- تواریخ مسجد فضل لندن ۱۲؍
- جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات ؍
- النبوۃ فی القرآن ۴؍ عہ
- تفہیمات ربانیہ ۱۲؍
- تجلیات رحمانیہ ۶؍
- بٹالوی کا انجام ۴؍
- فتوحات الٰہیہ ۴؍
- احمدیہ پاکٹ بک ۸؍
- اظہار حق ۱۲
- برق احمدیت ۱۰
- تسہیل العربیہ
- ہندو راج کے منصوبے ۱ ۶
- ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲ ۶
- مسلمانان کشمیر و ڈوگرہ راج ۵
- مسئلہ کشمیر اور ہندو مہا سبھائی ۶

انگریزی لٹریچر

- پارہ اول عـ؍ احمدیہ سوانح ۸؍
- تحفۃ الملوک ۱۲؍
- جواب سپٹ ۳؍
- تعلیم المسیح ؍
- احمدیت حقیقی اسلام انگریزی ۸؍
- سیرت مسیح موعودؑ
- تحفہ پرنس آف ویلز
- ہندو راج کے منصوبے انگریزی

ان کے علاوہ باقی نادر کتب بھی ہمارے ہاں موجود ہیں۔ احباب کرام عند الضرورت بکڈپو سے خرید سکتے ہیں ؛

ملنے کا پتہ:۔ بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

ملک فضل حسین منیجر بکڈپو پبلشر نے باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں چھپوائی ؛